امام الائمہ سراج الامہ

حضرت سیدنا

امام اعظم رضی اللہ عنہ

مصنف

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ

عزم نو پبلشرز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ
مصنف	ولیِ کامل حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ
مرتب	انجینئر حافظ قاری محمد آصف قادری
پروف ریڈنگ	انجینئر علامہ حافظ محمد عارف قادری
معاونین	محمد رئیس قادری، مفتی فدا حسین رضوی محمد عاطف قادری (اسلام آباد)
طباعت	دسمبر 2025ء/جمادی الاخریٰ 1448ھ
باہتمام	مولانا محمد سلیم قادری رضوی
منتظم اشاعت	مولانا ابوالنّور راشد علی عطاری مدنی (ڈائریکٹر ہادی ریسرچ انسٹیٹیوٹ)
ناشر	عزمِ نو پبلشرز، پلاٹ نمبر 1197/1196، سیکٹر:32/E، ناصر کالونی عقب مٹھاس سویٹس، کراچی 0328-2965268

ملک بھر میں ہول سیل ریٹ پر آن لائن حاصل کرنے اور
دیگر کثیر کتب پر ڈسکاؤنٹ پانے کے لیے الکافی بک سرکل کو
جوائن کیجیے: 0315-2421854

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ؛ ایک ہمہ جہت شخصیت

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت ہمہ جہت خوبیوں کا مرقع تھی۔ وہ اپنی ذات میں ایک تحریک تھے، ایک انجمن تھے، ایک تنظیم تھے، ایک بزم تھے۔ وہ جلوہ گر تو کراچی میں تھے لیکن ان کی گونج پوری دنیائے سنیت میں سنائی دیتی ہے۔ وہ وقت اور فاصلے کی قید سے ماوراتھے، ان کے فیضان سے قریب وبعید سبھی سیراب ہوتے رہے۔

ابتدائی زندگی اور تعلیمی پس منظر

شاہ تراب الحق قادری صاحب 27 رمضان 1365ھ بمطابق 25 اگست 1946ء کو ریاست حیدرآباد دکن کے ایک گاؤں کلمبر میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سید شاہ حسین قادری اور والدہ محترمہ اکبر النساء بیگم رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔ ایک طرف سے سادات کی نسبت تھی اور دوسری طرف فاروقی خانوادے کی وراثت۔ ابتدائی تعلیم حیدرآباد کے مدارس میں حاصل کی اور پھر قیام پاکستان کے بعد 1951ء میں ہجرت کرکے کراچی میں سکونت اختیار کی۔ فیض عام ہائی اسکول اور دارالعلوم امجدیہ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے وقت کے جید علما سے فیض یاب ہوئے۔

روحانی تربیت اور خلافت

شاہ تراب الحق قادری صاحب علیہ الرحمۃ کو روحانی فیضان کا سرچشمہ بریلی شریف میں ملا۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی فیض حاصل کیا۔ سلسلہ قادریہ رضویہ کے اس عظیم شیخ نے ہزاروں دلوں کی پیاس بجھائی اور دنیا

کے کئی خطوں تک اپنا روحانی فیضان پھیلایا۔

امامت و خطابت

1965ء سے آپ نے امامت و خطابت کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ محمدی مسجد کورنگی، اخوند مسجد کھارادر اور آخرکار میمن مسجد مصلح الدین گارڈن آپ کا مستقل مرکزِ تبلیغ بن گئی۔ نصف صدی تک آپ کی خطابت نے لاکھوں دلوں کو گرمایا۔ آپ کے خطبات میں مدلل استدلال، قرآنی و حدیثی دلائل کی روشنی، سادہ اور شستہ زبان، عام فہم انداز اور بے ساختہ اخلاص جھلکتا تھا۔

آپ نے صرف خطابت ہی نہیں بلکہ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی انمٹ نقوش چھوڑے۔ ''ضیاء الحدیث''، ''جمالِ مصطفیٰ''، ''تصوف و طریقت''، ''فلاحِ دارین''، ''خواتین اور دینی مسائل''، ''کتاب الصلوٰۃ''، ''مسنون دعائیں''، ''تفسیر انوار القرآن''، ''فضائل صحابہ و اہلبیت'' جیسی کتابوں سے آپ کا علمی ذوق اور وسعت مطالعہ جھلکتا ہے۔

تحریکات اور جماعتی خدمات

شاہ تراب الحق قادری صرف منبر کے خطیب یا مصنف ہی نہیں تھے بلکہ میدانِ عمل کے مردِ مجاہد بھی تھے۔ جماعت اہلسنت کے پلیٹ فارم سے آپ نے تنظیمی و تحریکی خدمات انجام دیں۔ سنی تحریکات کی قیادت کی، گستاخانِ رسالت کے مقابل ڈٹے، قادیانیت کی فتنہ گری کا توڑ کیا اور تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کی استقامت نے باطل کو ہمیشہ پسپا کیا۔

1985ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور سیاست کے میدان میں بھی دین کی

ترجمانی کی۔ مختلف کمیٹیوں، بورڈز اور تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دیں۔ درجنوں سماجی اور دینی اداروں کے سرپرست و ناظم رہے۔ ان کی سیاسی و سماجی زندگی بھی مسلکِ اہل سنت کے تحفظ اور دین کی سربلندی کے لیے وقف رہی۔

اوصاف و اخلاق

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمہ اللہ کی زندگی میں اخلاص، بے خوفی، تقویٰ اور عشقِ رسول نمایاں تھے۔ وہ مسلک اسلاف کے سچے ترجمان تھے، مداہنت کو برداشت نہ کرتے، باطل کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے۔ ان کی درویشی میں قیادت کا جلال چھپا ہوا تھا، خاکساری کے پردے میں عظمت کا نور چھلکتا تھا۔ وہ اپنے اسلاف کی حیاتِ مبارکہ کی عملی تصویر تھے۔

وصال

6اکتوبر2016ء(4محرم1438ھ) کو طویل علالت کے بعد آپ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ میمن مسجد کراچی سے متصل آپ کے استاد و سسر قاری مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔ ان کے جنازے میں ہزاروں علما، مشائخ، سیاسی رہنما اور عوام الناس شریک ہوئے۔

شاہ تراب الحق قادری کی زندگی جہدِ مسلسل کا استعارہ تھی۔ وہ عشقِ رسول کے علم بردار، تحفظِ ناموسِ رسالت کے پاسبان، مسلکِ رضا کے سفیر اور لاکھوں دلوں کے رہبر تھے۔ اللہ کریم ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کے انوار کی بارش فرمائے اور ان کے مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

فہرست

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ؛ایک ہمہ جہت شخصیت 2
ابتدائی زندگی اور تعلیمی پس منظر 2
روحانی تربیت اور خلافت 2
امامت و خطابت 3
تحریکات اور جماعتی خدمات 3
اوصاف و اخلاق 4
وصال 4
پیش لفظ 16
تقریظ جلیل 18
تقریظ جلیل 29
تقدیم 34
باب اول 50
نام و نسب: 50
امامِ اعظم کی کنیت: 51
بشاراتِ نبوی ﷺ: 52
آپ کا سنِ ولادت: 56
امامِ اعظم تابعی ہیں: 57

علم کی طرف رغبت: 63
امامِ اعظم اپنے استاد کی نظر میں: 64
ایک حیران کن خواب: 65
تدریس کی ابتدا: 65
باب دوم (2) اخلاق و کردار 67
امامِ اعظم بحیثیت تاجر: 70
سخاوت: 72
امانت داری: 77
صبر و حلم: 80
عبادت و ریاضت: 82
خشیتِ الٰہی: 85
زہد و تقویٰ: 88
حق گوئی: 92
والدین سے حسنِ سلوک: 95
پڑوسیوں سے حسنِ سلوک: 97
اساتذہ کا ادب: 99
باب سوم (3) امامِ اعظم کی عقل و ذہانت 102
01۔ پانی گرایا تو طلاق: 102
02۔ روشندان ناجائز اور دیوار توڑنا؟ 103

03۔ رافضی اور یہودی کا رشتہ: 103
04۔ چور کا نام بتانے پر طلاق: 104
05۔ سیڑھی پر چڑھی یا اتری تو طلاق: 105
06۔ اہلِ کوفہ کو قتلِ عام سے بچالیا: 106
07۔ بیوی نہ بولی تو طلاق: 106
08۔ قیمتی چیز بھول گیا: 107
09۔ بھولی چیز یاد آنے کا نسخہ: 108
10۔ انڈا نہ کھانے کی قسم: 108
11۔ چور پکڑا گیا: 109
12۔ ایک درہم کی تقسیم: 109
13۔ کعبہ دیکھو تو یہ دعا مانگو: 110
امامِ اعظم کی فقہی بصیرت 110
14۔ وہاں نہ رہو جہاں راہنما نہ ہو: 111
15۔ حاملہ فوت ہو جائے، بچہ زندہ ہو تو: 111
16۔ ترکہ کی تقسیم اور ایک دینار: 111
17۔ میں بات نہیں کروں گا: 112
18۔ آٹا ختم ہونے کی خبر پر طلاق: 113
19۔ قاضی صاحب کی چھ غلطیاں: 113
20۔ بیویاں تبدیل ہو گئیں: 114

امام اعظم کی حاضر جوابی 115
21۔ حق معلوم ہو جائے تو مان لو: 116
22۔ حق کی تعمیل میں پوچھنا کیوں؟ 116
23۔ آپ کے شاگردوں کی حاضر جوابی: 117
24۔ قبر میں کیا کہو گے؟ 117
25۔ خلیفہ کی بیعت مؤثر نہیں: 118
26۔ طلاق میں شک ہو تو: 119
27۔ ایک رافضی سے مکالمہ: 119
28۔ قرأت خلف الامام پر مناظرہ: 120
29۔ طاقتور ترین صحابی کون؟ 121
30۔ دہریوں کو وجودِ خدا کا ثبوت دیا: 121
31۔ خارجیوں کی توبہ: 122
32۔ خصی کے تین سوال: 123
33۔ سیاہ بال چن لو: 124
امام اعظم کا علمی تبحر 124
34۔ یہ مومن ہے یا کافر: 125
35۔ حضرت قتادہ سے مذاکرہ: 126
36۔ خارجیوں سے طویل مناظرہ: 127
37۔ امام اوزاعی سے گفتگو: 130

38۔ گانے والی عورتیں: 131

39۔ وہ بہت بڑا فقیہ ہے: 131

40۔ آیت کی تفسیر: 132

باب چہارم (4) امامِ اعظم بحیثیت ولیِ کامل 133

امامِ اعظم اور کشف و فراست: 136

آپ کا وصال: 139

مزار کی برکتیں: 142

اچھے خواب: 142

باب پنجم (5) وصایا اور نصیحتیں 147

1۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نام: 148

حاکم کے ساتھ محتاط طرزِ عمل: 148

عوام کے ساتھ محتاط طرزِ عمل: 149

ازدواجی آداب: 150

امورِ زندگی کی ترتیب: 151

سیرت و کردار کی تعمیر: 151

معاشرتی آداب: 152

آدابِ زندگی: 153

آدابِ وعظ و نصیحت: 154

اخلاقِ حسنہ: 156

آدابِ مجلس: 157
2۔ یوسف بن خالد سمتی رحمہ اللہ کے نام 158
تعمیر انسانیت: 158
معاشرتی حقوق: 159
تعمیر سیرت: 160
حقوق العباد: 160
تعلیم وتربیت: 161
تزکیۂ نفس: 161
باب ششم (6) فقہ کی فضیلت 163
فقہ کی فضیلت قرآن میں: 163
فقہ کی فضیلت، حدیث میں: 165
فقہاء کی فضیلت: 168
رائے اور قیاس: 171
فقہاء صحابہ کرام: 175
باب ہفتم (7) امامِ اعظم اور علم الحدیث 179
مرکزِ علم وفضل؛ کوفہ: 184
اخذِ حدیث کے اصول: 187
باب ہشتم (8) امامِ اعظم کی ثقاہت 193
جرح کا جواب: 199

مقامِ امامِ اعظم اور امام بخاری: 204
اَصح کتب الحدیث: 207
باب نہم (9) عمل بالحدیث 211
ضعیف حدیث، قیاس پر مقدم ہے: 216
احناف صحیح احادیث پر عامل ہیں: 219
اگر صحیح احادیث متعارض ہوں تو: 221
باب دہم (10) مخالفتِ حدیث کا الزام 223
مخالفتِ حدیث کی حقیقت: 225
اہلِ رائے یا اہلِ حدیث: 230
اِشعار کا مسئلہ: 236
معانیٔ حدیث کا فہم: 237
ایک جاہلانہ اعتراض: 241
باب یازدہم (11) امامِ اعظم کے اساتذہ 243
امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما: 244
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ: 245
امام قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ: 246
حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ: 247
حضرت ابو اسحاق سبیعی رضی اللہ عنہ: 247
امام شعبہ بن الحجاج رضی اللہ عنہ: 248

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ: 248
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ: 249
حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ: 249
حضرت محارب بن وثار رضی اللہ عنہ: 250
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ: 250
حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ: 250
حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ: 251
حضرت سلیمان بن مہران رضی اللہ عنہ: 251
حضرت عون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: 251
حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ: 252
حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: 252
فقہ حنفی کا سلسلہ: 252
سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: 254
حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ: 256
حضرت اسود بن یزید نخعی رضی اللہ عنہ: 257
امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ: 258
امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ: 259
باب دوازدہم (12) فقہ کی ضرورت 260
فقہ کی ابتدا: 262

فقہی احکام کی اقسام: 264
فقہ حنفی کی بنیاد: 266
مذہب حنفی کے اصول: 269
قرآن وحدیث میں تطبیق: 273
باب سیز دہم (13) فقہ حنفی کی تدوین 276
کتبِ فقہ کی تدوین: 280
2۔ کتب نوادر: 283
تصانیفِ امامِ اعظم: 283
باب چہار دہم (14) امامِ اعظم کے تلامذہ: 286
1۔ امام ابو یوسف: 286
2۔ امام محمد بن حسن: 288
3۔ امام زفر بن ہذیل: 289
4۔ امام مالک بن انس: 291
5۔ امام مسعر بن کدام: 293
6۔ امام عبد اللہ بن مبارک: 294
7۔ امام وکیع بن الجراح: 296
8۔ امام یحییٰ بن سعید قطان: 297
9۔ امام یحییٰ بن زکریا: 298
10۔ امام یزید بن ہارون: 299

11۔ امام عبد الرزاق بن ہمام: 300
12۔ امام ابو عاصم النبیل: 301
13۔ امام مکی بن ابراہیم: 302
ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے محدثین: 303
اراکینِ شوریٰ: 304
باب پانزدہم (15) امامِ اعظم، ائمہ دین کی نظر میں 308
باب ششدہم (16) مذہبِ حنفی کی وجہِ ترجیح 324
1۔ حنفی مذہب، حدیث ہے: 324
2۔ حضرت علی کی دعا: 325
3۔ نبوی بشارات: 325
4۔ صحیح حدیث مذہبِ حنفی ہے: 326
5۔ قرآن حکیم سے مطابقت: 327
6۔ حدیث کی اتباع: 328
7۔ فطرت کا لحاظ: 328
8۔ آسانی اور سہولت: 329
9۔ جامعیت: 330
10۔ احتیاط اور تقویٰ: 330
11۔ شورائی مذہب: 331
مذہبِ حنفی اور قرآن: 332

باب ہفت دہم (17) حضور ﷺ کی نماز اور فقہ حنفی 339
1- تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائیں: 339
2- نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھیں: 340
3- امام کے پیچھے قرأت کرنا منع اور ناجائز ہے: 341
4- امام اور مقتدیوں کو آمین آہستہ کہنا سنت ہے: 342
5- نماز میں رفع یدین جائز نہیں، منسوخ ہے: 344
6- نماز وتر تین رکعت ہیں: 347
7- نماز تراویح بیس رکعت ہیں: 347
8- نماز جنازہ میں قرأت جائز نہیں: 349
باب ہشت دہم (18) تقلید کیوں ضروری ہے؟ 350
چار مذاہب کیسے بنے؟ 354
ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کیوں: 355
ایک ہی امام کی تقلید کیوں؟ 359
امام اعظم کا ادب: 361
ماخذ و مراجع 368

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

امام ذہبی شافعی رحمہ اللہ نے سیدنا امام اعظم کی ساری زندگی کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے،

کان اماماً ورعاً عالماً عاملاً متعبداً کبیراً لشان لایقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب۔

"امامِ اعظم دین کے امام، نہایت پرہیز گار، عالمِ باعمل، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے۔ آپ حاکموں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ تجارت کرکے اپنا رزق کما کر کھاتے تھے"۔(1)

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ازخود نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلانا شروع کیا۔ امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جب خدا کی رحمت کے خزانے بانٹنے والے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اجازت آگئی تو آپ سمجھ گئے کہ یہ معاملہ قطعی اور یقینی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی اور آپ کا مذہب پھیل گیا، اور اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب اور عرب و عجم کو آپ کے فیض سے مستفیض کیا"۔(2)

حاسدین و منافقین ہر دور میں محبوبانِ خدا کے خلاف بدگوئی و شر انگیزی کرتے رہے ہیں۔ سیدنا امامِ اعظم کے خلاف بھی حاسدوں نے بہتان طرازی کا سلسلہ شروع کیا جس کے جواب میں چاروں مذاہب کے ائمہ محدثین نے کتابیں لکھیں۔ حق کی ترویج اور ابطالِ باطل کے لیے علماءِ حق کا تحریری جہاد آج بھی جاری ہے۔

محدث عبد العزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ کا یہ ارشادِ گرامی اہلِ حق کی پہچان کے لیے ہر دور میں مشعلِ راہ رہا ہے کہ "جو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرے وہ سُنّی ہے اور جو اُن سے عداوت رکھے، وہ بدعتی ہے"۔(3)

1...تذکرۃ الحفاظ، ابو حنیفہ الامام الاعظم، 1/127

2...الخیرات الحسان، مقدمہ، ص23

3...الخیرات الحسان، ص33

موجودہ دور کے غیر مقلد طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے اہلسنت حنفی مسلمانوں کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے برگشتہ کرنے کی سعیٔ مذموم میں مصروف ہیں۔ ان حالات میں اہلسنت پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات اور افکار سے آگہی حاصل کریں اور بدعتیوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

مفکر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے اس کتاب کا ایک سببِ تالیف یہی ارشاد فرمایا اور دوسرا سبب حصولِ برکت قرار دیا جیسا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کتاب "الخیرات الحسان" لکھنے کا سبب امام ابن حجر نے یہ تحریر کیا کہ "ائمہ حفاظ نے اس امام کے ساتھ اظہارِ محبت و مہربانی کرتے ہوئے مختلف زبانوں میں ان کے حالات تفصیل سے بیان کیے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی اُن کی صف میں شامل ہو جاؤں تاکہ میں بھی اس امام کی برکت حاصل کروں جس طرح اُن ائمہ کرام نے ان کے ذکر سے برکت حاصل کی۔

ابن جوزی نے امام سفیان بن عیینہ سے روایت کی، عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔[4]

رب کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نافع خلائق اور ہمارے لیے وسیلۂ بخشش بنائے نیز بھٹکتے ہوئے لوگوں کے لیے مینارۂ نور بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حسبی من الخیرات ما اعددتہ	یوم القیٰمۃ فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الوریٰ	ثم اعتقادی مذہب النعمان

"اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے قیامت کے دن میرے نامۂ اعمال میں یہ نیکی کافی ہے کہ میں سیدِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں اور امامِ اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب پر میرا اعتقاد ہے"۔[5]

خاکپائے علمائے حق،
محمد آصف قادری غفرلہٗ

4...الخیرات الحسان، ص 21

5...طبقات الحنفیہ، ص 456

تقریظ جلیل

شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ ومجتہدی امتہ وامّتہ اجمعین،

اما بعد!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مقام محبوبیت پر فائز فرماتا ہے... تو جبرائیل امین علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ... بیشک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو... جبرائیل امین بھی اس سے محبت رکھتے ہیں... پھر آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ... بیشک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو... چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں... پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے“۔[6]

اس سے یہ خیال نہ کیا جائے... کہ ہر مرد وزن جسے روئے زمین پر مقبولیت حاصل ہو جائے... اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی محبوبیت حاصل ہے... اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے، اللہ انہیں مقامِ محبوبیت عطا فرمائے گا“۔[7]

یعنی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت اور محبوبیت... صرف اُن خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے... جو ایمان و عمل کے زیور سے آراستہ ہوں... قرآن وحدیث کے معیارِ محبوبیت کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے بعد تاریخ اسلام میں تلاش کیجیے... کہ اہل ایمان و تقویٰ کے نزدیک سب سے

---

6 ... بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالی۔ الخ، حدیث: 7485

7 ... پ16، مریم: 96

زیادہ محبوبیت اور مقبولیت کیسے حاصل ہوئی؟... یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ وہ دو ہی ہستیاں ہیں:-
(۱) امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (۲) غوث اعظم سیدنا شیخ سید عبد القادر جیلانی قدست اسرارھما۔
حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کی، اسے عمل کرنے والے کی مثل ثواب ملے گا۔[8]

دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت ان دونوں اماموں کی پیروکار ہے... ایک شریعت کے امام ہیں اور ایک طریقت کے... اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں کتنا اجر وثواب مل چکا ہوگا... اور رہتی دنیا تک کتنا ثواب ملتا رہے گا؟

میری گفتگو کا موضوع چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ہے... اس لیے آپ کی توجہ اس امر کی طرف دلانا چاہتا ہوں... کہ امام اعظم کے پیروکار ہر دور میں بکثرت ہوئے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں،

"ابن خلدون نے چھ سو برس پہلے، امیر خسرو نے سات سو برس پہلے، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے چار سو برس پہلے... عالم اسلام بالخصوص برصغیر میں اہل سنت وجماعت اور حنفیوں کی اکثریت کا ذکر کیا ہے... دور جدید کے فاضل ڈاکٹر صبحی محمصانی نے احناف کو روئے زمین کے مسلمانوں کا دو تہائی قرار دیا ہے... یعنی تاریخی طور پر احناف کو ملت اسلامیہ کا سواد اعظم تسلیم کیا ہے......

امیر شکیب ارسلان نے احسن المساعی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ... مسلمانوں کی اکثریت ابو حنیفہ کی پیرو ہے... خود غیر مقلد حضرات میں نواب صدیق حسن خاں، مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی یہی لکھا ہے اور غیر مقلد عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے غیر مقلدین کو "آٹے میں نمک برابر" قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ کو جو قبولیت عامہ عطا فرمائی... وہ وہی مقبولیت و محبوبیت ہے جو وہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے... اور جس کا حدیث شریف میں بھی ذکر ہے کہ... جو ان مقبول اور

8... مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث:1893

محبوب بندوں سے لڑائی مول لیتا ہے، ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:... ”وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے“... کون ایسا بدنصیب ہو گا جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کے لیے تیار ہو؟[9]

بعض لوگ عوام الناس کو مذہب حنفی سے برگشتہ کرنے کے لئے... کہتے ہیں کہ تم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے عقیدت مند اور مرید ہونے کے دعویدار ہو... تو تمہیں ان کے مذہب حنبلی پر بھی عمل کرنا چاہیے... آج کے سپیشلائزیشن کے دور میں اس قسم کے سوال کو مضحکہ خیز ہی قرار دیا جائے گا... یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص عارضۂ قلب کے مریض کو کہے... کہ تم ہارٹ سپیشلسٹ کے پاس جا رہے ہو تو اس سے آنکھ کی بیماری کا نسخہ بھی لکھوا لانا۔

انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ... ہم عقائد میں امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابوالحسن اشعری... قراءت میں امام حفص... تفسیر میں رئیس المفسرین سیدنا ابن عباس... بلاغت میں عبد القاہر جرجانی... نحو میں سیبویہ... منطق و فلسفہ میں ابن سینا... حدیث میں ائمۂ حدیث خصوصاً امام بخاری، امام مسلم اور امام طحاوی کی طرف رجوع کرتے ہیں... غرض یہ کہ ہر فن کے سپیشلسٹ کی طرف رجوع کرتے ہیں... اسی طرح طریقت میں سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی، شاہ نقشبند، خواجہ اجمیر اور شیخ سہروردی کی طرف رجوع کرتے ہیں... اور شریعت و فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کی طرف رجوع کرتے ہیں... جب کہ کئی ممالک میں اہلسنت و جماعت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مقلد اور پیروکار ہیں۔

آج دنیائے اسلام کے مسلمان... فقہی مسائل میں چار اماموں کے پیروکار ہیں جن میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک کے، وہ امام شافعی کے، اور امام شافعی امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں... اور غوث اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی، امام احمد بن حنبل کے پیروکار اور مقلد ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم[10]

اکثر و بیشتر محدثین شافعی تھے... یہاں تک کہ امام بخاری بھی شافعی تھے[11]...... اور امام شافعی، امام محمد کے اور وہ امام اعظم کے شاگرد تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

9... تقلید، ص 9-10
10... الخیرات الحسان، ص 9
11... ابجد العلوم، ص 811

امام شافعی کا مشہور مقولہ ہے: اَلنَّاسُ عِیَال عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْفِقْهِ۔ تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔[12]

یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ... بخاری شریف میں امام بخاری کا سرمایۂ افتخار احادیث ثلاثیات ہیں... جن میں امام بخاری اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، ان کی تعداد بائیس ہے... ان ثلاثیات میں سے اکثر امام مکی بن ابراہیم کی روایت ہیں... اور وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ واقعی امامِ اعظم ہیں اور یہ لقب انہیں ہی زیب دیتا ہے... اس کے بعد یہ سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ ہی کیوں؟

دنیائے علم و فقاہت میں امام ابو حنیفہ کو کون نہیں جانتا؟... وہ صحابہ کرام کے بعد قانونِ اسلامی کے سب سے بڑے ماہر تھے... جن کے فیض سے دنیا بھر کے قانون دان فیض یاب ہوتے رہے اور آئندہ بھی ان کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے... وہ چونکہ تابعی ہیں اس لئے... رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ[13] (اللہ ان سے راضی، وہ اللہ سے راضی) کے تاجِ کرامت سے سرفراز ہیں... سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد گرامی کا اشارہ واضح طور پر آپ ہی کی طرف ہے۔

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ قَوْمٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسٍ۔[14]

"اگر علم ثریا کے ساتھ بھی معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیتے"۔

اور حدیث... مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ۔[15] (اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فقاہت اور سمجھ عطا فرما دیتا ہے)... اُن کے ماتھے کا جھومر ہے۔

امام ابو حنیفہ وہ ہیں... جن کے والد حضرت ثابت اور ان کی اولاد کے لئے... حضرت اسد اللہ

12... ابجد العلوم، علم الحدیث الشریف، 2/228

13... پ30، البینۃ: 8

14... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث: 2546

15... بخاری، کتاب العلم، حدیث: 71

الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دعائے برکت فرمائی۔[16]

وہ امام المسلمین جنہیں ائمہ اربعہ میں یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے متعدد صحابہ کی زیارت کی اور ان سے احادیث روایت کیں۔[17]

ان کی پیدائش اس زمانے (۸۰ھ) میں ہوئی ...جو حدیث شریف کی شہادت کے مطابق خیر القرون میں سے ہے... جن کا اجتہاد اور فتویٰ تابعین کے دور میں نامور علماء نے تسلیم کیا۔[18]

ان کے استاذ امام اعمش نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اے گروہ فقہاء! تم لوگ اطباء ہو اور ہم عطار ہیں ... اور اے امام ابو حنیفہ ! تم تو دونوں طرفوں کے جامع ہو... یعنی فقیہ بھی ہو اور محدث بھی"۔[19]

ان کے جلیل القدر استاذ اور نامور محدث حضرت عمرو بن دینار ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں ... ان کے ایک دوسرے استاذ امام اعمش جو امام بخاری اور امام مسلم کے استاذالاساتذہ ہیں ...حج کے لئے روانہ ہوئے تو ان سے مسائل حج لکھوا کر لے گئے... انہوں نے چار ہزار علماء ومشائخ سے علم حاصل کیا... اس معاملہ میں بھی کوئی امام آپ کا ہم پلہ نہیں ہے۔[20]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد... ایک قول کے مطابق چار ہزار اور دوسرے قول کے مطابق دس ہزار ہے... ان میں سے چالیس وہ تھے جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے... جب کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو ان سے مشورہ اور مناظرہ کرتے، احادیث و آثار میں سے ان کے دلائل سنتے اور اپنے دلائل پیش کرتے... بعض اوقات ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک تبادلۂ خیال کرتے... جب کسی فیصلے پر پہنچ جاتے تو امام ابو یوسف اسے لکھ لیتے... یوں فقہ حنفی انفرادی نہیں بلکہ شورائی ہے جب کہ دیگر ائمہ کی فقہ ان کے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ تھی... جب انہیں کوئی لاینحل مسئلہ

16... تبییض الصحیفہ، ص30
17... ایضا
18... عقود الجمان، ص185
19... الخیرات الحسان، الفصل الثلاثون، ص143
20... عقود الجمان، ص187

پیش آجاتا تو چالیس مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسئلہ حل ہو جاتا۔[21]

آپ کا ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے سب سے پہلے فقہ کو مرتب کیا... آپ سے پہلے صحابۂ کرام اور ائمہ تابعین اپنے حافظے پر اعتماد کرتے تھے... حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم سلب نہیں فرمائے گا مگر علماء کی وفات کے ذریعے علم سلب فرمائے گا، ان کے بعد جاہل راہنما رہ جائیں گے جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے... اس حدیث شریف کے پیش نظر امام اعظم نے محسوس کیا کہ بڑے بڑے علماء اٹھتے جا رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ علم ہی ضائع کر بیٹھیں... چنانچہ انہوں نے ابواب فقہ کو ترتیب دیا... سب سے پہلے طہارت، پھر نماز، زکوٰۃ، روزہ، باقی عبادات اور معاملات کے مسائل رکھے، آخر میں مسائلِ میراث رکھے... بعض اہل علم نے فرمایا: آپ نے پانچ لاکھ مسائل ترتیب دیئے... آپ کا عظیم امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے قواعد اجتہاد اور اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور احکام کا استنباط کیا...

آپ ہی نے سب سے پہلے کتاب الفرائض (علم میراث) وضع کی۔[22]

امام محمد بن سماعہ فرماتے ہیں کہ... آپ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار احادیث بیان کیں... اور چالیس ہزار احادیث میں سے آثارِ (صحابہ) کا انتخاب کیا۔[23]

امام اعظم کا مذہب دنیا کے ان خطوں میں پہنچا، جہاں دوسرے مذاہب نہیں پہنچے... آپ اپنے کاروبار تجارت کی آمدن پر گزر بسر کرتے تھے... کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی جیب سے علماء و مشائخ پر خرچ کرتے تھے۔[24]

آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی... تیس سال تک (ایام ممنوعہ کے علاوہ) روزے رکھے... اکثر راتوں میں ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کرتے... رمضان المبارک کے ہر دن میں ایک مرتبہ اور ہر رات میں ایک مرتبہ اور عید کے دن دو

21... تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف، ص34

22... ایضا، ص36

23... ذیل الجواہر المضیئۃ، 2/474

24... عقود الجمان، ص190

مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے... ہر سال حج کرتے، اس طرح آپ نے پچپن حج کیے... آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے... ایک دفعہ کچھ کپڑے اپنے کارندے کے سپرد کئے اور اسے تاکید کی کہ ایک کپڑے میں نقص ہے... اسے فروخت کرتے وقت گاہک کو بتادینا، اسے یاد نہ رہا... آپ نے تمام رقم صدقہ کر دی جو تیس ہزار درہم تھی۔

امامِ اعظم کی عقل و دانش کا اندازہ امام شافعی کے اس ارشاد سے کیا جاسکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، ''ابو حنیفہ سے زیادہ عقل مند کسی عورت نے نہیں جنا''۔ (25)

ملت اسلامیہ کی غالب اکثریت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر کاربند ہے،... اس کے باوجود بعض لوگ جہالت یا عداوت کی بنا پر... یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ خود ساختہ مسائل بیان کرتے تھے اور احادیث مبارکہ کی مخالفت کرتے تھے... امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو لوگ بزرگانِ دین کو اصحاب رائے کہتے ہیں... اگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بزرگ اپنی عقل سے حکم کرتے ہیں اور کتاب و سنت کی پیروی نہیں کرتے... تو ان کے خیال فاسد کے مطابق مسلمانوں کی اکثریت گمراہ اور بدعتی ہو گی، بلکہ مسلمانوں کے گروہ سے ہی خارج ہو گی... یہ عقیدہ صرف اس جاہل کا ہو سکتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے... یا اس بے دین کا جس کا مقصد دین کے آدھے حصے کا باطل کرنا ہے... ناکارہ لوگوں نے چند حدیثیں یاد کرلی ہیں اور دین کو ان ہی میں منحصر قرار دے دیا ہے... جو کچھ انہیں معلوم نہیں ہے اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے، اس کی نفی کرتے ہیں۔

وں آں کرمے کہ در سنگے نہان است
زمین و آسمانِ او ہمان است

''اس کیڑے کی طرح جو پتھر میں پوشیدہ ہے، اس کی زمین بھی وہی ہے اور آسمان بھی وہی ہے''۔

25... عقود الجمان، ص191

ان کے بے جا تعصب اور فاسد نظریات پر ہزار ہا افسوس !... امام ابو حنیفہ فقہ کے بانی ہیں ... اور فقہ کے چار حصوں میں سے تین حصے ان کے لئے مسلّم ہیں ... باقی چوتھائی میں تمام ائمہ ان کے ساتھ شریک ہیں... فقہ میں وہ صاحب خانہ ہیں اور باقی سب ان کے بال بچے ہیں"۔ [26]

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

"کسی تکلف اور تعصب کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ کشف کی نظر میں مذہب حنفی عظیم دریا کی صورت میں نظر آتا ہے... اور دوسرے مذاہب چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ نظر ظاہر سے بھی دیکھا جائے تو ملت اسلامیہ کا سواد اعظم (یعنی اکثریت) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو کار ہے... یہ مذہب اتباع کرنے والوں کی کثرت کے باوجود اصول و فروع میں تمام مذاہب سے ممتاز ہے اور احکام کے استنباط میں الگ طریقہ رکھتا ہے اور یہ بھی اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں... مرسل حدیثوں کو متصل حدیثوں کی طرح لائق اتباع قرار دیتے ہیں اور اپنی رائے سے مقدم رکھتے ہیں... اسی طرح حضرت خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت کے شرف کی وجہ سے صحابی کے قول کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں... جب کہ دیگر ائمہ اس طرح نہیں کرتے... اس کے باوجود مخالفین آپ کو صاحبِ رائے کہتے ہیں اور آپ کے حق میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں... حالانکہ تمام اہل علم آپ کے کمالِ علم اور کمالِ ورع و تقویٰ کے معترف ہیں... اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق عطا فرمائے کہ دین کے عظیم مقتدا اور مسلمانوں کے امام اور ملت اسلامیہ کے سواد اعظم کی ایذا رسانی سے باز رہیں ...يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ۔[27] "یہ لوگ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"متقدمین حدیث نہیں لکھتے تھے (کیونکہ احادیث ان کے حافظے میں محفوظ ہوتی تھیں)... لیکن آج حدیث کا لکھنا واجب ہے، کیونکہ آج حدیث کی ان کتابوں کے بغیر روایت حدیث کا کوئی راستہ

26... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، ص55

27... پ10، توبہ:32

نہیں ہے۔۔۔۔ اس کے بہت سے شواہد ہیں... اسی طرح قیاس کہتا ہے کہ معیّن امام کی تقلید واجب ہو... امام معین کی تقلید کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی... جب کوئی شخص ہندوستان یاماوراء النھر کے شہروں میں جاہل ہو (یعنی مجتہد نہ ہو) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم نہ ہو، اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو... تو اس شخص پر امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے... اس کے لیے امامِ اعظم کے مذہب سے نکلنا حرام ہے... کیونکہ وہ اپنی گردن سے شریعت کا قلادہ اتار دے گا اور محض بے کار ہو کر رہ جائے گا۔[28]

چونکہ پاکستان میں احناف کی اکثریت ہے... اس لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ملک پاک میں فقہ حنفی کو بطور پبلک لاء نافذ کرے۔

مجاہد ملت مولانا محمد عبد الستار خاں نیازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۶-۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ملتان سنی کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے بجاطور پر فرمایا تھا:

"جس ملک میں جس فقہی مسلک کی اکثریت ہے اسے بلاچون وچرا سرکاری قانون تسلیم کر لیا گیا ہے... ایران میں فقہ جعفری، ترکیہ میں فقہ حنفی اور افغانستان میں سنی سٹیٹ کے ساتھ فقہ حنفی کو ملکی آئین میں درج کر دیا گیا ہے... اسی برصغیر پاک وہند میں پورے ساڑھے گیارہ سو سال فقہ حنفیہ ملکی قانون رہا... اب کیا اعتراض ہے؟... موجودہ حکومت کو بلاخوف لومۃ لائم اعلان کر دینا چاہیے کہ... یہاں کا ملکی قانون فقہ حنفیہ ہو گا... اقلیتوں کو پرسنل لاء دیا جائے گا۔

جہاں تک سواد اعظم کا تعلق ہے... ہم اعلان کرتے ہیں کہ... ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ملک میں... نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من کل الوجوہ نافذ نہیں ہوتا۔[29]

پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی... خطیب میمن مسجد، قاری مصلح الدین گارڈن کراچی ...اور ناظم اعلیٰ دارالعلوم امجدیہ، کراچی و ناظم اعلیٰ جماعتِ اہل سنت کراچی... گوناں گوں اوصافِ عالیہ کے حامل ہیں... ان کی مصروفیات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس

28... کتاب الانصاف، ص22

29... مجاہد ملت، 1/232

طرح ایک آدمی اتنے کام سرانجام دیتا ہے... عصر سے مغرب تک وہ حاجت مندوں کی بھیڑ میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں ... کوئی بیماری یا گھریلو ناچاقی کے لیے دعا یا تعویذ کا طلب گار ہے ... کوئی کسی محکمے میں سفارش کروانا چاہتا ہے... کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے... شاہ صاحب کی عالی ہمتی دیکھیے کہ وہ ہر کسی کو خندہ پیشانی کے ساتھ مطمئن کرتے ہیں۔

فقیر ایک دفعہ سید محسن شاہ صاحب... مالک فرید بک سٹال لاہور... کے ساتھ کسی ضروری کام کے لیے کراچی... ان کی خدمت میں حاضر ہوا... شاہ صاحب نے مجھ سے فرمایا:

تھوڑی دیر ٹھہریں ... میں ان احباب کو فارغ کرلوں ،... اور واقعی تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہو کر فرمانے لگے... ویسے تو آپ کا اپنا گھر ہے ، لیکن آپ نے اتنا طویل سفر کرنے کی زحمت کیوں اٹھائی ؟ ... مجھے پرچہ لکھ دیتے یا فون کر دیتے۔

اس کے بعد جو ہمارا کام تھا اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتے تھے وہ کیا... اور یوں مجھ ایسے فقیر بے نوا کو خرید لیا... اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے... اور ان کے صاحبزادوں کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔

آپ جلسوں میں تقاریر کرتے ہیں ... انٹرنیٹ پر دنیا بھر سے آنے والے سوالوں کے جوابات دیتے ہیں ... تبلیغ کے لئے امریکہ ، افریقہ ، برطانیہ اور دیگر ممالک کا سفر کرتے ہیں ... اس کے باوجود تصنیف و تالیف کے لیے بھی وقت نکال لیتے ہیں ... اللہ تعالیٰ کرے کہ... ہمارے نوجوان علماء بھی ان کے انداز میں وقت کی قدر کرنا سیکھیں ... اور اسلام و سنیّت کا پیغام اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچانا اپنا فرضِ منصبی یقین کریں... تو بہت سی بیماریوں اور مفاسد کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب... "سیدنا امامِ اعظم" رضی اللہ عنہ کے چند صفحات دیکھنے کا موقع ملا... جن میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات بیان کیے گئے ہیں... ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ... شاہ صاحب نے بڑی دیدہ ریزی اور دماغ سوزی سے کتاب مرتب کی ہے... حقیقت یہ ہے کہ... آج کے دورِ بے راہ روی میں ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے... ورنہ ہر شخص اٹھ کر ائمۂ دین مجتہدین کے منہ آنے کی کوشش کرتا ہے۔

لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہے کہ... کلامِ اقبال اور دیوانِ غالب ایسی کتابیں شارحین اور اساتذہ کے بغیر ہمیں سمجھ نہیں آتیں ...تو قرآن پاک اور حدیث شریف سمجھنے کے لیے ہمیں کسی شارح اور استاذ کی ضرورت کیوں نہیں ہے؟...جو آدمی قرآن و حدیث کا اردو ترجمہ پڑھ لیتاہے...وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں ائمۂ مجتہدین کا ہم پلہ ہوں ... یہ رویہ نہ صرف احسان ناشناسی کے زمرہ میں آتاہے... بلکہ امت مسلمہ میں فساد برپا کرنے کا باعث ہے۔

مولائے کریم جل مجدہٗ... حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی کو...اس کتاب کے مرتب کرنے پر...اور اراکینِ افکارِ اسلامی ،اسلام آباد کو... اس کی اشاعت پر اجرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ/۵فروری ۲۰۰۳ء

تقریظ جلیل

شیخ التفسیر والحدیث، استاذُ العلماء مفتی عبد الرزاق بھترالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مناقبِ جمیلہ اور خصالِ حمیدہ اور اوصافِ جلیلہ اتنے کثیر ہیں کہ انسان کی عقل ان کے ادراک سے قاصر اور زبان ان کے بیان سے عاجز ہے۔

آپ کے مناقب میں متفرق مذاہب کے علماء نے کتب تصنیف کی ہیں،

"ولم یطعن علیه الا ذو تعصب وافراد جهالة مبنية"۔ اور آپ کی شان میں کسی نے طعنہ زنی نہیں کی سوائے متعصب لوگوں اور جہلاء کے۔

شافعی مسلک کے جن علماء محدثین نے آپ کی شان میں کتب تصنیف کی ہیں ان میں سے مشہور حضرات یہ ہیں۔

☆علامہ سیوطی نے "تبییض الصحیفہ فی مناقب امام ابی حنیفۃ" تصنیف فرمائی۔

☆علامہ ابن حجر مکی نے "الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" تصنیف فرمائی۔

☆علامہ ذہبی نے امامِ اعظم کا ذکر "تذکرۃ الحفاظ" اور "کاشف" میں کیا اور ایک مستقل رسالہ بھی آپ کے مناقب میں تحریر کیا۔

☆ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے،

☆علامہ یافعی نے اپنی تصنیف "مرأۃ الجنان" میں آپ کے مناقب کا ذکر کیا ہے ☆اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب وغیرہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کی تعریف فرمائی ہے۔

☆علامہ نووی شارح مسلم نے اپنی تصنیف "تہذیب الاسماء واللغات" میں امامِ اعظم کی تعریف

بیان فرمائی،

☆اور امام غزالی نے احیاء العلوم وغیرہ میں آپ کی توصیف بیان فرمائی۔

☆مالکی مسلک کے مشہور امام اور محدث ابن عبد البر وغیرہ نے آپ کے مناقب ذکر فرمائے۔

☆ حنبلی مسلک کے یوسف بن عبد الہادی الحنبلی نے کتاب "تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ "تصنیف فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کا تابعی ہونا ثابت ہے۔ جس زمانہ کے خیر ہونے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ذکر فرمایا،

"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم"۔[30] سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر جو اس کے بعد ہے پھر وہ جو اس کے بعد ہے۔

امامِ اعظم رحمہ اللہ کے ساتھ تعصب پر مبنی رویہ کی مذمت حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں کی ہے،

"حاصلہ انہ افرط بعض اصحاب الحدیث فی ذم ابی حنیفۃ و تجاوز الحد"[31]۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ حدیث نے امامِ اعظم کی مذمت میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کی شان میں تجاوز کرنے والوں کو اعتراض سوجھا تو فقط اس بات پر کہ آپ مسائل میں قیاس کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا، کیا امام مالک رحمہ اللہ نے کوئی اجتہاد نہیں کیا، کوئی مسئلہ قیاس سے نہیں بتایا؟ اس پر وہ لوگ لاجواب ہو گئے۔

"وقال اللیث بن سعد أحصیت علی مالك سبعین مسئلۃ قال فیہا برأیہ"۔[32] لیث بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ستر مسائل وہ دیکھے ہیں جن میں امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی رائے اور اجتہاد

30...بخاری، کتاب الشھادات، حدیث: 2651
31...موطا مالک، الفائدۃ العاشرۃ فی نشر۔۔۔، 1/36
32...موطا مالک، الرد علی من قدح فی ابی حنیفہ، 1/19

سے مسئلہ بیان کیا ہے۔

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے نہایت منصفانہ کلام فرمایا۔

"وقد جاء عن الصحابة اجتهاده بالرائی والقیاس علی الاصول وکذلك التابعون"۔[33]

صحابہ کرام اور تابعین نے جب اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے رائے اور قیاس سے اجتہاد کر کے مسائل کا استنباط کیا ہے تو امامِ اعظم رحمہ اللہ پر اعتراض کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے سب ثقہ حضرات ہیں جیسا کہ امام ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن عوام، اور جعفر بن عون آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

"قال یحییٰ بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا"۔[34]

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض دوست امامِ اعظم رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق زیادتی کرتے ہیں، حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں؟ تو ان کی طرف سے جواب ملتا ہے، نہیں۔ پھر آپ کی شان میں حد سے تجاوز کیوں؟

علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ، طبقات شیخ الاسلام میں فرماتے ہیں،

الحذر کل الحذر ان تفهم من قاعدتهم ان الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقها بل الصواب ان من ثبت امامته وعدالته وکثر ما دحوه وندر جارحه وکانت هناك قرینة دالة علی سبب جرحه من تعصب مذهبه او غیره لم یلتفت الیه۔[35]

یعنی یہ قاعدہ کسی سے سن کر تسلیم نہ کرلو کہ جرح مقدم ہے تعدیل سے، یہ قاعدہ مطلق نہیں کہ

33...موطامالک، الرد علی من قدح فی ابی حنیفہ، 1/19

34...موطامالک، الفائدۃ العاشرۃ فی نشر۔۔۔، 1/36

35...موطامالک، الفائدۃ العاشرۃ، 1/36

اسے آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا جائے۔ جس شخص کی امامت ثابت ہو، عدالت ثابت ہو، اس کے مدح کرنے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہوں اور اس کے معترضین چند لوگ (بلکہ چند شر پسند) ہوں تو وہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ لوگ اس کے مذہب سے تعصب رکھتے ہیں اور اس کے متبعین کی کثرتِ تعداد کو دیکھ کر جلتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کی جرح کی طرف ہر گز توجہ نہ کی جائے۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں، "ولو اطلقنا تقديم الجرح لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون"۔[36]

اگر ہم مطلقاً یہ تسلیم کر لیں کہ فلاں امام پر اعتراض کرنے والا بھی تو کوئی ہے، اس امام کی بات کو کیوں مانیں؟ تو اس طرح کوئی امام بھی ہمیں ایسا نہ مل سکے گا جس پر طعنہ کرنے والوں نے طعنہ نہ کیا ہو اور ہلاک ہونے والے اس کی شان میں گستاخی کر کے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔ ۃو

بعض لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے امامِ اعظم رحمہ اللہ پر یہ طعن پیش کیا کہ آپ کی روایات قلیل ہیں۔ ان کو یہ سمجھ نہ آسکا کہ پہلے احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا رواج نہیں تھا، صرف زبانی یاد کیا جاتا تھا۔ آپ نے احادیث کو کتابی صورت میں جمع نہیں کیا تو اس میں کیا عیب ہے؟ بلکہ اس سے تو آپ کی شان سمجھ میں آتی ہے۔

فان مرتبته فى هذا تشابه المرتبة الصديقية فان كان هذا طعنا كان ابوبكر الصديق افضل البشر بعد الانبياء بالتحقيق مطعونا فانه ايضا قليل الرواية بالنسبة الى بقية الصحابة حاشا هم حاشا هم عن هذه الوسمة۔[37]

حضرت امامِ اعظم رحمہ اللہ قلیل روایت ہونے میں مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کے مشابہ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ابنیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں افضل ہیں لیکن آپ کی روایات باقی صحابہ کرام سے کم ہیں۔ معاذ اللہ! اس وجہ سے کیا ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر

36... موطا امام مالک، الفائدۃ العاشرۃ، 1/36

37... موطا امام مالک، الفائدۃ العاشرۃ، 1/36

رضی اللہ عنہ کی شان میں طعنہ زنی کی جائے؟

آج کل کے دور میں مذہبِ حنفی کے کثیر پیروکار دیکھ کر کچھ لوگ جل رہے ہیں۔ تحقیق کے میدان میں مقابلہ کرنے کی توان جہلاء میں ہمت نہیں بلکہ فقہ حنفی کی کتب کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں صرف جاہل لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانا ان کا کام ہے۔

حنفی حضرات کو باطل مذہب والوں سے بچانے کے لیے پیر طریقت راہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید الشاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ کتاب تصنیف کر کے احسان عظیم فرمایا۔ آپ کا ارشاد فرمایا ہوا یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، "میں نے خیال کیا، کوئی مانے یا نہ مانے، کم از کم اپنا تو کوئی نہ بھاگے"۔

میں نے اس کتاب کا چند مقامات سے مطالعہ کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء بھی فائدہ حاصل کریں گے۔

ہاں ایک بات ضرور کہوں گا وہ یہ کہ علماء اہلسنت کے پاس لوگوں کو خریدنے کے لیے پیسے نہیں جبکہ دیگر مذاہبِ باطلہ بکاؤ مال لوگوں کو پیسے سے خریدتے ہیں۔ یہ کام تو یقیناً شاہ صاحب نہیں کر سکتے۔ راہنمائی ان کا حق تھا، انہوں نے یہ حق ادا کر دیا اور خوب ادا کیا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نافع خلائق بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

عبد الرزاق بھترالوی

جامعہ جماعتیہ مہر العلوم، راولپنڈی

تقدیم

محققِ جلیل، ادیبِ شہیر پروفیسر سید عبد الرحمن شاہ بخاری
شریعۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین اہتدوا ہدیہ۔ اما بعد!

کائنات امتزاج ہے مادہ اور توانائی کا... انسان مرکب ہے جسم اور روح سے... زندگی تالیف ہے صورت اور سیرت کی... اسی طرح تہذیب مجموعہ ہے جوہر (spirit) اور مظہر (form) کا... اسلام خدا کی ابدی اور آفاقی تہذیب ہے... اس تہذیب کا جوہر نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم... اور مظہر شریعتِ محمدی علی صاحبہا التحیہ ہے... دوسرے لفظوں میں یوں کہیے... دین کیا ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا نام... اور یہ غلامی جب عمل کے پیکر میں ڈھلتی ہے... تو شریعتِ محمدی کہلاتی ہے۔

شریعت کیا ہے... زندگی گزارنے کا سلیقہ... اور یہی تو حاصل تہذیب ہے... نظام قدرت کے دو ہی رخ ہیں... ایک تکوین... دوسرا تشریع... خدا جو کچھ بناتا ہے وہ اس کی تکوین ہے... اور جو کچھ چاہتا ہے وہ اس کی تشریع ہے... قرآن کے فیصلہ کن الفاظ میں:

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔[38]

یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو بنایا اور پھر اسے ہدایت سے نوازا۔

دیکھیے خدا کا پورا نظام قدرت یہاں صرف دو ہی لفظوں میں آشکار ہو رہا ہے... ایک خلق جو تکوین سے عبارت ہے... اور دوسرا ہدایت جو تشریع سے الگ کچھ نہیں... تو کہنے دیجئے کہ اس پوری کائنات میں

38... پ16، طہ:50

خدا کی ذات کے دو ہی جلوے ہیں... تکوین... اور تشریع... تکوین خدا کی صفت ہے... اور اس سے باہر جو کچھ ہے سب اس کی تشریع... تو کیا اب بھی اس میں کچھ شبہ ہے کہ... تہذیب کی نمود تشریع ہی میں ہوتی ہے اور بس... شریعت سے باہر جو کچھ ہے اس کا تہذیب سے کچھ رشتہ نہیں... ذرا سوچئے تو سہی... خدا نے اس شخص کو کیا دانائی بخشی ہوگی جس نے شریعت کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

معرفة النفس مالها وما عليها۔[39]

یعنی شریعت نام ہے اس کا کہ نفس انسانی پہچان لے وہ سب کچھ جو اس کے لئے ہے اور وہ سب کچھ جو اس پر عائد ہے۔

مالها وما عليها کی تعبیر اتنی ہمہ گیر ہے کہ... زندگی اور تہذیب درکنار خود کائنات اپنی ابتدا سے انتہا تک اس کی آغوش میں ڈوبی ہوئی ہے... میں سچ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بعد پوری نسل انسانی میں جو دانائی بانٹی ہے... اس دانائی کا بہت بڑا حصہ فقط اسی ایک فقرے میں سمٹ آیا ہے... یہ شخص یقیناً انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ اور اہل بیت کے بعد... تاریخ انسانی کا سب سے بڑا دانا، سب سے بڑا مفکر اور سب سے بڑا حکیم ہے... انسانی تہذیب کو اس سے بڑھ کر کسی نے نہیں سمجھا... اور کسی نے نہیں سنبھالا... یہ شخص علی الاطلاق اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا مفکر بھی ہے اور سب سے بڑا محافظ بھی... جی ہاں! اس شخص کو خدا نے صرف یہ سمجھایا ہی نہیں کہ... تہذیب کیا ہے، شریعت کیا... اور ان دونوں میں باہم کتنا گہرا رشتہ ہے... بلکہ اسلامی شریعت اور اسلامی تہذیب کی حفاظت اور خدمت کا سب سے بڑا کام بھی اسی شخص سے لیا ہے... وہ تو بازار میں کپڑا بیچنے نکلا تھا... پر میرے خدا نے اسے دنیا کا امام بنا دیا... صرف امام ہی نہیں بلکہ امامِ اعظم... میں قربان تیری عظمتوں پر اے کوفہ کے تاجر!... تیرے جیسا نصیب کوئی اور لے کر نہیں آیا... دنیا کے لاکھوں ولی خدا کے حضور سجدے گزارتے ہیں... اور ان سجدوں کا ثواب تجھے پہنچتا ہے... پر تیرا حق پھر بھی ادا نہیں ہوتا... سو

39... تعلیم المتعلم للزرنوجی، ص14

اہلِ علم اور اہلِ دل کو کہنا پڑتا ہے: **یجب علی اهل الاسلام ان یدعوا الله لابی حنیفة لحفظه علیهم السنة والفقه۔**[40]

یعنی اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہ کے لئے دعا کیا کریں کہ انہوں نے سنت اور فقہ کی حفاظت کر کے مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔

جی ہاں! تمام اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ جب جب خدا کو یاد کریں... ساتھ ہی امامِ امت ابو حنیفہ کے لئے دعا کی تڑپ بھی اس میں بسا دیں... وہ جب بھی دین کے کسی حکم پر عمل کریں... ساتھ ہی ابو حنیفہ کے لئے والہانہ تشکر کا جذبہ بھی انڈیل دیں... کیوں؟... اس لئے کہ امام ابو حنیفہ نے پوری امت پر احسان کیا ہے... تہذیب اسلامی اور شریعت محمدی کی حفاظت کا احسان... جس طرح خلیفہ اول صدیق اکبر نے تدوین قرآن کا بیڑا اٹھایا... اور خدا کی کتاب کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا... اسی طرح امامِ اعظم ابو حنیفہ نے تدوین شریعت کا ڈول ڈالا... اور اسلامی شریعت کی ابدی حفاظت کا سامان کر دیا... دیکھئے عہد نبوت تاسیس شریعت کا عہد ہے... اس عہد میں دنیا کو شریعت عطا ہوئی... اور تہذیب نے وجود کا جامہ پہنا... خلافت راشدہ عہد رسالت کا تتمہ ہے... اس میں تعمیر، توسیع اور تسخیر کا کام جاری رہا... صحابہ کی تربیت خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک حکم ان کے سینوں میں محفوظ تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا ان کے عمل میں ڈھل چکی تھی... ان کی زندگیاں قرآن اور سنت کا آئینہ تھیں... تہذیب ان کے کردار میں جذب ہو چکی تھی... نفوس خود اصول بن گئے تھے... اور یوں شریعت کی حفاظت ہو رہی تھی... مگر صحابہ کے بعد قیامت تک شریعت محمدی کی حفاظت کا اہتمام ناگزیر تھا... اور قسام ازل نے یہ سعادت ابو حنیفہ کے مقدر میں لکھی تھی... صحابہ نے قرآن کے الفاظ جمع کئے... اور ابو حنیفہ نے اس کے احکام مرتب کئے... صحابہ نے اپنے آقا کے ارشادات دنیا تک پہنچائے... اور ابو حنیفہ نے ان ارشادات کے مفاہیم مدون کر دیے... فقہ کیا ہے... یاد رکھئے... سنت کے مفاہیم کا دوسرا

40... تاریخ بغداد، 13/344

نام... محدثین ابو حنیفہ کے بعد آئے... اور انہوں نے جن احادیث کے الفاظ جمع کئے... ابو حنیفہ ان الفاظ کو پہلے ہی احکام کا روپ دے چکے تھے... محدثین کا کام اپنی جگہ عظیم بھی ہے اور بے مثال بھی... اور پوری امت ہمیشہ ان کی ممنون احسان رہے گی... مگر یہاں مجھے یہ کہنا ہے کہ... ابو حنیفہ کو خدا نے محدثین کا بھی امام بنا دیا ہے... جو کام محدثین نے لفظاً انجام دیا... وہ ان سے پہلے ابو حنیفہ معناً انجام دے چکے تھے... الفاظ امت تک محدثین نے پہنچائے... اور معانی ابو حنیفہ نے بتائے... اور صرف معانی ہی نہیں بتائے... ان معانی تک رسائی کا گر بھی سکھایا... تو کہنے دیجئے کہ... ابو حنیفہ کو خدا نے چن لیا... اپنے محبوب ﷺ کی سنت اور شریعت کی حفاظت کے لئے۔

ہو سکتا ہے کوئی سوچے... تدوین شریعت کے اعزاز میں تو دیگر ائمہ مجتہدین بھی حصہ دار ہیں... کوئی شک نہیں امت سبھی کی ممنون احسان ہے... امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دیگر تمام ائمہ مجتہدین کی دہلیز پر امت کا سر جھکا ہے... ہر ایک کا نام قیامت تک درخشاں رہے گا... پر سنئے تو سہی ان اماموں سے... وہ کیا کہہ رہے ہیں ابو حنیفہ کے بارے میں... سفیان ثوری ان کے معاصر ہیں اور خود مجتہدِ وقت... مگر ابو حنیفہ کی برتری مانے بغیر نہ رہ سکے... اور بے جھجک پکار اٹھے:

انه ليكشف لك من العلم عن شئى كلنا عنه غافل۔ (41)

یعنی اے ابو حنیفہ! خدا تیرے سینے پر وہ علم انڈیلتا ہے کہ ہم میں سے کوئی دوسرا اسے پا نہیں سکتا۔

لیجئے سفیان ثوری نے بتا دیا کہ... علم شریعت میں ابو حنیفہ سب سے آگے ہیں... خدا انہیں ہر ایک سے بڑھ کر دیتا ہے... کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا... اور پہنچے کیسے کہ... خدا نے انہیں فہم و ادراک کی جو انمول قوت بخشی ہے... وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی... جبھی تو ابن شبرمہ کو لوگوں نے بھری مجلس میں دیکھا کہ... بے ساختہ ابو حنیفہ کی ذہانت پر یوں ناز کرنے لگے:

عجزت النساء ان يلدن مثلك سيرلعا ما عليك فى العلم كلفة۔ (42)

41... الخیرات الحسان، الفصل الثانی، ص114

42... الخیرات الحسان، الفصل الثانی، ص109

یعنی اے ابو حنیفہ! عورتوں کی کوکھ اب تجھ سا کوئی ذہین اور تز فکر جنم نہ دے سکے گی، علم تجھ پر بے ساختہ برستا ہے۔

دیکھئے ابن شبرمہ نے کیونکر ابو حنیفہ کو علم و تفقہ کی دنیا میں یکتا اور یگانہ ٹھہرایا... ایسا یگانہ کہ... اب ماؤں کی کوکھ بھی ایسا کوئی اور نہ لا پائے گی... حقیقت یہ ہے کہ... ابو حنیفہ سے خدا نے جو کام لینا تھا... وہ تنہا انہوں نے کر دیا... ابو حنیفہ علم کا سمندر تھے... علی بن مدینی کئی شہروں کے فقہاء سے مل آئے... اور جب کوفہ میں امامِ اعظم تک پہنچے تو یہیں کے ہو رہے... اور بے دھڑک کہنے لگے... این البحر من السواق... یعنی کہاں سمندر اور کہاں نہریں... قاسم بن معن جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اولاد میں خود ایک عظیم فقیہ تھے... ابو حنیفہ کی مجلس میں بیٹھا کرتے... اور جب کسی نے سبب پوچھا تو برملا پکار اٹھے:

ما جلس الناس الی احد انفع مجالسة من ابی حنیفة۔[43]

یعنی دنیا والوں نے ابو حنیفہ کی مجلس سے بڑھ کر کسی اور کی مجلس کو نفع بخش نہیں پایا۔

واقعی امام ابو حنیفہ کی مجلس سے بڑھ کر کوئی اور فقہی مجلس دنیا نے نہیں دیکھی... دین کا جو علم ان گنت مجالس اور حلقوں میں پھیلا ہوا تھا... وہ سب تنہا امامِ اعظم کے حلقے میں سمٹ آیا تھا... یہی وجہ ہے کہ جب کوفہ کی جامع مسجد میں امامِ اعظم نے اپنی مسند بچھائی... تو دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف سے دنیا ٹوٹ کر دوڑی چلی آئی... سب بڑے چھوٹے ادھر لپکے... اور یہ فقہ و شریعت کا سب سے بڑا اور سب سے معتبر حلقہ بن گیا۔

امامِ اہل بیت امام باقر نے بہت پہلے ابو حنیفہ کو دیکھ کر یونہی تو نہیں کہہ دیا تھا کہ... ما احسن ھدیہ وسمتہ وما اکثر فقھہ...[44] یعنی کیا سندر رتا ہے اس شخص کے کردار میں اور کیا فراوانی ہے اس کے علم و تفقہ میں... دراصل امام باقر کی نگاہ فراست تاڑ گئی تھی کہ... دنیائے فقہ کا مستقبل ابو حنیفہ سے جڑا ہے۔

حضرت داؤد طائی... فقہ ظاہر اور فقہ باطن دونوں سے فیضیاب تھے... ان کے علم اور وجدان نے

43... سیر اعلام النبلاء، ابو حنیفہ، 6/398

44... الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة، 1/124

چار سو دیکھا تو نظر آیا کہ... علم بس وہی ہے جو ابو حنیفہ سے دنیا کو ملا ہے... سنئے وہ کیا کہتے ہیں:

ذلك نجم يهتدى به السارى وعلم تقبله قلوب المؤمنين

فكل علم ليس من علمه فهو بلاء على حامله۔(45)

یعنی ابو حنیفہ آسمان علم کا قطب ستارہ ہے... جادۂ فقہ کے سب راہی اسی کی راہبری میں چلتے ہیں... اس کا علم دلوں میں اترتا جاتا ہے... اور جو علم ابو حنیفہ کی راہ سے نہ آیا ہو وہ تو بس ایک آزار ہی ہے۔

ابو یوسف امامِ اعظم کے شاگرد بھی ہیں... اور خود ایک عظیم مجتہد بھی... ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اپنے استاد کا فیض لٹاتے... اور ساتھ ہی یوں کہتے:

هذا قول ابى حنيفة ومن جعله بينه وبين الله فقه استبرأ لدينه۔(46)

یہ ابو حنیفہ کا ارشاد ہے اور جس نے خدا کے ساتھ اپنا رشتہ ابو حنیفہ کے علم کی راہ سے جوڑ لیا اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا۔

یہ محض ایک شاگرد کا جذبہ عقیدت نہیں، امر واقع ہے... ابو یوسف خود کہتے ہیں کہ... میں نے جب بھی اپنے تفقہ میں امام کی رائے سے اختلاف کیا... ذرا سی دیر میں مجھ پر کھلا کہ: مذهبه انجى فى الآخرة... یعنی ابو حنیفہ کی رائے ہی نجات اخروی سے قریب تر ہے... اور ایسا کیوں نہ ہو کہ... جب کئی اہل کشف نے پے درپے یہ دیکھا ہے کہ... ابو حنیفہ کا علم ان کے اپنے ذہن کا زائیدہ نہیں... بلکہ براہ راست سرور کونین ﷺ کا عطیہ ہے... برصغیر میں کاروانِ ولایت کے سالار مخدومِ امم سید ہجویر اپنا ایک کشف سناتے ہیں کہ:

میں نے دیکھا حضور سید عالم ﷺ اپنی آغوش میں ایک سفید ریش بزرگ کو بچے کی طرح اٹھائے ہوئے چل رہے ہیں۔ میں حیرت میں ڈوبا تھا کہ آقا و مولا ﷺ نے فرمایا: علی! یہ تیرے دیار کا امام ابو حنیفہ ہے۔ اس مشاہدے کی تعبیر میرے باطن سے یہ ابھری کہ ابو حنیفہ جادہ فقاہت میں اپنے

45...اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، 83/1

46...اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، 83/1

قدموں سے نہیں آقا ﷺ کے قدموں سے چل رہے ہیں۔ ان کا تفقہ حضور ﷺ کا عطیہ ہے۔ وہ علم اور عمل دونوں میں فنافی الرسول ﷺ کی منزل پر فائز ہیں۔

کچھ یہی نتیجہ امام ربانی مجدد الف ثانی کے روحانی مشاہدات سے بھی سامنے آیا ہے... وہ لکھتے ہیں کہ امامِ اعظم کا اجتہاد کمالات نبوت کی نسبت لئے ہوئے ہے... اور یہی راز ہے فقہ و طریقت کے امام عبدالوہاب شعرانی کے اس ارشاد گرامی کا کہ... "اہل کشف نے دیکھا ہے امام ابو حنیفہ کا فقہی مذہب تدوین میں سب سے پہلا اور ختم ہونے میں سب سے آخری ہے"... اور اسی کی تائید ہوتی ہے حضرت خواجہ محمد پارسا کے اس مکاشفہ سے کہ:

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جب زمین پر اتریں گے اور دنیا میں اسلام غالب کر دیں گے تو شریعت کا جو نظام وہ کائنات میں لاگو کریں گے، امام ابو حنیفہ کی فقہی تعبیر اس سے مطابقت رکھتی ہے۔

بھلا ابو حنیفہ کا فقہی مذہب قیامت تک کیوں نہ چلے... جبکہ ابو حنیفہ نے اس مذہب کو لوگوں تک پہنچانا شروع ہی اس وقت کیا جب سرورِ کونین ﷺ کی بارگاہ سے انہیں اس کا اشارہ ہوا... جبھی تو خدا نے ہر عہد میں مسلمانوں کی دو تہائی اکثریت کو فقہ حنفی سے وابستہ کر رکھا ہے... فقہ حنفی رسولُ اللہ ﷺ کے فیضانِ نظر کا اک کرشمہ ہے... اپنے عہد کے ایک برگزیدہ ولی، فقیہ اور محدث حضرت عبد اللہ بن مبارک اسی لئے فرمایا کرتے تھے:

قول ابی حنیفة کالاثر عن رسول اللہ ﷺ اذا لم نجد اثرا۔[47]

یعنی جب کسی معاملہ میں کوئی حدیثِ نبوی میسر نہ ہو تو امام ابو حنیفہ کا قول وہاں کلامِ ماثور کا پَرتَو محسوس ہوتا ہے۔

کہاں وہ بے بصیرت حاسدین جو امام ابو حنیفہ پر حدیثِ رسول ﷺ سے عاری ہونے کا بہتان باندھتے ہیں... اور کہاں عبد اللہ بن مبارک جیسا اپنے وقت کا سب سے بڑا محدث جو برملا یہ کہتا ہے کہ...

47... فضائل ابی حنیفة واخبارہ ومناقبہ، ص84

جب کسی معاملے میں حدیثِ رسول ﷺ نہ ملے ... تو ابو حنیفہ کا قول لے لو... اس میں شعورِ نبوت کے پَرتَو کی جھلک ہو گی... اور یہ شعورِ نبوت کے اسی پَرتَو کا کرشمہ تھا کہ... امام ابو حنیفہ کے فقہی مدارک اس قدر دقیق اور ان کے اجتہاد کی سطح اتنی بلند ہو گئی تھی کہ... امام عبد الوہاب شعرانی نے المیزان الکبریٰ میں حضرت سید علی خواص کا یہ قول لکھا ہے کہ... "اکابر اولیاء کے کشف کے سوا کسی کے علم کی رسائی امام ابو حنیفہ کے مدارک تک نہیں ہے"... ابن عیینہ کہتے ہیں... میں سعید بن ابی عروبہ کے پاس گیا... انہوں نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں مجھ سے کہا:

لقد فتح الله لهذا الرجل في الفقه شيئا كانه خلق له۔[48]

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر فقہ کے اسرار کھول دیے ہیں گویا کہ خدا نے اسے پیدا ہی اس کام کے لیے کیا ہے۔

زفر بن ہذیل خود ایک عظیم فقیہ اور امام ابو حنیفہ کے جانشین تھے... وہ اپنی چشمِ تصور سے امام ابو حنیفہ کی فقہی گفتگو کا نقشہ یوں باندھتے ہیں:

كان اذا تكلم خيل اليك أن ملكا يلقنه۔[49]

یعنی جب امامِ اعظم بولتے تو یوں لگتا کہ گویا ایک فرشتہ ان کے دل میں القا کر رہا ہے۔

بات یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے سینے میں خدا نے علم کا ایک خزانہ بھر دیا تھا... اور اب وہی خزانہ امامِ اعظم دنیا والوں میں لٹا رہے تھے... معمر نے کیا خوب کہا ہے کہ... "ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقہ کی مہارت رکھنے والا مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا جو مخلوق کو راہِ نجات دکھانے والا ہو"... سچ ہے امام ابو حنیفہ نے اپنی فقہی بصیرت کے ذریعہ مخلوقِ خدا کی راہنمائی کا حق ادا کر دیا... امام مالک کی ان سے ملاقات ہوئی تو کسی نے پوچھا، ابو حنیفہ کو کیسا پایا؟... بے ساختہ جواب دیا اور تعریف کا حق ادا کر دیا... فرمایا، لم ار مثله۔ یعنی میں نے ان سا کوئی نہ دیکھا، وہ بے مثل ہیں۔

48... اخبار ابی حنیفہ، 1/82

49... مناقب للکردری، 1/167

امام ابو حنیفہ تاریخِ اسلام میں یقیناً بے مثل اور یکتا ہیں... پر بات اتنی ہی نہیں... کچھ اس سے بھی بڑھ کر ہے... اور وہ امام شافعی نے کہہ دی ہے:

الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ۔[50]

یعنی فقہ میں ساری دنیا ابو حنیفہ کی پروردہ ہے۔

فقہاء تو ابو حنیفہ سے پہلے بھی تھے... پر فقہ میں امامت کے شایاں سب سے پہلے وہی نکلے... ابو حنیفہ کو خدا نے سب سے پہلے تدوینِ شریعت کی راہ سمجھائی... اصولِ شریعت انہوں نے دریافت کیے... منہج استنباط اور معیارِ تدوین انہوں نے وضع کیا... مقاصدِ شریعت اور قواعدِ اجتہاد انہوں نے متعین کیے... مجلسِ تدوینِ فقہ انہوں نے بنائی... قیاس واستحسان کی حدود انہوں نے طے کیں... اور فقہ تقدیری کی نیو انہوں نے اٹھائی... ان سارے کاموں میں کوئی ان سے پہلے ہے نہ ان سے بڑھ کر... پھر کیوں نہ امام شافعی... اور ان کے ساتھ مل کر ہم بھی برملا کہیں کہ:

شریعت کو سمجھنے، اپنانے اور سنبھالنے میں پوری امت امام ابو حنیفہ کی عیال ہے... وہ امامِ اعظم ہیں... اور باقی سب ان کے تابع اور ان کے محتاج... اس کام میں کوئی ان سا ہے نہ ان سے بے نیاز۔

پھر تدوینِ شریعت کے اس کام کو انجام دینے میں ایک اور بڑی ندرت جو امام ابو حنیفہ کے ہاں ابھری... اور جس کی کوئی مثال شاید ہی ان سے پہلے دنیا کی کسی قوم میں تدوینِ قانون کے حوالے سے ملے... وہ شوروی اجتہاد اور مجلس تدوینِ فقہ کا قیام ہے... مغرب میں پارلیمانی تقنین کا تصور تو خیر بہت بعد میں چمکا... پھر یوں بھی وہ امام ابو حنیفہ کی مجلسِ تدوین سے بہت فروتر ہے... اور مجھ سے پوچھیے تو پارلیمانی تقنین کا یہ نظریہ امام ابو حنیفہ کی "اجتماعی تدوینِ قانون" کا ایک عکسِ بعید ہے اور بس... یہ مجلسِ تدوین کیا تھی... تقویٰ، تدین اور تفقہ کی ایک کہکشاں تھی... ایسی کہکشاں جس میں کائناتِ علم اور دنیائے ولایت دونوں کے تاجدار جگمگا رہے تھے... امام ابو یوسف جنہیں پوری سلطنتِ اسلامیہ کا قاضی

50... المنتظم، ابو حنیفہ، 131/8

القضاۃ بناتے وقت خلیفہ ہارون رشید نے کہا:... ''بخدا میں نے علم کے جس باب میں اس شخص کو آزمایا، اس میں کامل اور ماہر پایا۔ اس کا کردار آلودگیوں سے پاک ہے، اس جیسا کوئی اور نہیں''...امام محمد بن حسن شیبانی جن کے ایک شاگرد امام شافعی تھے اور وہ اپنے استاد کے بارے میں کہا کرتے:... ''میں نے ان سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں دیکھا۔ وہ جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تو یوں لگتا کہ وحی اتر رہی ہے''...امام زفر بن ہذیل جو امامِ اعظم کے حلقۂ درس میں ان کے جانشین ہوئے اور جن کے بارے میں خود امامِ اعظم نے کہا:... ''زفر مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں، حسب نسب اور شرافت میں بلند پایہ، ہمارے اصحاب میں قیاس کے سب سے زیادہ ماہر''... حسن بن زیاد جن کی شان اتنی بلند ہے کہ ابن اثیر نے انہیں تیسری صدی ہجری کے مجددین میں شامل کیا ہے...مالک بن مغول جن پر تمام محدثین اعتماد کرتے ہیں اور امام بخاری نے جن کے بارے میں فرمایا:... ''اہلِ کوفہ میں بس وہی شخص قابلِ اعتماد اور ثقہ ہے جو مالک بن مغول کی تعریف کرتا ہو''...داؤد الطائی جن کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اور جن کے بارے میں ایک عظیم محدث محارب بن دثار کہا کرتے:... ''داؤد اگر اگلے زمانے میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ان کا قصہ بیان کرتا''۔

زہیر بن معاویہ جو الجزیرہ کے سب سے بڑے محدث سمجھے جاتے اور جن کے بارے میں امام سفیان ثوری نے کہا:... ''معاصرین میں کوئی شخص ان کا ہم پایہ نہ تھا''... قاسم بن معن جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے پوتے تھے، جنہیں اپنے عہد کا امام شعبی کہا جاتا اور جن کے بارے میں امامِ اعظم فرمایا کرتے:... ''قاسم میرے دل کا سکون اور میرے غم واندوہ میں باعثِ راحت ہے''...عافیہ بن یزید جن کی ثقاہت اور عقل ودانش کا ہر سو چرچا تھا اور جن کی غیر موجودگی میں امامِ اعظم تدوینِ فقہ کا کام روک دیتے اور فرمایا کرتے:... ''جلدی نہ کرو، عافیہ کو آنے دو''... یحییٰ بن زکریا جن کا پایہ حفاظِ حدیث میں اتنا بلند ہے کہ یحییٰ بن معین انہیں اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم کہتے تھے...یوسف بن خالد سمتی جن کی تعریف امام شافعی، امام مزنی اور امام طحاوی نے کی...وکیع بن الجراح جن کے بارے میں ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل یوں کہا کرتے:

... "یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی جن کا مثل میری آنکھ نے نہیں دیکھا"... یحییٰ بن سعید القطان جنھوں نے فتنۂ وضعِ حدیث کی سرکوبی کے لیے فنِ رجال کی بنیاد رکھی اور جن کی بارگاہ میں امام احمد بن حنبل، ابن مدینی اور ابن خالد ایسے ائمہ حدیث گھنٹوں سراپا عجز وادب کھڑے رہتے... ابو عاصم نبیل جن کی تعریف امام بخاری نے کی اور جن کے بارے میں ذہبی نے لکھا:...

"ان کی ثقاہت پر تمام اہلِ علم متفق ہیں... عبد اللہ بن مبارک جو بالاتفاق امیر المومنین فی الحدیث کہلاتے جن کے استاد سفیان ثوری انہیں مشرق و مغرب کا عالم کہتے، جن کی عزت اور مقبولیت پر خلیفہ ہارون رشید برملا رشک کا اظہار کرتا اور جن کی شان میں امام نووی نے لکھا:... "وہ امام جن کی عظمت پر ہر باب میں اجماع کیا گیا، جن کے ذکر سے اللہ کی رحمت برستی ہے اور جس کی محبت سے بخشش کی امید بندھتی ہے"... فضل بن موسیٰ جو علم اور تقویٰ میں عبد اللہ بن مبارک کے ہم پلہ سمجھے جاتے اور جو کسی شخص کی طرف سے اہانت کرنے پر اپنے شہر سے نکل آئے تو دنیا نے دیکھا کہ:... اس سال شہر کی تمام کھیتیاں اجڑ گئیں اور فصلیں تباہ ہو گئیں ... حفص بن غیاث جو تیرہ سال کوفہ اور دو سال بغداد میں قاضی رہے اور جن کے تمام فیصلوں کا باریک بینی سے جائزہ لے کر امام ابو یوسف پکار اٹھے کہ... "حفص کے ساتھ تائیدِ الٰہی ہے"... حکم بن عبد اللہ بلخی جو سولہ سال بلخ کے قاضی رہے، جو گورنر کو ڈانٹتے تو اس کے آنسو بہہ پڑتے اور جن کے علم و دیانت کی تعریف عبد اللہ بن مبارک کیا کرتے... حضرت فضیل بن عیاض، امام شافعی کے استاد اور ولیوں کے سردار جن کی عظمت کے چرچے ہر زبان پر ہیں... اور ابو اسماعیل حماد جن کی خوش نصیبی پر زمانہ ناز کرتا ہے کہ ان کی رگوں میں امام اعظم کا خون دوڑتا تھا اور جن کے علم و تفقہ کا یہ عالم تھا کہ وہ عظیم باپ کی زندگی میں ہی منصبِ افتاء پر فائز ہو چکے تھے۔

یہ ہیں چند ستارے آسمانِ شریعت کی اس عظیم کہکشاں کے جس کا مرکز سراجِ امت امام اعظم ابو حنیفہ کی ذاتِ اقدس تھی... اور جس کی مثال پوری دنیا کی تاریخ تدوین قانون میں کہیں اور نہیں مل سکتی... یہ مجلس تدوینِ فقہ جس کے سر پر خدا کی رحمتوں کا سایہ تھا... کہ اس مجلس نے خدا کی دھرتی پر

خدا کے آخری قانون کی دائمی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا... یہ مجلس آج کل کی سرکاری کونسلوں جیسی نہ تھی... کہ ارکان نامزد ہو گئے، کورم ٹوٹتے اور اجلاس رکتے رہے... یہ تو ایک دائمی سیمینار تھا جو خدا کے گھر جامع کوفہ میں مسلسل جاری رہتا... فقہی تدوین کے اس عمل میں جس جس فقیہ، محدث اور امام کا جتنا حصہ خدا نے ازل سے لکھا ہوا تھا... وہ اپنے اپنے وقت پر آتا اور اس مجلس میں شامل ہوتا رہا... یہ کوئی تنظیمی مجلس نہ تھی کہ ارکان کی عمر، ڈگری اور منصب کا تجزیہ شروع کر دیا جائے... یہ تو خدا کے دین کی خدمت کا کام تھا... اور جس جس مرحلے پر خدا نے جس کسی کو چاہا، اپنے دین کی خدمت کے اس پاکیزہ حلقے میں لا کر بٹھا دیا... کوئی پہلے اس کارکن بنا، کوئی بعد میں ... کوئی بڑھاپے میں اس مجلس کے شایاں اترا... اور کوئی بچپن ہی سے علم کا سمندر تھا... اور امامِ اعظم تو علم کے ہر سمندر کی موجوں اور ہر ستارے کی کرنوں سے شریعتِ محمدی کی کھیتی کو سیراب کر رہے تھے۔

یہ مجلس ایک گلدستہ تھی... علم، ایمان اور تقویٰ کا گلدستہ... امام ابو حنیفہ اس گلدستے میں ہر رنگ اور ہر مہک کے پھول سجا رہے تھے... وقت گزرتا رہا... نئے نئے پھول کھلتے رہے... اور امامِ اعظم ان پھولوں سے اپنا گلدستہ سجاتے رہے... یہ مجلس تو البیلے موتیوں کا ہار تھی... یہ ہار امامِ اعظم نے اس وقت پرونا شروع کیا جب خدا نے انہیں تدوینِ شریعت کے کام پر لگایا... اور پھر جب تک ان کی سانسیں چلتی رہیں... وہ علم اور تقویٰ کے موتی ڈھونڈتے، ہار پروتے اور تدوینِ شریعت کا کام کرتے رہے... یہاں تک کہ دنیا نے دیکھا اور پہچان لیا کہ... یہ وہی شخص ہے... ہاں ابو حنیفہ اور صرف ابو حنیفہ ہی وہ شخص ہے... جس کے بارے میں کونین کے سب رازوں سے بھرا محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بہت پہلے یہ مژدہ دے چکا تھا... سنو امام بخاری اور امام مسلم کی زبانوں سے مہکتے جگمگاتے الفاظ ٹپک رہے ہیں... فرمایا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لو کان الایمان عند الثریا لذھب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله۔[51]

یعنی اگر ایمان ثریا کی بلندیوں پر ہو تو بھی فارس کے لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہو گا جو وہاں

51... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث: 2546

سے اتار لائے گا۔

مجھے یقین ہے اور میں اسی یقین کے ساتھ خدا کے حضور پیش ہونا چاہتا ہوں کہ... اس حدیثِ صحیح کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مصداق ابو حنیفہ ہے... تنہا ابو حنیفہ... کوئی اور نہیں... اور یہ اعزاز ابو حنیفہ سے قیامت تک کوئی چھین نہیں سکتا... ساری دنیا کے غیر مقلد حاسدین اور معاندین مل کر بھی نہیں... ابو حنیفہ کے حاسدین تو ہر زمانے میں ابھرتے رہے... مگر سارے زمانے گواہ ہیں... سب شہر اور قریے، سمع و بصر، سب پست و بلند اور خشک و تر ہمیشہ گواہی دیتے رہے... اور تا ابد دیتے رہیں گے کہ... صدیوں پر پھیلے یہ سارے حاسدین مل کر بھی ابو حنیفہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے... حاسدین پہلے بھی شعلوں کی طرح بھڑکتے اور خود بخود مٹتے رہے... اور آئندہ بھی ہمیشہ ایسا ہی ہو گا... ایوب سختیانی نے کہا... اور سچ کہا:

"امام ابو حنیفہ کے بعض ہمعصر مجتہدین نے ان کی مخالفت کی اور جس جس نے بھی ایسا کیا خدا نے اس مجتہد کا مذہب مٹا دیا اور اس کی شناخت بھی گم کر دی جبکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب شرقاً غرباً ہمیشہ پھیلتا رہا"۔

واقعی دنیا نے دیکھا ہے کہ جو کوئی ابو حنیفہ کی مخالفت کرے، رسوائی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے... اور کیوں نہ ہو کہ... ابو حنیفہ سے عناد رکھنے والے لوگ دراصل لاکھوں محدثین، مفسرین، علماء، فقہاء اور اولیاء کی نفرتیں سمیٹتے ہیں... اور یوں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا مورد ٹھہرتے ہیں... میرا احساس یہ ہے کہ جو کوئی امام ابو حنیفہ سے عناد رکھتا ہے، خدا تعالیٰ اس سے تفقہ بھی چھین لیتا ہے اور تدین بھی... پھر اس کے دامن میں بس انگارے ہی انگارے رہ جاتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ ایک شخصیت نہیں، تحریک کا نام ہے... وہ تو علم کا بہتا دریا ہے... سب زمانوں اور کل زمینوں کو سیراب کرنے والا... ہم سب جادۂ شریعت کے راہرو ہیں، وہ امام... وہ بھی اسے امام مانتے ہیں جو خود دوسروں کے امام ہیں... وہ تفقہ میں خود کو اس کی عیال کہتے اور اس پر فخر کرتے ہیں... وہ سچ مچ امامِ اعظم ہے... آنے والے، جانے والے سب زمانوں کے لیے... اس کا تفقہ فیضانِ نبوت ہے... وہ علم

شریعت کا سب سے بڑا مینار ہے... اس نے دنیا کو ''مدون فقہی نظام'' بھی دیا... اور اندازِ تفقہ بھی سکھایا... اس نے تدوینِ شریعت کا کام بھی کیا... اور تشریعی فکر کا سانچہ بھی دیا... جی ہاں!... یہ امام ابو حنیفہ ہی نے دنیا کو دکھایا کہ... اسلام کی مجموعی تشریعی فکر کیا ہے... اس تشریعی فکر کی نوعیت اور مزاج، وسعت اور پھیلاؤ، گہرائی اور گیرائی دنیا پر امامِ اعظم ہی نے آشکار کی... ان سے پہلے یہ تشریعی فکر ایک پوشیدہ خزانہ تھا... دنیا کو اس کے منابع کا علم تو تھا... مگر اس کا سراغ لگانے کے لیے قدرت نے

امام ابو حنیفہ کا انتخاب کیا... وہ خاص مزاج جو قرآن و سنت کے مجموعی تشریعی فکر کو سمجھ سکے، ابو حنیفہ کی فکر میں پوری طرح ودیعت ہے... مجھے تو کچھ یوں لگتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مزاج ہی قدرت نے اسلام کی مجموعی تشریعی فکر کے خمیر میں گوندھا ہے... میں نے ان کے اسلوبِ تفقہ کو جاننا چاہا... تو جوں جوں اس کی مختلف پرتیں کھلتیں رہیں... توں توں اسلام کی ہمہ گیر تشریعی روح(legislative spirit) کی نت نئی ابعاد جگمگاتی چلی گئیں... میں ان کے طرزِ اجتہاد کو سمجھنے چلا... تو اپنی گہرائی اور گیرائی، عمق اور پنہائی کے لحاظ سے یہ ایک سمندر لگا... پھر میں کیا اور میری بساط کیا کہ دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے امام کے بحرِ تفقہ میں اترتا... بس ساحل ہی سے نظارے بھرتا رہا... پر دیکھا کہ ساحل سے ٹکراتی ہر موجِ تفقہ قطرہ قطرہ گہر ہے... اور ہر گہر میں اسلام کی ابدی تشریعی فکر کے انمول جلوے درخشاں ہیں... مجھے کہنے دو... اور میں سچ کہتا ہوں کہ... ''ابو حنیفہ اسلام کے مجموعی تشریعی فکر کی ایک تجسیم (Personification) ہے''... اور یہی تو سید ہجویر کا روحانی مکاشفہ ہمیں کھول کھول کر بتا رہا ہے...

امام ابو حنیفہ کے مدارکِ اجتہاد براہِ راست شعورِ نبوت سے فیضیاب ہیں... اور نبوی منہاجِ تشریع کے دھارے ان کی کشتِ فقہ کو سیراب کر رہے ہیں... پھر کیوں نہ رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کی پرچھائیاں ان کے فقہی سانچے میں جلوہ بار ہوں... ذرا دیکھئے تو سہی ایک جھلک امامِ اعظم کے مزاجِ تفقہ کی... چونکہ تشریع کا منبع وحی ہے اور وحی کا خزانہ قرآن و سنت... لہٰذا امام ابو حنیفہ کی تمام فقہی واجتہادی سرگرمیاں ہمیں قرآن و سنت ہی کا طواف کرتی نظر آتی ہیں... وہ اپنے تفقہ کا آغاز بھی انہی دو سے کرتے ہیں اور انتہاء

بھی انہی دونوں پر... خود امامِ اعظم کے اپنے الفاظ سنیے جو عبد اللہ بن مبارک نے ان سے نقل کیے ہیں۔ فرمایا:

"کتابُ اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہے"۔

کچھ بد بخت ایسے بھی گزرے ہیں جو امام ابو حنیفہ پر قلتِ حدیث کا اتہام باندھتے رہے... جبکہ حقیقت اس کے بر عکس یہ ہے کہ... امامِ اعظم کے شعور کی ہر رو اور دل کی ہر دھڑکن حدیثِ رسول ﷺ میں بسی ہے... جو فقیہ، اپنے علم، ایمان اور تفقہ کا حرفِ آخر یہ ٹھہرائے کہ: اذا صح الحديث فهو مذهبي۔[52]

یعنی میرا مذہب تو بس حدیثِ صحیح ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

اسے اھل الرائے کا لقب دینا سوائے بہتان کے اور کیا ہے... امام ابو حنیفہ کی بے مثال عبقریت اور لازال فقہی خدمات کو دنیا تیرہ صدیوں سے پیہم خراجِ تحسین پیش کرتی آرہی ہے... اور جب تک سورج کی تابندہ کرنیں اس دھرتی پر قوس قزح کے رنگ بکھیرتی رہیں گی... تب تک امامِ اعظم کا نام مطلع حیات کے ہر افق پر جگمگاتا رہے گا۔

دنیائے فقاہت میں تیرا نام رہے گا
نعمان! تیرے نام سے اسلام رہے گا

پیشِ نظر کتاب پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری زید مجدہٗ کی انمول کاوش ہے... شاہ صاحب کا شمار اہلسنت کی بر گزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے... آپ کی شخصیت علم، عمل اور روحانیت کا مرقع ہے... دینی دعوت، سماجی خدمت اور سیاسی عزیمت کے ہر محاذ پر سر گرم عمل... خطابت، مناظرہ، تدریس اور تصنیف کے ہر شعبے میں بیک وقت فعال اور کامیاب... کئی بلند پایہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں... زیر نظر کتاب "سیدنا امامِ اعظم" امامِ اعظم ابو حنیفہ کی بارگاہ عالی میں حضرت شاہ صاحب کی

52...ردالمحتار مقدمۃ الکتاب مطلب صح۔۔، 1/46

طرف سے ارمغان محبت ہے... دنیا کو آج امامِ اعظم کی بے مثال فقہی بصیرت سے روشناس کرانا وقت کی اشد ضرورت ہے... اور حضرت شاہ صاحب نے امامِ اعظم کی سوانح پر قلم اٹھا کر وقت کی اس پکار پر لبیک کہا ہے... مجھے مسودہ کے چند صفحات دیکھنے کا موقعہ ملا... اور میرا احساس یہ ہے کہ شاہ صاحب زید مجدہٗ نے موضوع کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

بارگاہ رب العزت میں التجا ہے کہ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری زید مجدہ ٗ کی اس کاوش کو شرف پذیرائی بخشے... اور ان کی معیت میں مجھ ایسے فقیر بندہ پر تقصیر کو بھی امامِ اعظم ابو حنیفہ کے حضور باریابی نصیب ہو... آمین۔

گدائے در حبیب ﷺ

سید عبد الرحمن بخاری

جمعرات ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

بمطابق ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

باب اول

نام و نسب:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی "نعمان" اور کنیت "ابو حنیفہ" ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ آپ کے نام کے متعلق یہ لطیف نکتہ لکھتے ہیں، نعمان کے معنی لغت میں اس خون کے ہیں جس پر بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ جسم کے تمام اعضاء کام کرتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ اس کے معنی روح کے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام اعظم کی ذاتِ گرامی دستورِ اسلام کے لیے بنیاد و محور اور فقہی مسائل و تعلیمات کے لیے روح کی طرح ہے۔(53)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی کا نام "ثابت" ہے۔ آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد رحمہما اللہ فرماتے ہیں،

میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ فارسی النسل ہیں اور خدا کی قسم! ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے۔ ہمارے دادا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا اپنے نومولود بیٹے ثابت کو لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا ہمارے حق میں ضرور قبول فرمائی ہے۔(54)

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا ثمر ہے کہ حضرت ثابت رحمہ اللہ کے گھر امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ امامِ اعظم کے دادا نعمان بن مرزبان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گہرے تعلقات تھے۔ آپ نے نوروز کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

53... خیرات الحسان، ص60

54... تبییض الصیحفۃ بمناقب ابی حنیفہ، ص12

خدمت میں فالودہ کا تحفہ بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے لیے ہر دن نوروز ہے۔ (55)

ان روایات میں حضرت اسماعیل رحمہ اللہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دادا کا نام نعمان بن مرزبان بتایا ہے جبکہ بعض روایات میں ان کا نام زوطی بن ماہ بیان ہوا ہے۔ اس اختلاف کی توجیہ علماء نے یہ کی ہے کہ ایک راوی نے ان کے نام لکھے ہوں گے اور دوسرے نے القاب بیان کیے ہوں گے۔ بعض کے بقول جب زوطی ایمان لائے تو ان کا نام نعمان سے بدل دیا گیا اس لئے اسماعیل رحمہ اللہ نے سلسلہ نسب کے بیان میں زوطی کا اسلامی نام نعمان لیا اور اسلامی حمیت کا یہی تقاضا تھا۔ (56)

امامِ اعظم کی کنیت:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی کنیت ابو حنیفہ تھی۔ اکثر تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے صرف ایک بیٹے حماد تھے۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" کی مندرجہ ذیل توجیہات بیان کرتے ہیں:

☆... "حنیفہ" حنیف کا تانیث ہے جس کے معنی ہیں، عبادت کرنے والا اور دین کی طرف راغب ہونے والا۔

☆... آپ کا حلقۂ درس وسیع تھا اور آپ کے شاگرد اپنے ساتھ قلم دوات رکھا کرتے تھے۔ چونکہ اہلِ عراق دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اس لیے آپ کو ابو حنیفہ کہا گیا یعنی دوات والے۔

☆... آپ کی کنیت وضعی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی ابو الملۃ الحنیفہ۔ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا ہے،

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا۔ (57) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی۔ اس کا مفہوم ہے، "باطل ادیان کو چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرنے والا"۔ (58)

55... تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفہ، ص12-13
56... سوانح امام اعظم، ص54
57... پ4، ال عمران:95
58... خیرات الحسان، ص61

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر اسی کنیت کے ساتھ ''توریت''میں آیا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر توراۃ میں ہے۔ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی اس میں ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت میں ایک نور ہو گا جس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی''۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے لقب سراجُ الامۃ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔[59]

بشاراتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم:

علامہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ (م ۵۷۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا،

''میری امت میں ایک مرد پیدا ہو گا جس کا نام ابو حنیفہ ہو گا، وہ قیامت میں میری امت کا چراغ ہے''۔[60]

آپ نے یہ روایت بھی تحریر کی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! حضرت لقمان کے پاس حکمت کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ اگر وہ اپنے خرمنِ حکمت سے ایک دانہ بیان فرماتے تو ساری دنیا کی حکمتیں آپ کے سامنے دست بستہ کھڑی ہوتیں۔ یہ سن کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خیال آیا کہ کاش میری امت میں کوئی شخص ایسا ہوتا جو حضرت لقمان کی حکمت کا سرمایہ ہوتا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ کی امت میں ایک ایسا مرد ہو گا جو حکمت کے خزانے سے ہزاروں حکمتیں بیان کرے گا اور آپ کی امت کو آپ کے احکام سے آگاہ کرے گا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے

59... تعارف فقہ و تصوف، ص225

60... مناقب ابی حنیفہ للموفق، ص50

پاس بلایا اور ان کے منہ میں اپنا لعابِ دہن عنایت فرمایا اور وصیت کی کہ ابو حنیفہ کے منہ میں یہ امانت ڈالنا۔ حضور ﷺ کی یہ امانت یعنی لعابِ دہن امامِ اعظم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ملی۔ (61)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں ایسا شخص پیدا ہو گا جسے نعمان کہا جائے گا اور اس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی، وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔ (62)

اس طرح کی اور بھی روایات ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام لے کر آپ کی فضیلت بیان کی ہے لیکن ان احادیث پر بعض لوگوں نے جرح کی ہے البتہ نبی کریم ﷺ کی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک بشارت ایسی ہے کہ جس پر محدثین کرام متفق ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بشارت دی، "ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی تلاش میں نکلیں گے مگر مدینہ منورہ کے ایک عالم سے بڑھ کر کسی کو نہ پائیں گے"۔ (63)

اور ایک حدیث میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بشارت دی کہ "قریش کو برا نہ کہو کیونکہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا"۔ (64)

اور میں کہتا ہوں کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے اس حدیث میں بشارت دی ہے جسے حافظ ابو نُعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم

61... مناقب ابی حنیفہ للموفق، ص55
62... مناقب ابی حنیفہ للموفق، ص51
63 ... ترمذی، باب ماجاء فی عالم المدینۃ، 4 / 311، حدیث:2689
64... حلیۃ الاولیاء، حدیث:13154

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے جوانمردوں میں سے ایک مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا"۔[65]

اور شیرازی نے "الالقاب" میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر علم ثریا یعنی آسمان کے پاس ہو تو بھی مردانِ فارس سے کچھ لوگ ضرور اسے حاصل کرلیں گے"۔ یہ حدیث امام طبرانی نے بھی معجم کبیر میں روایت کی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کے الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں یہ ہیں، لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ۔[66] "اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تو فارس کے کچھ لوگ اس کو ضرور حاصل کرلیں گے"۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں،

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهُ[67] "اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تو مردانِ فارس میں سے ایک شخص اس تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کرلے گا"۔

نیز معجمِ کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا و مولیٰ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر دین آسمان کے پاس ہو تو یقیناً فارس کے کچھ لوگ اسے ضرور حاصل کرلیں گے"۔[68]

ان روایات کے بعد امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "یہ ایک صحیح اصل ہے جس سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت ثابت ہو رہی ہے اور یہ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی حدیثوں کی مانند اور مثل ہے۔ اور یہ صحیح اصل، ہمیں موضوع خبروں سے بے نیاز کردیتی ہے"۔[69]

65: مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث:2546
66... بخاری، کتاب التفسیر، حدیث:4897
67... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث:2546
68... معجم الکبیر، حدیث:10470
69... تبییض الصیحفۃ بمناقب ابی حنیفہ، ص13

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آقا و مولیٰ ﷺ نے سورۃ جمعۃ کی آیت وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ [70] تلاوت فرمائی تو کسی نے دریافت کیا، آقا! یہ دوسرے لوگ کون ہیں جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے؟ آپ جواب میں خاموش رہے۔ جب بار بار سوال کیا گیا تو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ [71]

"اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو گا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور حاصل کر لیں گے"۔

امام سیوطی اور دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بخاری و مسلم کی ان احادیث سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کو مراد لیا ہے کیونکہ فارس کے علاقوں سے کوئی ایک شخص بھی امامِ اعظم جیسے علم و فضل کا حامل نہ ہوا اور نہ ہی کسی کو آپ جیسا بلند مقام نصیب ہوا۔

یہ بات بھی توجہ کے لائق ہے کہ امام جلال الدین سیوطی، امامِ اعظم ابو حنیفہ کے مقلد نہیں بلکہ امام شافعی کے مقلد ہیں نیز حافظ ابن حجر ہیتمی مکی بھی حنفی نہیں بلکہ امام شافعی کے مقلد ہیں اور ان دونوں بزرگوں نے امامِ اعظم کی فضیلت پر بالترتیب "تبییض الصحیفہ" اور "الخیرات الحسان" تحریر کیں اور بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث کا مصداق امام ابو حنیفہ ہی کو قرار دیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں، "امام ابو حنیفہ کی شان میں آقا و مولیٰ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ:

انہ قال ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃ۔ "دنیا کی زینت ایک سو پچاس سن ہجری میں اٹھا لی جائے گی"۔ [72] اس حدیث کی شرح میں شمس الائمہ امام کردری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ پر صادق آتی ہے کیونکہ آپ ہی کا انتقال اس سن میں ہوا"۔ [73]

70...پ28، جمعہ:3
71...بخاری، کتاب التفسیر، حدیث:4897
72...مسند البزار، حدیث:1027
73...الخیرات الحسان، ص26

علماء کرام نے اس حدیث کا مصداق سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اس لیے قرار دیا کیونکہ اُس سال دنیا کے سب سے بڑے اور معروف جس عالمِ دین کا وصال ہوا، وہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

آپ کا سنِ ولادت:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سنِ ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ کے بقول امامِ اعظم کا یہ سنِ ولادت "اہلِ حدیث" نے مشہور کیا ہے۔(74)

خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۶۱ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔(75)

اس پر علماءِ ازہر نے درج ذیل حاشیہ لکھا ہے۔ "قدیم علماء کرام کی وہ جماعت، جس نے امام ابو حنیفہ کی ان روایات کی تدوین کی ہے جو آپ نے صحابہ کرام سے کی ہیں، اس نے اس قول کی طرف میلان کیا ہے جیسے ابو معشر طبری شافعی وغیرہ"۔

"حضرت امامِ اعظم ۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سنِ ولادت میں اختلاف ہے۔ علامہ کوثری مصری رحمہ اللہ نے ۷۰ھ کو دلائل و قرائن سے ترجیح دی ہے۔ آپ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے۔ وہاں صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ان سے حدیث سنی۔ ۹۶ھ میں پھر حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے"۔(76)

علامہ قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی صیمری اور امام ابن عبد البر متصل سند سے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے سنا کہ میں ۹۳ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گیا۔ اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ وہاں میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جن

74... سوانح امامِ اعظم، ص63
75... تاریخ بغداد، 13/330
76... سوانح امامِ اعظم، ص62

کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ میرے والد نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ ہیں اور لوگ ان کے گرد اس لیے جمع ہیں تا کہ ان سے رسول کریم ﷺ کی حدیثیں سنیں۔ میں نے عرض کی، آپ مجھے بھی ان کے پاس لے جائیں تا کہ میں بھی حدیث شریف سن لوں۔ چنانچہ وہ مجمع کو چیرتے ہوئے مجھے لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا اور میں نے انہیں یہ فرماتے سنا۔ "میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے دین کی سمجھ حاصل کر لی، اس کی فکروں کا علاج اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اسے اس طرح روزی دیتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا"۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ امامِ اعظم کی ولادت ۷۷ھ کی ہے۔ اس کے متعلق علامہ ابو الحسن زید فاروقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "عاجز کے نزدیک یہ روایت دوسری روایتوں سے ارجح اور قابلِ اعتماد ہے اور حضرت امامِ عالی مقام کا سالِ ولادت ۷۷ھ ہے"۔ (77)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سنِ ولادت کے متعلق فرماتے ہیں،

"زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔ اس خادم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی"۔ (78)

امامِ اعظم تابعی ہیں:

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں، "علامہ ذہبی سے منقول صحیح روایت سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بچپن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امامِ اعظم نے فرمایا، "میں نے کئی مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، وہ سرخ خضاب

77...سوانح امامِ اعظم، ص62

78...مقدمہ نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری، ص169

لگاتے تھے"۔ اکثر محدثین کا اتفاق ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی کا دیدار کیا ہو"۔ [79]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا وصال ۹۵ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۹۳ھ میں ہوا۔ [80]

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تابعی ہونے کے متعلق جب شیخ الاسلام حافظ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا:

"امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک مبارک جماعت کو پایا ہے۔ آپ کی ولادت (ایک روایت کے مطابق) ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ وہاں اس وقت صحابہ کرام میں سے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی موجود تھے۔ ان کا وصال ۸۸ھ میں یا اس کے بعد ہوا۔ اسی زمانہ میں بصرہ میں سیدنا انس بن مالک تھے۔ ان کا انتقال ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوا۔ ابن سعد نے مضبوط سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ ان دونوں صحابیوں کے علاوہ بھی بکثرت صحابہ مختلف شہروں میں ان کے بعد زندہ موجود تھے۔ رضی اللہ عنہم

بلاشبہ بعض علماء نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے مرویات کے بارے میں رسالے تصنیف کیے ہیں لیکن ان کی اسناد وہاں ضعف سے خالی نہیں۔ میرے نزدیک مستند بات یہ ہے کہ امام اعظم نے بعض صحابہ کرام کو دیکھا اور ان سے ملاقات کی جیسا کہ مذکور ہوا، یہ بات ابن سعد نے بھی کہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اعظم تابعین کے طبقہ میں سے ہیں اور یہ بات بلادِ اسلامیہ میں ان کے ہمعصر کسی امام کے لیے ثابت نہیں خواہ شام میں امام اوزاعی ہوں یا بصرہ میں حماد ہوں یا کوفہ میں امام ثوری ہوں یا مدینہ میں امام مالک ہوں یا مصر میں لیث بن سعد ہوں۔ [81]

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو معشر طبری شافعی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ میں صحابہ کرام سے امام اعظم کی مروی احادیث بیان کی ہیں اور فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول

79...الخیرات الحسان، ص33
80...تہذیب التہذیب، 1/378
81...تبییض الصحیفہ، ص18

کریم ﷺ کے ان سات صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔

(۱)سیدنا انس بن مالک (۲)سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء(۳)سیدنا جابر بن عبد اللہ (۴)سیدنا معقل بن یسار (۵)سیدنا واثلہ بن الاسقع (۶)سیدنا عبد اللہ بن انیس (۷)سیدتنا عائشہ بنت عجرد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امامِ اعظم نے سیدنا انس سے تین حدیثیں، سیدنا واثلہ سے دو حدیثیں جبکہ سیدنا جابر، سیدنا عبد اللہ بن انیس، سیدتنا عائشہ بنت عجرد اور سیدنا عبد اللہ بن جزء سے ایک ایک حدیث روایت فرمائی ہے۔ آپ نے سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفٰی سے بھی ایک حدیث روایت فرمائی ہے اور یہ تمام احادیث ان طریقوں کے سوا بھی وارد ہوئی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (82)

سات صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کا ذکر خود امامِ اعظم نے بھی کیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے، "میں رسول کریم ﷺ کے سات صحابہ سے ملا ہوں اور میں نے ان سے احادیث سنی ہیں "۔(83)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو سات صحابہ کرام سے براہِ راست احادیث سننے کا شرف حاصل ہے۔

درِ مختار میں ہے کہ امامِ اعظم نے بیس (۲۰) صحابہ کرام کا دیدار کیا ہے۔ خلاصۂ اکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ آپ نے چھبیس (۲۶) صحابہ کرام کو دیکھا ہے۔(84)

اگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا سنِ ولادت ۸۰ھ مان لیا جائے تو اس وقت مندرجہ ذیل صحابہ کرام مختلف شہروں میں موجود تھے۔

ا... حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری رضی اللہ عنہ متوفی ۸۱ھ۔

82... تبییض الصحیفہ، ص16

83... مناقب للموفق، ص70

84... سوانح امامِ اعظم، ص62

۲... حضرت طارق بن شہاب کوفی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۲ھ۔

۳... حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ متوفی ۸۳ھ۔

۴... حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ متوفی ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ۔

۵... حضرت عبد اللہ بن جزء رضی اللہ عنہ متوفی ۸۵ھ۔

۶... حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ متوفی ۸۵ھ۔

۷... حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۶ھ۔

۸... حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ متوفی ۸۶ھ۔

۹... حضرت عبد اللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۷ھ یا ۸۸ھ۔

۱۰... حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ متوفی ۸۷ھ۔

۱۱... حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ متوفی ۸۷ھ۔

۱۲... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ یا ۹۱ھ۔

۱۳... حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ یا ۹۶ھ۔

۱۴... حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ متوفی ۸۹ھ۔

۱۵... حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ۔

۱۶... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۴ھ۔

۱۷... حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ متوفی ۹۱ھ یا ۹۹ھ۔

۱۸... حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ متوفی ۹۲ھ۔

۱۹... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۹۲ھ یا ۹۳ھ یا ۹۵ھ۔

۲۰... حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ متوفی ۹۴ھ۔

۲۱... حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ متوفی ۹۶ھ۔

۲۲... حضرت ابوامامہ انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۰ھ۔

۲۳... حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۲ھ یا ۱۱۰ھ۔

۲۴... حضرت ابوالبداح رضی اللہ عنہ متوفی ۱۱۷ھ۔

اب اگر امام سیوطی رحمہ اللہ کی تحریر کردہ فہرست سے بقیہ نام (حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت عبد اللہ بن اُنیس، حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم) بھی اس فہرست میں شامل کر لیے جائیں تو صحابہ کرام کی یہ تعداد 28 تک پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ محققین علماء کے نزدیک امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اس لیے انہیں مزید اِن 16 صحابہ کرام کا زمانہ بھی نصیب ہوا۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۳ھ... ۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۷۳ھ... ۳۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ متوفی ۷۳ھ... ۴۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۷۳ھ... ۵۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ... ۶۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ... ۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ یا ۷۹ھ... ۸۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ متوفی ۷۵ھ... ۹۔ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ متوفی ۷۵ھ... ۱۰۔ حضرت سائب بن خباب رضی اللہ عنہ متوفی ۷۷ھ... ۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ متوفی ۸۰ھ... ۱۲۔ حضرت عبد اللہ بن حوالۃ رضی اللہ عنہ متوفی ۸۰ھ... ۱۳۔ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ... ۱۴۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ... ۱۵۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۷۴ھ... ۱۶۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ متوفی ۷۸ھ۔

آخر الذکر چار صحابہ کرام کا وصال کوفہ میں ہوا ہے اس لیے سن پیدائش ۷۰ھ ہونے کی صورت میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یقینی طور پر ان صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہوگا۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر میں پچپن (۵۵) حج کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ جن کا وصال ۱۰۲ھ میں یا دوسری

روایت کے مطابق ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا جبکہ امامِ اعظم نے پہلا حج امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مشہور روایت کے مطابق سولہ سال کی عمر میں ۹۳ھ میں اور علامہ کوثری مصری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ۸۷ھ میں کیا۔

اگر ہم آپ کا سنِ ولادت ۷۷ھ لیں تو امامِ اعظم نے حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں دس حج کیے اور دوسری روایت کے مطابق (اگر ان کا سنِ وصال ۱۱۰ھ مانیں تو) اٹھارہ حج کیے۔

اگر ہم صرف ان صحابی کی مثال لیں کہ جن کی زیارت و ملاقات سے تابعی ہونے کا شرف مل رہا ہو اور اس سعادت کا حصول مشکل بھی نہ ہو تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امامِ اعظم دس یا اٹھارہ بار کوفہ سے حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوں اور ایک مرتبہ بھی حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی سعادت حاصل نہ کی ہو جبکہ اُس زمانے میں صحابی کی زیارت کے لیے لوگ دوسرے شہروں کا سفر کیا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ثابت ہو چکی کہ ۷۷ھ کی پیدائش کے لحاظ سے آپ کی عمر کے آٹھویں سال تک (جبکہ ۷۰ھ کی پیدائش کے لحاظ سے آپ کی عمر کے پندرھویں سال تک) حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۵ھ) اور آپ کی عمر کے دسویں سال تک (جبکہ ۷۰ھ کی پیدائش کے لحاظ سے سترھویں سال تک) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۷ھ) آپ ہی کے شہر کوفہ میں موجود تھے۔ چنانچہ اُس زمانے کے دستور کے مطابق لامحالہ آپ کے گھر والے آپ کو ان صحابہ کرام کی دعائے برکت کے حصول کے لیے ان کی بارگاہ میں لے گئے ہوں گے۔

آپ کے شرفِ تابعیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن یہ حقیقت بھی ثابت شدہ ہے کہ آپ نے نہ صرف متعدد صحابہ کرام کی زیارت کی بلکہ ان سے احادیث بھی روایت کیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی، امام ابن حجر مکی شافعی اور علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور ان احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

مصداق ہیں۔

☆ ''میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں''۔ (85)

☆ '' اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا''۔ (86)

علم کی طرف رغبت:

امامِ اعظم رحمہ اللہ ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں، میں ایک دن بازار جارہا تھا کہ کوفہ کے مشہور امام شعبی رحمہ اللہ سے ملاقات ہو گئی۔ انھوں نے مجھ سے کہا، بیٹا کیا کام کرتے ہو؟ میں نے عرض کی، بازار میں کاروبار کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، تم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو، مجھے تمھاری پیشانی پر علم و فضل اور دانشمندی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ ان کے اس ارشاد نے مجھے بہت متاثر کیا اور میں نے علمِ دین کے حصول کا راستہ اختیار کیا۔ (87)

امامِ اعظم رحمہ اللہ نے علم کلام کا گہرا مطالعہ کر کے اس میں کمال حاصل کیا اور ایک عرصہ تک اس علم کے ذریعہ بحث و مناظرہ میں مشغول رہے۔ پھر انھیں الہام ہوا کہ صحابہ اور تابعین کرام ایسا نہ کرتے تھے حالانکہ وہ علم کلام کو زیادہ جاننے والے تھے۔ وہ شرعی اور فقہی مسائل کے حصول اور ان کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی توجہ مناظروں سے ہٹنے لگی۔ آپ کے اس خیال کو مزید تقویت یوں ہوئی کہ آپ امام حماد رحمہ اللہ کے حلقۂ درس کے قریب رہتے تھے کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے وہ کیا طریقہ اختیار کرے؟ آپ نے اسے حضرت حماد رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیج دیا اور فرمایا کہ وہ جو جواب دیں

---

85 ... بخاری، کتاب الشھادات، باب لا یشھد علی شھادۃ جور اذا اشھد، حدیث:2652

86... ترمذی، کتاب المناقب، حدیث:3858

87... مناقب للموفق، ص54

مجھے بتا کر جانا۔ امام حماد رحمہ اللہ نے فرمایا، وہ شخص عورت کو اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور پھر اس سے علیحدہ رہے یہاں تک کہ تین حیض گزر جائیں ۔ تیسرے حیض کے اختتام پر وہ عورت غسل کرے گی اور نکاح کے لئے آزاد ہو گی۔ یہ جواب سن کر امام اعظم رحمہ اللہ اسی وقت اٹھے اور امام حماد رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حماد رحمہ اللہ کی گفتگو اکثر یاد کرلیا کرتا اور مجھے ان کے اسباق مکمل طور پر حفظ ہو جاتے۔ آپ کے شاگرد جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تو میں ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتا چنانچہ استادِ گرامی حضرت حماد رحمہ اللہ نے میری ذہانت اور لگن کو دیکھ کر فرمایا، "ابو حنیفہ میرے سامنے صفِ اول میں بیٹھا کرے۔ اس دریائے علم سے سیر اب ہونے کا یہ سلسلہ دس سال تک جاری رہا"۔ [88]

امامِ اعظم اپنے استاد کی نظر میں:

امام حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ محفل میں آتے تو نہایت خاموش بیٹھتے، اپنے وقار اور آدابِ محفل کو ملحوظِ خاطر رکھتے۔ ہم ان کی نشست و برخاست کو بھی علمی تربیت کا حصہ تصور کرتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ مشکل سوالات کرنے لگے۔ بعض اوقات مجھے ان کے حل کرنے میں دقت محسوس ہوتی اور مجھے خوف آتا کہ اگر ان کے استفسارات کا تسلی بخش جواب نہ ملا تو وہ مایوس نہ ہو جائیں۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ سارے کوفہ کے لوگوں میں ان کی شناخت ایک فقیہ کی حیثیت سے ہونے لگی۔

وہ بڑے ذہین اور جلدی سمجھنے والے طالب علم تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ عالم اسلام کے اہل علم و فضل ان کے دسترخوانِ علم سے استفادہ کرنے آنے لگیں گے اور مجھے محسوس ہوا کہ نعمان ایک ایسا آفتاب ہے جو بطنِ گیتی کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا کائنات کو روشن کرے گا۔ [89]

88...الخیرات الحسان، ص34

89...مناقب للموفق، ص127

ایک حیران کن خواب:

آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کھول کر آپ کے جسمِ اقدس کی ہڈیاں اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر آپ پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی ۔خوابوں کی تعبیر کے بہت بڑے عالم، جلیل القدر تابعی امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو انھوں نے فرمایا، "اس خواب کا دیکھنے والا حضور ﷺ کی احادیث اور سنتوں کو دنیا میں پھیلائے گا اور ان سے ایسے مسائل بیان کرے گا جن کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا"۔

اس اشارۂ غیبی سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اطمینان اور خوشی حاصل ہوئی اور اس خواب کی تعبیر اس طرح عملی طور پر سامنے آئی کہ آپ نے سارے عالمِ اسلام کو احادیثِ نبوی کے معارف سے آگاہ فرمایا اور ایسے مسائل بیان کئے جن سے عقل حیران ہوئی۔[90]

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، شروع میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشین ہونے کا ارادہ فرمالیا تھا کہ دوسری بار پھر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا،

"اے ابو حنیفہ! تیری زندگی احیائے سنت کے لیے ہے تو گوشہ نشینی کا ارادہ ترک کر دے"۔

آقا و مولیٰ ﷺ کا یہ فرمانِ عالیشان سن کر آپ نے گوشہ نشین ہونے کا ارادہ ترک فرمادیا۔[91]

تدریس کی ابتدا:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو امام حماد رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں ہمیشہ نمایاں مقام حاصل رہا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو خیال آیا کہ اپنا حلقۂ درس علیحدہ قائم کریں۔ جس دن آپ نے حلقہ قائم کرنے کا ارادہ کیا اسی رات کو آپ حضرت حماد رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ان کو اطلاع ملی کہ ان کے قریبی

90...مناقب للموفق، ص131

91...کشف المحجوب، ص162

رشتہ دار کا انتقال ہو گیا ہے چنانچہ وہ سفر پر روانہ ہو گئے اور آپ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔

اُن کی غیر موجودگی میں آپ نے ساٹھ ایسے مسائل پر فتوے دیے جن کے متعلق آپ نے استاد سے نہ سنا تھا۔ بعد میں آپ نے وہ جواب استاد کو دکھائے تو انھوں نے چالیس مسائل سے اتفاق کیا اور بیس مسائل میں اصلاح کی۔ اس وقت امامِ اعظم رحمہ اللہ نے قسم کھائی کہ جب تک زندگی ہے، امام حماد رحمہ اللہ کی مجلس کو نہیں چھوڑیں گے۔[92]

جب آپ کے استاد امام حماد رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو لوگوں نے ان کے بیٹے سے استدعا کی کہ وہ اپنے والد کی مسند پر تشریف لائیں مگر وہ اس عظیم ذمہ داری کے لئے راضی نہ ہوئے۔ آخر کار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارش کی گئی تو آپ نے فرمایا، میں نہیں چاہتا کہ علم مٹ جائے اور ہم دیکھتے رہ جائیں۔ چنانچہ آپ اپنے استاد مکرم کی مسند پر بیٹھے۔ اہلِ علم کا ایک بڑا حلقہ آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔

آپ نے اپنے شاگردوں کے لئے علم و فضل کے دروازے کھول دیئے، محبت و شفقت کے دامن پھیلا دیے، احسان و کرم کی مثالیں قائم کر دیں اور اپنے شاگردوں کو اس طرح زیورِ علم سے آراستہ کیا کہ یہ لوگ مستقبل میں آسمانِ علم و فضل کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکتے رہیں۔[93]

92...الخیرات الحسان، ص41

93...مناقب للموفق، ص135

باب دوم (2) اخلاق و کردار

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ میانہ قد، خوبصورت، خوش گفتار اور شیریں لہجے والے تھے۔ آپ کی گفتگو فصیح و بلیغ اور واضح ہوتی۔

ابو نعیم رحمہ اللہ کہتے ہیں، "امامِ اعظم رحمہ اللہ کا چہرہ اچھا، کپڑے اچھے، خوشبو اچھی اور مجلس اچھی ہوتی۔ آپ بہت کرم کرنے والے اور رفیقوں کے بڑے غم خوار تھے"۔

عمر بن حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں، "آپ خوبصورت اور خوش لباس تھے، کثرت سے خوشبو استعمال کرتے تھے، جب سامنے سے آتے یا گھر سے نکلتے تو آپ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خوشبو پہنچ جاتی"۔[94]

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ غیبت کرنے سے کوسوں دور تھے۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ انہوں نے اپنے کسی مخالف کی غیبت کی ہو۔ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! وہ بہت عقلمند تھے، وہ اپنی نیکیوں پر کوئی ایسا عمل مسلط نہیں کرنا چاہتے تھے جو ان کی نیکیوں کو ضائع کر دے۔

شریک رحمہ اللہ نے کہا، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نہایت خاموش طبع، بہت عقلمند اور ذہین، لوگوں سے کم بحث کرنے والے اور کم بولنے والے تھے۔

ضمرہ رحمہ اللہ کے بقول لوگوں کا اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ درست زبان تھے، انہوں نے کبھی کسی کا ذکر برائی سے نہ کیا اور جب ان سے کہا گیا، لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں اور آپ کسی پر اعتراض نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہے عطا کرے۔

بکیر بن معروف رحمہ اللہ نے فرمایا، امتِ محمدی ﷺ میں کوئی شخص، میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ

94... تاریخ بغداد، 13/330

عنہ سے بہتر نہیں دیکھا۔[95]

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کہا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا،

"امامِ اعظم رضی اللہ عنہ حرام چیزوں سے خود بھی بچتے اور دوسروں کو بھی بچانے کی شدید کوشش کرتے۔ بغیر علم کے دین میں کوئی بات کہنے سے بہت ڈرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی مجاہدہ کرتے۔ وہ دنیاداروں سے دور رہتے اور کبھی کسی کی خوشامد نہ کرتے۔ وہ اکثر خاموش رہتے اور دینی مسائل میں غور و فکر کیا کرتے۔ علم و عمل میں بلند رتبہ ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کا پیکر تھے۔

جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے اگر قرآن و سنت میں اس کی نظیر نہ ملتی تو حق طریقہ پر قیاس کرتے۔ اپنے نفس اور دین کی حفاظت کرتے اور راہِ خدا میں علم اور مال و دولت خوب خرچ کرتے۔ ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا، لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا۔ وہ غیبت کرنے سے بہت دور تھے، اگر کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے"۔

یہ سن کر خلیفہ نے کہا، "صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں"۔ پھر اس نے کاتب کو یہ اوصاف لکھنے کا حکم دیا اور اپنے بیٹے سے کہا، ان اوصاف کو یاد کر لو۔[96]

امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "مجھے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیس سال سے زائد مدت گزارنے کی سعادت ملی، میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہلِ علم کو دل و جان سے چاہتے۔ آپ کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے وقف تھے۔ سارا دن تعلیم و تدریس میں گزرتا۔ باہر سے آنے والے مسائل کا جواب لکھتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی راہنمائی فرماتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو وہ درس و تدریس کی مجلس ہوتی اور باہر نکلتے تو مریضوں کی

95... الخیرات الحسان، ص55 96... سوانح امام اعظم، ص76

عیادت، جنازوں میں شرکت، فقراء ومساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہو جاتے۔ رات عبادت میں گزارتے اور قرآن مجید کی بہترین انداز میں تلاوت کرتے۔ یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔[97]

معانی بن عمران الموصلی رحمہ اللہ کہتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں دس صفات ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا سردار بن جاتا ہے۔ پرہیز گاری، سچائی، فقہی مہارت، عوام کی خاطر مدارات اور سخاوت، پر خلوص ہمدردی، لوگوں کو نفع پہنچانے میں سبقت، طویل خاموشی (فضول گفتگو سے پرہیز)، گفتگو میں حق بات کہنا اور مظلوم کی معاونت خواہ دشمن ہو یا دوست"۔[98]

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں بیس سال تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا۔ اس مدت میں، میں نے انہیں خلوت اور جلوت میں ننگے سر اور پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک بار میں نے ان سے عرض کی۔ استادِ محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ فرمایا، خلوت میں ادب ملحوظ رکھنا جلوت کے بہ نسبت بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔[99]

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم و فضل کی دنیا میں فقہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ اپنے احباب کے لئے بے پناہ فکر مند رہتے، علمی حاجات پوری کرنے میں بڑی توجہ اور قابلیت سے حصہ لیتے ، جسے پڑھاتے اس کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔ غریب و مساکین شاگردوں کا خاص خیال کرتے۔ آپ بعض اوقات لوگوں کو اتنا دیتے کہ وہ خوشحال ہو جاتے۔ آپ کے پاس عقل و بصیرت کے خزانے تھے ، اس کے باوجود آپ مناظروں سے اجتناب فرماتے۔ آپ لوگوں سے بہت کم گفتگو فرماتے اور ان سے مسائل میں الجھتے نہیں تھے بلکہ خاموشی اختیار کرتے۔[100]

97... مناقب للموفق، ص433
98... مناقب للموفق، ص244
99... حدائق الحنفیہ، ص72
100... مناقب للموفق، ص316

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ اخلاق کے بارے میں بے شمار واقعات کتب کثیرہ میں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح علم و عمل میں بے مثل و بے مثال شان رکھتے ہیں اسی طرح حسن و اخلاق اور سیرت و کردار میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تو گویا سمندر کو کوزے میں سمو کر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا،

"اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو علم و عمل، سخاوت و ایثار اور دیگر قرآنی اخلاق سے مزین کر دیا تھا"۔ (101)

امامِ اعظم بحیثیت تاجر:

ریشمی کپڑے کے تاجر کو عربی میں الخزاز کہتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تجارت بہت وسیع تھی۔ لاکھوں کا لین دین تھا۔ اکثر شہروں میں کارندے مقرر تھے۔ بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا۔ اتنے وسیع کاروبار کے باوجود دیانت اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک آنہ بھی ان کی آمدنی میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ چار صفات کی وجہ سے ایک کامل اور ماہر تاجر ہوئے۔

1۔ آپ کا نفس غنی تھا، لالچ کا اثر کسی وقت بھی آپ پر ظاہر نہ ہوا۔

2۔ آپ نہایت درجہ امانت دار تھے۔

3۔ آپ معاف اور درگزر کرنے والے تھے۔

4۔ آپ شریعت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا تھے۔

ان اوصافِ عالیہ کا اجتماعی طور پر جو اثر آپ کے تجارتی معاملات پر ہوا، اُس کی وجہ سے آپ تاجروں کے طبقہ میں انوکھے تاجر ہوئے اور بیشتر افراد نے آپ کی تجارت کو حضرت ابو بکر صدیق رضی

101...الخیرات الحسان، ص66

اللہ عنہ کی تجارت سے تشبیہ دی ہے، گویا آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں اور آپ ان طریقوں پر چل رہے ہیں جن پر سلف صالحین کا عمل تھا۔ آپ مال خریدتے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقے پر عامل رہتے تھے جس طرح بیچنے کے وقت عامل رہا کرتے تھے۔[102]

ایک دن ایک عورت آپ کے پاس ریشمی کپڑے کا تھان بیچنے کے لیے لائی۔ آپ نے اس سے دام پوچھے، اس نے ایک سو بتائے۔ آپ نے فرمایا، یہ کم ہیں، کپڑا زیادہ قیمتی ہے۔ اس عورت نے دو سو بتائے۔ آپ نے پھر کہا، یہ دام کم ہیں۔ اس نے پھر سو اور بڑھائے حتّٰی کہ چار سو تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا، یہ چار سو سے زیادہ کا ہے۔ وہ بولی، تم مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ آپ نے اسے پانچ سو دے کر وہ کپڑا خرید لیا۔ اس تقویٰ اور دیانت نے آپ کے کاروبار کو بجائے نقصان پہنچانے کے اور چمکا دیا۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی بیچنے والے کی غفلت اور لاعلمی سے فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ آپ ان کی بھلائی کے لیے ان کی بہترین راہنمائی فرماتے تھے۔ آپ اپنے احباب سے یا کسی غریب خریدار سے نفع بھی نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ اپنے نفع میں سے بھی اس کو دے دیا کرتے۔

ایک بوڑھی عورت آپ کے پاس آئی اور اس نے کہا، (میری زیادہ استطاعت نہیں، اس لیے) یہ کپڑا جتنے میں آپکو پڑا ہے اس دام پر میرے ہاتھ فروخت کر دیں۔ آپ نے فرمایا، تم چار درہم میں لے لو۔ وہ بولی، میں ایک بوڑھی عورت ہوں، میرا مذاق کیوں اڑاتے ہو (کیونکہ یہ قیمت بہت کم ہے)؟ آپ نے فرمایا،

"میں نے دو کپڑے خریدے تھے اور ان میں سے ایک کپڑے کو دونوں کی قیمتِ خرید سے چار درہم کم پر فروخت کر چکا ہوں، اب یہ دوسرا کپڑا ہے جو مجھے چار درہم میں پڑا ہے، تم چار درہم میں اسے لے لو۔"

102...سوانح امامِ اعظم، ص69

ایک مرتبہ آپ نے اپنے کاروباری شریک کو بیچنے کے لیے کپڑے کے تھان بھیجے جن میں سے ایک تھان میں کوئی نقص اور عیب تھا۔ اس سے فرمایا، جب اس تھان کو فروخت کرنا تو اس کا عیب بھی بتا دینا۔ اس نے تھان فروخت کر دیے لیکن گاہک سے اس تھان کا عیب بیان کرنا بھول گئے۔ اور یہ بھی نہ یاد رہا کہ وہ عیب دار تھان کس گاہک کو فروخت کیا تھا۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان تمام تھانوں کی قیمت تیس ہزار درہم صدقہ کر دی اور اس شریک کو علیحدہ کر دیا۔(103)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر یہ کوشش رہی کہ وہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر زندگی بسر کریں اور آپ کے اقوال، افعال اور خصائل کی پیروی کریں، کیونکہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل تھے۔ حضور ﷺ سے قربت اس لیے تھی کہ وہ مزاج شناسِ عاداتِ رسول ﷺ تھے۔ صحابہ کرام میں سب سے بڑھ کر عالم، فقیہ، متقی، پرہیز گار، عبادت گزار، سخی، جواد اور جاں نثار آپ ہی تھے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تابعین میں سب سے زائد علم والے، سب سے زائد متقی، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جواد تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ میں دوکانداری کرتے تھے، کپڑے کا کاروبار تھا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کپڑے کی تجارت کی اور حضور ﷺ کی سنتوں کی معرفت اور دین کی سمجھ بھی حاصل کی۔ اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک ایک لمحہ آپ نے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔(104)

سخاوت:

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وسیع تجارت کا مقصد محض دولت کمانا نہیں تھا بلکہ آپ کا مقصد لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا تھا۔ جتنے احباب اور ملنے والے تھے سب کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ شیوخ اور محدثین کے لیے تجارت کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا کہ اس سے جو نفع ہوتا تھا، سال

103...الخیرات الحسان، ص69
104...مناقب للموفق، ص142

کے سال ان لوگوں کو پہنچا دیا جاتا تھا۔

آپ کا عام معمول تھا کہ گھر والوں کے لیے کوئی چیز خریدتے تو اسی قدر محدثین اور علماء کے پاس بھجواتے۔ اگر کوئی شخص ملنے آتا تو اس کا حال پوچھتے اور حاجت مند ہوتا تو حاجت روائی کرتے۔ شاگردوں میں جس کو تنگ دست دیکھتے اس کی گھریلو ضروریات کی کفالت کرتے تاکہ وہ اطمینان سے علم کی تکمیل کر سکے۔ بہت سے لوگ جو مفلسی کی وجہ سے علم حاصل نہیں کر سکتے تھے، آپ ہی کی دستگیری کی بدولت بڑے بڑے رتبوں پر پہنچے۔ ان میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کا نام بہت نمایاں ہے۔

"امامِ اعظم رضی اللہ عنہ تجارت کے نفع کو سال بھر جمع کرتے اور پھر اس سے اساتذہ اور محدثینِ کرام کی ضروریات مثلاً خوراک اور لباس وغیرہ خرید کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے۔ اور جو روپیہ نقد باقی رہ جاتا وہ ان حضرات کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر کے فرماتے، میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا۔ یہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ حضرات کے لیے یہ مال مجھے عطا فرمایا ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں"۔ (105)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کثرت سے صدقہ دیا کرتے تھے، ان کو جو بھی نفع ہوتا وہ دے دیا کرتے تھے۔ مجھ کو اس کثرت سے تحفے ارسال کیے کہ مجھ کو وحشت ہونے لگی۔ میں نے ان کے بعض اصحاب سے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا، اگر تم ان تحفوں کو دیکھتے جو انہوں نے سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کو بھیجے ہیں تو حیران رہ جاتے۔ امامِ اعظم نے محدثین میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا کہ جس کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو۔ (106)

امام مسعر رحمہ اللہ کہتے ہیں، "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جب بھی اپنے لیے یا اپنے گھر والوں کے لیے کپڑا یا میوہ خریدتے تو پہلے اسی مقدار میں کپڑا یا میوہ علماء و مشائخ کے لیے خریدتے"۔ (107)

105...مناقب للموفق، ص306
106...الخیرات الحسان، 67
107...الخیرات الحسان، 68

شریک رحمہ اللہ نے کہا، جو شخص آپ سے پڑھتا تو آپ اس کو نان و نفقہ کی طرف سے بے نیاز کر دیا کرتے بلکہ اس کے گھر والوں پر بھی خرچ کرتے تھے اور جب وہ علم پڑھ لیتا تو اس سے فرماتے ،"اب تم کو بہت بڑی دولت مل گئی ہے کیونکہ تم کو حلال و حرام کی پہچان ہو گئی ہے"۔ (108)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بیان کیا، "آپ نے بیس سال تک میرا اور میرے گھر والوں کا خرچہ برداشت کیا اور میں جب بھی آپ سے کہتا کہ میں نے آپ سے زائد دینے والا نہیں دیکھا تو آپ فرماتے، اگر تم میرے استاد امام حماد رحمہ اللہ کو دیکھ لیتے تو ایسا نہ کہتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، اگر آپ کسی کو کچھ دیا کرتے تھے اور وہ آپ کا شکریہ ادا کرتا تو آپ کو بڑا املال ہوتا تھا۔ آپ اس سے فرماتے، "شکر اللہ تعالیٰ کا ادا کرو کہ اس نے یہ روزی تم کو دی ہے۔ (109)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، "امام اعظم رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اپنے اصحاب اور ہم نشینوں کی غم خواری اور ان کا اکرام کرنے والے تھے۔ اسی لیے آپ محتاجوں کا نکاح کرا دیتے اور تمام اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔ آپ ہر شخص کی طرف اس کے مرتبے کے مطابق خرچ بھیجتے تھے۔

ایک بار آپ نے ایک شخص کو اپنی مجلس میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے دیکھا تو جب لوگ جانے لگے آپ نے اسے فرمایا، تم ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر فرمایا، میرے جاء نماز کے نیچے جو کچھ ہے وہ لے لو اور اس سے اپنی حالت سنوارو۔ اس نے جاء نماز اٹھا کر دیکھا تو وہاں ہزار درہم تھے۔ اس نے عرض کی، میں دولت مند ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تو آپ نے فرمایا، تم نے یہ حدیث نہیں سنی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا اثر دیکھنا چاہتا ہے لہٰذا تم اپنی حالت بدلو، تاکہ تمہیں دیکھ کر کسی کو تمہارے محتاج ہونے کا شبہ نہ ہو، اور تمھارے دوست تمہاری خوشحالی سے خوش ہوں۔ (110)

108...الخیرات الحسان، 69
109...الخیرات الحسان، 68
110...الخیرات الحسان، 64

ایک مرتبہ آپ کسی بیمار کی عیادت کو جارہے تھے کہ راستے میں ایک شخص آتا دکھائی دیا جو آپ کا مقروض تھا۔ اس نے دور سے آپ کو دیکھ لیا اور منہ چھپا کر دوسری طرف جانے لگا۔ آپ نے اسے دیکھ لیا اور نام لے کر اس کو پکارا وہ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے قریب پہنچ کر فرمایا، تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدلا؟ اس نے عرض کی، میں نے آپ کا دس ہزار درہم قرض ادا کرنا ہے، اس شرمندگی کی وجہ سے آپ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

آپ نے فرمایا، سبحان اللہ! میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے سارا قرض معاف کر دیا، تم آئندہ مجھ سے منہ نہ چھپانا اور میری وجہ سے جو تمہیں ندامت اور پریشانی ہوئی اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔

یہ روایت بیان کر کے شقیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، آپ کا یہ حسنِ سلوک دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی زاہد اور مروت کرنے والا ہو۔ [111]

ایک بار حج کے سفر میں عبداللہ بن بکر سہمی رحمہ اللہ کا کسی بدوی سے جھگڑا ہو گیا۔ وہ انہیں امام صاحب کی خدمت میں لے آیا کہ یہ میری رقم ادا نہیں کر رہا۔ انہوں نے انکار کیا۔ آپ نے بدوی سے فرمایا، "تم مجھے بتاؤ تمہارے کتنے درہم بنتے ہیں؟ اس نے کہا، چالیس درہم۔ آپ نے فرمایا، تعجب ہے کہ لوگوں کے دلوں سے مروت و حمیت کا جذبہ ختم ہو گیا۔ اتنی سی رقم پر جھگڑا۔ مجھے تو شرم محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ نے اپنے پاس سے چالیس درہم اس بدوی کو ادا کر دیے۔ [112]

جب آپ کے صاحبزادے حماد رحمہ اللہ نے استاد سے سورہ فاتحہ پڑھی تو آپ نے ان کے استاد کو ایک ہزار درہم نذرانہ پیش کیا۔ وہ کہنے لگے، حضور میں نے کون سا اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ آپ اتنی زیادہ رقم کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا آپ نے میرے بیٹے کو جو دولت عنایت کی ہے اس کے سامنے تو یہ نذرانہ بہت حقیر ہے۔ بخدا اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو وہ بھی پیش

111... الخیرات الحسان، 68

112... مناقب للموفق، ص312

کر دیتا"۔[113]

وکیع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشادِ گرامی ہے، چار ہزار یا اس سے کچھ کم نفقہ ہے یعنی سال بھر کے لیے اتنا خرچ کافی ہے۔ اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے چالیس سال سے میں کبھی چار ہزار درہم کا مالک نہیں ہوا۔ جب بھی میرے پاس چار ہزار درہم سے زائد مال آتا ہے، میں وہ زائد مال راہِ خدا میں خرچ کر دیتا ہوں۔ اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میں لوگوں کا محتاج ہو جاؤں گا تو ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھتا۔[114]

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جس خلوص و فراخ دِلی سے عوام اور علماء کرام کی خدمت کی، اس کی مثال نہیں ملتی۔ جو لوگ آپ کی مجلس میں یونہی چند لمحے ستانے کے لیے بیٹھ جاتے، وہ بھی آپ کی سخاوت سے فیضیاب ہوتے۔ آپ ان سے بھی ان کی ضروریات کے متعلق پوچھتے۔ اگر کوئی بھوکا ہوتا تو اسے کھانا کھلاتے، بیمار ہوتا تو علاج کے لیے رقم دیتے، کوئی حاجت مند ہوتا تو اس کی حاجت روائی کرتے۔ اگر کوئی زبان سے حاجت بیان نہ کرتا تو اس کے کہے بغیر فراستِ باطنی سے اس کا مدعا جان لیتے۔

اس حوالے سے ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے جسے علامہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کوفہ میں ایک مالدار شخص تھا۔ بڑا خوددار اور حیادار تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ غریب اور محتاج ہو گیا۔ وہ بازار جا کر مزدوری کرتا، مشقت اٹھاتا اور صبر کرتا۔ ایک دن اس کی بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی۔ گھر آ کر ماں سے ککڑی لینے کے لیے پیسے مانگے مگر ماں اس کی خواہش پوری نہ کر سکی۔ گھر کا سامان پہلے ہی بک چکا تھا۔ بچی رونے لگی۔ اس شخص نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے امداد لینے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھا مگر شرم وحیا اور خودداری کے باعث اس کی زبان نہ کھل سکی۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ نے اپنی فراست سے بھانپ لیا کہ اس شخص کو کوئی حاجت ہے۔ مگر حیا کے

113... مناقب للموفق، ص310
114... الخیرات الحسان، 65

باعث یہ سوال نہیں کر رہا۔ جب وہ شخص اٹھ کر وہاں سے جانے لگا تو آپ نے ایک آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیا۔ اس شخص نے گھر جا کر اپنی بیوی کو بتایا کہ میں شرم کے باعث اس بابرکت مجلس میں کچھ نہ مانگ سکا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے آدمی نے واپس جا کر یہ سب احوال امام صاحب کے گوش گزار کر دیا۔

جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پانچ ہزار درہم کی تھیلی لے کر اس شخص کے گھر پہنچ گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر فرمایا، "میں تمہارے دروازے پر ایک چیز رکھے جا رہا ہوں اسے لے لو"۔ یہ فرما کر آپ واپس آ گئے۔ اس کے گھر والوں نے تھیلی کھولی تو اس میں پانچ ہزار درہم تھے اور ایک کاغذ کے پرزے پر یہ تحریر تھا، "تمہارے دروازے پر ابو حنیفہ یہ تھوڑی سی رقم لے کر آیا تھا یہ اس کی حلال کی کمائی ہے اسے استعمال میں لاؤ اور واپس نہ کرنا"۔[115]

امانت داری:

حکم بن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں بہت بڑے امانت دار تھے۔ جب خلیفہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کے خزانے کے متولی اور نگراں بن جائیں ورنہ وہ انہیں سزا دے گا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بجائے خلیفہ کی ایذا رسانی کو قبول فرمالیا"۔[116] کیونکہ اکثر بادشاہ اور حکام سرکاری خزانے کا بے جا استعمال کرتے ہیں اور آپ ان کے اس ناجائز کام میں حصہ دار نہیں بننا چاہتے تھے۔

حضرت وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "خدا کی قسم! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت بڑے امانتدار تھے۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کا خوف جلوہ گر تھا۔ اور وہ اس کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔"[117]

115...مناقب للموفق، ص322
116...الخیرات الحسان، 54
117...مناقب للموفق، ص272

عبد العزیز صنعانی رحمہ اللہ جنہوں نے آپ سے فقہ پڑھی تھی، فرماتے ہیں، جب میں حج پر گیا تو اپنی ایک حسین کنیز امامِ اعظم رحمہ اللہ کے پاس بطور امانت چھوڑ گیا۔ ایک عرصہ بعد جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا، حضور! میری کنیز نے آپ کی کیسی خدمت کی؟ آپ نے فرمایا، میں نے اس سے کبھی کوئی کام نہ لیا اور نہ ہی اسے آنکھ اٹھا کر دیکھا کیونکہ یہ آپ کی امانت تھی۔(118)

ایک دیہاتی نے آپ کے پاس ایک لاکھ ستر ہزار درہم بطور امانت رکھے مگر وہ فوت ہو گیا۔ اس نے کسی کو بتایا بھی نہ تھا کہ میں نے اس قدر رقم امامِ اعظم کے پاس بطور امانت رکھوائی ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جب وہ بالغ ہوئے تو امامِ اعظم رحمہ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے والد کی ساری رقم لوٹا دی اور فرمایا، یہ تمہارے والد کی امانت تھی۔ آپ نے یہ امانت خفیہ طور پر لوٹائی تاکہ لوگوں کو اتنی بڑی رقم کا علم نہ ہو اور وہ انہیں تنگ نہ کریں۔(119)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا تقویٰ اور امانت و دیانت کے باعث علماء اور عوام آپ کی بے حد عزت کیا کرتے تھے جبکہ مخالفین و حاسدین حسد کی آگ میں جلتے رہتے اور مختلف حربے استعمال کر کے آپ کے مقام و رتبے کو گھٹانے کی مذموم کوشش کرتے۔ ایک بار ایک شخص کے ذریعے آپ کے پاس ایک تھیلی امانت رکھوائی گئی جس پر سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ حاسدوں کی بدگمانی یہ تھی کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ بعد یقیناً اس رقم کو کاروبار میں استعمال کر لیں گے اور اسی پر گرفت کی جائے گی۔

چنانچہ اس منصوبہ بندی کے ساتھ ایک شخص نے کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس دعویٰ دائر کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فلاں شخص کا مال تجارت کے لیے اپنے بیٹے کو دے دیا ہے حالانکہ یہ مال امانت کے طور پر رکھوایا تھا۔ چنانچہ امام صاحب کو طلب کیا گیا اور بتایا گیا کہ آپ پر الزام ہے کہ آپ

118...ایضا، ص274

119...مناقب للموفق، ص277

نے فلاں شخص کی امانت اپنے کاروبار میں لگادی ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ الزام بالکل غلط ہے۔ اس کی امانت جوں کی توں میرے پاس محفوظ ہے۔ اگر آپ چاہیں تو سرکاری نمائندہ بھیج کر تصدیق کر لیں۔ جب وہ لوگ آئے تو آپ کے مال خانے میں وہ امانت ویسی ہی موجود پائی جس پر سرکاری مہر لگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب کو ندامت ہوئی۔ (120)

ان کے لیے ندامت اور حیرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس اتنی کثیر امانتیں جمع تھیں جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھیں۔ محمد بن الفضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب امام اعظم کا وصال ہوا تو آپ کے پاس لوگوں کی پانچ کروڑ کی امانتیں تھیں جنہیں آپ کے بیٹے حضرت حماد رحمہ اللہ نے لوگوں کو لوٹایا۔ (121)

یہ بات غور طلب ہے کہ یہ وہ رقم ہے جو آپ کے وصال کے بعد موجود تھی جبکہ آخری عمر میں خلیفہ کی مخالفت کے باعث آپ کے کے لیے جیل کی قید اور دیگر سزاؤں کا امکان بہت بڑھ چکا تھا۔ لہٰذا آپ کے تقویٰ اور بصیرت کے باعث یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ نے اس زمانے میں ان امانتوں کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کی کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہوگی لیکن لوگوں کی امانتوں کا سلسلہ اس قدر وسیع تھا کہ اسے سمیٹتے سمیٹتے بھی پانچ کروڑ کی امانتیں بچ گئیں جو بعد میں آپ کے فرزند نے ان لوگوں تک پہنچائیں۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کا ایک عظیم نظام قائم کیا ہوا تھا۔ دفتر، مال خانہ، ملازم، کھاتہ رجسٹر اور حساب کتاب کرنے والے حساب داں یقیناً اس نظام کا حصہ ہوں گے۔ اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ لوگوں کے اموال ور قوم کی حفاظت اور ان کی اصل مالکوں کو واپسی یقینی بنانے کے لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کر کے سود سے پاک خالص اسلامی بینک کا واضح تصور پیش کر چکے ہیں۔

120... مناقب للموفق، ص274

121... مناقب للموفق، ص275

صبر و حلم:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جلالتِ شان کے باوجود نہایت حلیم و بردبار اور متواضع انسان تھے۔ آپ عظیم قوتِ برداشت اور بے پناہ صبر و تحمل کا پیکر تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے مناظرے کے دوران گستاخانہ گفتگو شروع کی اور آپ کو بدعتی اور زندیق کہہ کر مخاطب کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، وہ خوب جانتا ہے میرے بارے میں جو تم نے کہا وہ سچ نہیں ہے۔ میں تمہارے عقیدے سے اتفاق نہیں کرتا۔ جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہے اس کے برابر کسی کو نہ جانا۔ میں اس کی بخشش کا امیدوار ہوں اور میں اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں''۔

یہ کہتے ہوئے آپ رو پڑے اور روتے روتے بیہوش ہو کر گر پڑے پھر ہوش آیا تو اس شخص نے کہا، مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، ''جس جاہل نے بھی میرے بارے میں کچھ کہا وہ معاف ہے اور جو علم کے باوجود مجھ میں عیب بتائے تو وہ قصوروار ہے۔ [122]

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ آپ بہت باوقار انسان تھے، جب گفتگو فرماتے تو کسی کے جواب کے لیے ہی فرماتے اور بیکار و لغو باتوں پر غور نہ کرتے اور نہ ہی ایسی باتیں سنتے۔ جب آپ کے پاس کوئی شخص آکر کہتا کہ فلاں نے ایسی بات کہی ہے تو آپ فرماتے، یہ بات چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ فلاں معاملہ میں کیا کہتے ہو۔ یہ کہہ کر اس کی بات منقطع فرماتے اور ارشاد فرماتے، ایسی باتیں کہنے سے بچو جنہیں لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ [123]

ایک دفعہ آپ مسجد خیف میں تشریف فرما تھے، شاگردوں اور ارادت مندوں کا حلقہ تھا۔ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا، آپ نے مناسب جواب دیا۔ اس نے کہا، مگر حسن بصری نے اس کے خلاف بتایا ہے، آپ نے فرمایا، حسن بصری رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا

122...الخیرات الحسان، ص49

123...الخیرات الحسان، 49

جس نے کپڑے سے منہ چھپایا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا، "اے زانیہ کے بیٹے، تم حسن بصری کو خطاکار اور غلط کہتے ہو"۔ اس بیہودہ گوئی پر لوگ مشتعل ہو گئے اور اسے مارنا چاہا مگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا اور سب کو خاموش کر کے بٹھا دیا۔ اور اس شخص سے نہایت تحمل اور وقار کے ساتھ فرمایا، "ہاں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوئی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے وہ صحیح ہے"۔ (124)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد میں درس دے رہے تھے کہ ایک شخص جو آپ سے بغض و عناد رکھتا تھا، آکر آپ کی شان میں برے الفاظ کہنے لگا۔ آپ نے توجہ نہ کی اور اسی طرح درس میں مشغول رہے اور شاگردوں کو اس کی طرف توجہ کرنے سے منع فرمادیا۔ جب آپ درس کے بعد گھر کی طرف چلے تو وہ شخص بھی گالیاں بکتا ہوا پیچھے پیچھے چلا۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموشی اور وقار سے سر جھکائے اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ وہ آپ کے دروازے پر سر مارنے لگا اور بولا، تم مجھے کتا سمجھتے ہو کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب بھی نہیں دیتے۔

اس قسم کا ایک اور واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب امامِ اعظم رحمہ اللہ اپنے گھر کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور اس گالیاں بکنے والے سے فرمایا، یہ میرے گھر کا دروازہ ہے اور میں اندر جانا چاہتا ہوں اس لئے تم جتنی گالیاں دینا چاہو دے لو تاکہ تمہیں کچھ حسرت باقی نہ رہے۔ وہ شخص شرم سے سر جھکا کر بولا، آپ کی برداشت کی انتہا ہے آپ مجھے معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا، جاؤ تمہیں معاف کر دیا۔ (125)

بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ، "امامِ اعظم رضی اللہ عنہ مال میں سخاوت کرنے والے اور علم سکھانے میں صبر کرنیوالے تھے۔ آپ بہت بردباری سے اپنے متعلق کیے جانے والے اعتراضات کو سنتے تھے

124... مناقب للموفق، ص327

125... مناقب للموفق، ص325

اور غصہ سے کوسوں دور تھے"۔ (126)

عبادت وریاضت:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا پوری رات عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا تواتر سے ثابت ہے اور یہی وجہ ہے کہ کثرتِ قیام کی وجہ سے آپ کو وتد یعنی میخ (کیل) کہا جاتا تھا۔ آپ تیس سال تک ایک رکعت میں مکمل قرآن پڑھتے رہے اور آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز چالیس سال تک پڑھی"۔ (127)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام رات عبادت کرنے کا باعث یہ واقعہ ہوا کہ ایک بار آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں آپ نے کسی شخص کو یہ کہتے سنا، "یہ امام ابو حنیفہ ہیں جو تمام رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور سوتے نہیں"۔ آپ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے فرمایا، سبحان اللہ! کیا تم خدا کی شان نہیں دیکھتے کہ اس نے ہمارے لیے اس قسم کا چرچا کر دیا، اور کیا یہ بری بات نہیں کہ لوگ ہمارے متعلق وہ بات کہیں جو ہم میں نہ ہو، لہٰذا ہمیں لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہیے۔ خدا کی قسم! میرے بارے میں لوگ وہ بات نہیں کہیں گے جو میں نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ تمام رات عبادت و دعا اور آہ وزاری میں گزارنے لگے۔ (128)

مسعر بن کدام رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مسجد میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور لوگوں کو علم سکھانے میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ آپ نے نمازِ ظہر ادا کی پھر لوگوں کو عصر تک علمِ دین سکھاتے رہے پھر عصر ادا فرمائی۔ اسی طرح عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر عشاء پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔ آپ کا یہ معمول دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب آپکی تدریسی مصروفیات اس قدر ہیں تو آپ نفل عبادات

126...الخیرات الحسان، ص41
127...الخیرات الحسان، ص40
128...الخیرات الحسان، ص38

کیسے کرتے ہوں گے۔ چنانچہ میں ضرور آپ پر نگاہ رکھوں گا۔

جب لوگ عشاء پڑھ کر گھروں کو جاچکے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ گھر سے صاف ستھرا لباس پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ دولھا ہیں۔ آپ نفل نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہوگئی۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ جب کچھ دیر بعد واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر حسبِ سابق وہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو عشاء تک جاری رہا۔ میں نے خیال کیا کہ آج رات یہ ضرور آرام کریں گے۔ مگر دوسری رات بھی وہی معمول دیکھا جو پہلی رات کا تھا۔ میں نے یہ گمان کیا اب تیسری رات تو ضرور آرام کریں گے مگر تیسری رات بھی وہی معمول دیکھا۔ تو میں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا لہٰذا میں نے مستقل ان کی خدمت میں رہنے اور ان کی شاگردی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

امام مسعر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کو دن میں کبھی بغیر روزہ کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی رات میں سوتے ہوئے پایا البتہ ظہر سے قبل آپ کچھ دیر آرام کر لیا کرتے تھے، آپ کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مسعر بن کدام رحمہ اللہ بھی بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کا وصال امامِ اعظم رحمہ اللہ کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوا جب وہ سجدہ کی حالت میں اپنی جبینِ نیاز، بارگاہِ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔[129]

ابو حفص رحمہ اللہ نے بھی امامِ اعظم رحمہ اللہ کا یہ معمول بیان کیا ہے کہ آپ روزانہ عشاء کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور پھر کچھ وقت گزار کر مسجد میں آتے اور اسی طرح رات بھر عبادت کرتے اور اذانِ فجر سے قبل گھر چلے جاتے اور پھر فجر کی نماز کے لیے دوبارہ آتے اور اس طرح عام لوگوں کو یہ

129...الخیرات الحسان، ص34

تاثر دیتے کہ وہ ساری رات گھر میں رہے ہیں۔[130] خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ نے فرمایا، قرآن مجید کو ایک رکعت میں شروع سے ختم تک چار حضرات نے پڑھاہے اور وہ ہیں، حضرت عثمانِ غنی، تمیم داری، سعید بن جبیر، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم۔[131]

علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ ایک رکعت میں پورا قرآن تلاوت کرنے سے متعلق اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں، "آپ کا ایک رکعت میں قرآن ختم کرنا اس حدیث کے منافی نہیں کہ "جس نے قرآن کو تین رات سے کم میں ختم کیا وہ فقیہ نہ ہوا" کیونکہ یہ اس کے لیے ہے جو صاحبِ کرامت نہ ہو، یاد کرنے میں اور آسانی میں اور وقت کی وسعت میں۔ اس لیے بہت سے صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ وہ ایک رکعت میں ختم کرتے تھے بلکہ بعض نے تو مغرب و عشاء کے درمیان چار مرتبہ ختم کیا اور یہ سب کرامت کے طور پر ہے اس لیے قابلِ اعتراض نہیں"۔[132]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ رات کے وقت ایک قرآن پاک نوافل میں ختم کیا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں ایک قرآن صبح اور ایک قرآن عصر کے وقت ختم فرمایا کرتے تھے اور عام طور پر رمضان کے دوران باسٹھ (۶۲) بار قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔[133]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن (۵۵) حج کیے۔ آخری حج میں کعبہ شریف کے مجاوروں سے اجازت لے کر کعبہ کے اندر چلے گئے اور وہاں آپ نے دو رکعت میں پورا قرآن اس طرح تلاوت کیا کہ پہلی رکعت میں دائیں پاؤں پر زور رکھا اور بائیں پاؤں پر دباؤ نہیں دیا۔ اس حال میں نصف قرآن تلاوت کیا پھر دوسری رکعت میں بائیں پاؤں پر زور رکھا اگرچہ دوسرا پاؤں بھی زمین پر تھا مگر اس پر وزن نہیں دیا۔ اس طرح آپ نے بقیہ نصف قرآن کی تلاوت مکمل کی۔

نماز کے بعد روتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، "اے میرے رب! میں نے تجھے پہچانا ہے

130... مناقب للموفق، ص300
131... اخبار ابی حنیفہ، ص45
132... الخیرات الحسان، ص39
133... مناقب للموفق، ص289

جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے لیکن میں تیری ایسی عبادت نہ کر سکا جیسا کہ عبادت کا حق تھا، مولا تو میری خدمت کی کمی کو معرفت کے کمال کی وجہ سے بخش دے"۔ تو غیب سے آواز آئی، "اے ابو حنیفہ! تم نے ہماری معرفت حاصل کی اور خدمت میں خلوص کا مظاہرہ کیا اس لئے ہم نے تمہیں بخش دیا اور قیامت تک تمہارے مذہب پر چلنے والوں کو بھی بخش دیا"۔ سبحان اللہ![134]

خشیتِ الٰہی:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الخیرات الحسان میں آپ کے خوفِ خدا اور مراقبہ کے عنوان سے ایک باب تحریر کیا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں، "اسد بن عمرو رحمہ اللہ نے فرمایا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز رات میں سنی جاتی تھی یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے۔ وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بخدا آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت اور کبریائی آپ کے قلب میں راسخ تھی۔ آپ اپنے رب کی خوشنودی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے اور چاہے تلواروں سے ان کے ٹکڑے کر دیے جاتے وہ اپنے رب کی رضا نہ چھوڑتے۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ واقعی ابرار میں سے تھے"۔[135]

یزید بن لیث رحمہ اللہ کہتے ہیں، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں میں سے تھے۔ امام نے نمازِ عشاء میں سورۃ زلزال تلاوت کی۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ امامِ اعظم متفکر بیٹھے ہیں اور لمبی لمبی سانسیں لے رہے ہیں۔ میں وہاں سے چلا آیا اور چراغ جس میں تیل کم ہی تھا، وہیں چھوڑ دیا کہ کہیں ان کا دھیان نہ بٹے۔ صبح صادق کے وقت میں مسجد آیا تو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں، "اے وہ ذات جو ذرہ بھر برائی کے بدلے سزا دیتا ہے، اگر نعمان کی جزا تیرے پاس جہنم یا اس سے قریب ہے تو اسے تو اپنی رحمت میں داخل فرما"۔ راوی کہتے ہیں، جب میں پہنچا تو چراغ

134...ردالمحتار، مقدمہ، 1/38

135...الخیرات الحسان، ص40

ٹمٹما رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، کیا چراغ لینے آئے ہو؟ میں نے عرض کی، حضور! فجر کی اذان ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا، جو تم نے دیکھا اسے چھپانا۔ پھر آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔[136]

ابو الاحوص رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''اگر امامِ اعظم رحمہ اللہ سے یہ کہا جاتا کہ آپ تین دن تک انتقال کر جائیں گے تو بھی آپ اپنے معمول کے اعمال سے کچھ زیادہ نیکی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ اس قدر نیکیاں کرتے تھے کہ اس میں اضافہ ممکن ہی نہ تھا''۔[137]

امام ابو یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ساری رات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا۔ میں دیکھتا کہ آپ کے آنسو مصلے پر بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔[138]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، ''اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔ اس لئے میں فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوں''۔[139]

ایک روز امامِ اعظم رحمہ اللہ کہیں جا رہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آگیا۔ اس لڑکے نے کہا، اے شیخ! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گئے۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا تو مسعر بن کدام رحمہ اللہ نے عرض کی، اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟ آپ نے فرمایا، ''کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو''۔[140]

136...الخیرات الحسان، ص40
137...الخیرات الحسان، ص41
138...مناقب للموفق، ص294
139...مناقب للموفق، ص260
140...الخیرات الحسان، ص42

آپ کے دل میں خوفِ خدا اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ کسی شخص سے گفتگو فرمارہے تھے کہ اس شخص نے کہا، خدا سے ڈرو۔ یہ سننا تھا کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کا چہرہ زرد پڑ گیا، سر جھکا لیا اور فرمایا، خدا تمہیں جزا دے، ہر وقت لوگوں کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی انہیں خدا کی یاد دلائے۔ (141)

ایک روز امام نے فجر کی نماز میں یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے، "اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے" (142)

تو آپ لرز گئے اور کپکپی طاری ہو گئی۔ آپ کی اس کیفیت کو لوگوں نے محسوس کر لیا۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ فرماتے، یہ مشکل میرے کسی گناہ کی وجہ سے ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے اور استغفار کرتے تو مسئلہ حل ہو جاتا۔ آپ فرماتے، مجھے خوشی ہوئی کیونکہ مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے گا۔ اس بات کی اطلاع حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کو ہوئی تو بہت روئے اور فرمایا، "اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ پر رحم فرمائے، یہ بصیرت ان کے گناہوں کی کمی کی وجہ سے ہے جبکہ دوسرے لوگوں کو یہ بیداری حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ گناہوں میں مستغرق ہوتے ہیں"۔ (143)

فضیل بن دکین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں نے تابعین وغیرہ کی ایک جماعت کو دیکھا تو کسی کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اچھی طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ پایا۔ آپ نماز شروع کرنے سے پہلے رو پڑتے اور دعا فرماتے تو دیکھنے والا کہتا، واقعی خدا سے ڈرنے والے یہی ہیں"۔

امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ اپنی طویل گفتگو کے اختتام پر فرماتے ہیں، "رات کو جب آپ نماز ادا فرماتے تو چٹائی پر آپ کے آنسوؤں کے گرنے کی آواز اس طرح آتی جس طرح بارش کے قطرے

141...سوانح امامِ اعظم، ص222
142...پ13، ابراہیم:41
143...الخیرات الحسان، ص47

گرتے ہیں۔ رونے کا اثر آپ کی آنکھوں اور رخساروں پر نظر آتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور ان سے راضی ہو"۔[144]

زہد و تقویٰ:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے زائد متقی کسی کو نہ دیکھا۔ تم ایسے شخص کی کیا بات کرتے ہو جس کے سامنے کثیر مال پیش کیا گیا اور اس نے اس مال کو نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔ اس پر اسے کوڑوں سے مارا گیا مگر اس نے صبر کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مصائب کو برداشت کیا مگر مال و متاع قبول نہ کیا بلکہ دوسروں کی طرح (جاہ و مالِ دنیا کی) کبھی تمنا اور آرزو بھی نہ کی حالانکہ لوگ ان چیزوں کے لیے سو سو جتن اور حیلے کرتے ہیں۔ بخدا آپ ان تمام علماء کے برعکس تھے جنہیں ہم مال و انعام کے لیے دوڑتا دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کے طالب ہیں اور دنیا ان سے بھاگتی ہے۔ جبکہ امامِ اعظم رحمہ اللہ وہ تھے کہ دنیا ان کے پیچھے آتی تھی اور آپ اس سے دور بھاگتے تھے"۔[145]

مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا، میں کوفہ والوں کے ساتھ رہا ہوں لیکن میں نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ متقی کوئی نہ دیکھا۔

حسن بن صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں، آپ سخت پرہیز گار تھے، حرام سے ڈرتے تھے اور شبہ کی وجہ سے کئی حلال چیزیں بھی چھوڑ دیتے تھے۔ میں نے کوئی فقیہ ایسا نہ دیکھا جو اپنے نفس اور علم کی حفاظت آپ سے زیادہ کرتا ہو، وہ آخری عمر تک جہاد کرتے رہے۔

یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے ایک ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا مگر میں نے ان میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زائد نہ تو کسی کو متقی پایا اور نہ اپنی زبان کا حفاظت کرنے والا۔ آپ کو زبان

144...الخیرات الحسان، ص48

145...مناقب للموفق، ص268

کی حفاظت کا اس قدر شدید احساس تھا کہ وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں، آپ نے یہ عہد کرر کھا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی سچی قسم کھائی تو ایک درہم صدقہ کریں گے۔ چنانچہ ایک بار قسم کھائی تو ایک درہم صدقہ کیا پھر عہد کیا کہ اگر اب قسم کھائی تو ایک دینار صدقہ کریں گے۔ (146)

آپ کے کاروباری شریک حفص رحمہ اللہ کہتے ہیں،

میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ تیس سال تک رہا لیکن میں نے کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے اس چیز کے خلاف ظاہر کیا ہو جو آپ کے دل میں ہو۔ جب آپ کو کسی چیز کے بارے میں شبہ پیدا ہوتا تو آپ اپنے دل سے اس کو نکال دیتے تھے اگرچہ اس کی خاطر اپنا تمام مال ہی کیوں نہ خرچ کرنا پڑے۔ (147)

اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ آپ کے ایک کاروباری شریک نے کپڑے کا عیب ظاہر کیے بغیر اسے بیچ دیا تو آپ نے اس دن کی ساری کمائی تیس ہزار درہم خیرات کر دی۔ یہ واقعہ "امامِ اعظم بحیثیت تاجر" کے عنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے۔

کسی نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی، آپ کو دنیا کا مال و اسباب پیش کیا جاتا ہے مگر آپ اسے قبول نہیں فرماتے حالانکہ آپ ایماندار ہیں اور یہ آپ کا حق ہے۔ آپ نے فرمایا، میں نے اپنے اہل و عیال کو اللہ کے سپرد کر رکھا ہے۔ وہ ان کا خود کفیل ہے۔ میرا ذاتی خرچ دو درہم ماہانہ ہے، تو میں اپنی ضرورت سے بڑھ کر کیوں جمع کروں۔ (148)

جب آپ کو بغداد میں قید کر دیا گیا تو اپنے بیٹے حماد رحمہ اللہ کو پیغام بھیجا، اے میرے بیٹے! میرا خرچ دو درہم ماہانہ ہے کبھی ستو کے لیے اور کبھی روٹی کے لیے۔ اور اب میں یہاں قید میں ہوں تو جلد خرچ بھیج دو۔ یہ تقویٰ تھا کہ جیل میں بھی حکومت کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔

146...الخیرات الحسان، ص47

147...الخیرات الحسان، ص48

148...مناقب للموفق، ص268

شقیق بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہم ایک دن امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک چھت سے ایک سانپ آپ کے سر پر لٹکتا دکھائی دیا۔ سانپ دیکھ کر لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی، سانپ سانپ کہہ کر سب بھاگے۔ مگر امام اعظم رحمہ اللہ نہ تو اپنی جگہ سے اٹھے اور نہ ہی ان کے چہرے پر کوئی پریشانی کے آثار نظر آئے۔ ادھر سانپ سیدھا امام اعظم رحمہ اللہ کی گود میں آگرا۔ آپ نے ہاتھ سے جھٹک کر اسے ایک طرف پھینک دیا مگر خود اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور پختہ اعتماد ہے۔[149]

بکیر بن معروف رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ایک دن امام اعظم رحمہ اللہ سے عرض کی، حضور میں نے آپ جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا، آپ کے مخالفین آپ کا گلہ کرتے ہیں، آپ کی غیبت کرتے ہیں مگر آپ جب بھی کسی کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی خوبیاں ہی بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں نے کبھی کسی کے عیب تلاش نہیں کیے اور کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔[150]

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بے مثال تقویٰ کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک بار کوفہ میں کچھ بکریاں چوری ہو گئیں تو آپ نے دریافت کیا، بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے بتایا، سات سال، تو آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا (کہ کہیں چوری کی بکری کا گوشت جسم میں نہ چلا جائے)۔

انہی دنوں آپ نے ایک فوجی کو دیکھا کہ اس نے گوشت کھا کر اس کا فضلہ کوفہ کی نہر میں پھینک دیا تو آپ نے مچھلی کی طبعی عمر کے بارے میں دریافت کیا اور پھر اتنے سال تک مچھلی کے گوشت سے پرہیز کیا۔[151]

149...ایضا، ص302
150...ایضا، ص253
151...الخیرات الحسان، ص59

کسی نے یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ انسان فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا، جب وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقام کو پہنچ جائے۔ راوی کہتے ہیں، میں نے یہ سن کر کہا، ابو خالد آپ بھی ایسا کہتے ہیں؟ (یزید بن ہارون رحمہ اللہ پہلے امام اعظم رحمہ اللہ کے علم و فضل کے قائل نہیں تھے اس لیے انہیں حیرانی ہوئی) آپ نے فرمایا، میرے پاس اس سے بڑھ کر الفاظ نہیں ورنہ ان کا مقام تو اس سے بھی بلند ہے۔ دنیائے اسلام میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسا فقیہ ہے نہ متقی۔ میں نے ان کو ایک دن تیز دھوپ میں ایک شخص کے مکان کے پاس کھڑے دیکھا۔ میں نے عرض کی، آپ اس دیوار کے سائے میں آجائیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ گھر والا میرا مقروض ہے، میں نے اس سے کچھ درہم لینے ہیں اور میں پسند نہیں کرتا کہ اس کے گھر کے سائے میں بیٹھوں۔ اس سے بڑھ کر احتیاط اور تقویٰ کیا ہو سکتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، میں نے اس گھر والے سے قرض واپس لینا ہے، اگر میں اس کی دیوار کے سائے میں کھڑے ہو کر فائدہ اٹھاؤں تو یہ ایک قسم کا سود ہے۔ یہ فتویٰ عوام کے لیے نہیں ہے لیکن عالم کو اس سے زیادہ عمل کرنا چاہیے جس نیکی کی طرف وہ لوگوں کو بلاتا ہے۔[152]

امام رازی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ایک مرتبہ امام اعظم رحمہ اللہ کہیں جارہے تھے راستہ میں اتفاقاً آپ کی جوتی کو کچھ نجاست لگ گئی۔ آپ نے نجاست دور کرنے کے لیے جوتی کو جھاڑا تو کچھ نجاست اڑ کر ایک مکان کی دیوار سے لگ گئی۔ آپ پریشان ہو گئے کہ اگر نجاست یونہی چھوڑ دی جائے تو اس کی دیوار خراب ہوتی ہے اور اگر اسے کرید کر دیوار صاف کی جائے تو دیوار کی مٹی بھی اتر آئے گی اور اس سے مالکِ مکان کو نقصان ہے۔ چنانچہ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا، صاحبِ خانہ باہر آیا۔ اتفاق سے وہ شخص مجوسی تھا اور آپ کا مقروض تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ آپ قرض واپس لینے آئے ہیں۔ پریشان ہو کر عذر پیش کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا، قرض کو چھوڑو میں تو اس الجھن میں ہوں کہ تمہاری دیوار کیسے صاف کروں

152...مناقب للموفق، ص244

۔ پھر سارا واقعہ بتا دیا۔ وہ مجوسی آپ کا تقویٰ اور کمالِ احتیاط دیکھ کر بے ساختہ بولا، آپ دیوار بعد میں صاف کیجیے گا، پہلے کلمہ پڑھا کر میرا دل صاف کر دیں، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔[153]

حق گوئی:

علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں پچیسویں فصل کا عنوان یہ تحریر کیا ہے، "اپنی کمائی سے کھانا اور عطیات کا رد کرنا"۔ وہ اس کے تحت لکھتے ہیں، "خدا کی قسم! امامِ اعظم رحمہ اللہ نے کبھی کسی خلیفہ یا امیر کا کوئی تحفہ یا انعام قبول نہیں کیا"۔

ایک بار عباسی خلیفہ نے دو سو دینار کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ "ان پر میرا کوئی حق نہیں"۔ ایک مرتبہ امیر المومنین نے ایک خوبصورت لونڈی بھیجی مگر آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا، "میں اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہوں اس لیے مجھے کنیز کی حاجت نہیں"۔[154]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ امراء اور حکام کے تحائف اور نذرانوں کے اس لیے مخالف تھے کہ جو کسی کا احسان مند ہو جاتا ہے وہ اس کے خلاف حق بات کہنے سے رک جاتا ہے بقول شخصے، "جو کسی کا کھاتا ہے وہ اس سے شرماتا ہے"۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ حق گوئی و بے باکی کے علمبردار تھے اس لئے آپ نے کبھی کسی دنیادار کا تحفہ یا نذرانہ قبول نہ فرمایا۔

بنو امیہ کے دورِ حکومت میں ابن ھبیرہ کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے ایک بار اپنے اور خوارج کے مابین ایک دستاویز لکھنے کے لئے ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ سے کہا۔ دونوں نے ایک ماہ کا وقت لے کر مضمون لکھا جو اسے پسند نہ آیا۔ ان کے بتانے پر ابن ھبیرہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بلوایا اور یہ مسئلہ پیش کیا۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ نے اسی وقت مضمون لکھوا دیا جو گورنر اور علماء سب کو پسند آیا۔[155]

153... مفاتیح الغیب، فاتحہ، تحت الآیۃ: 3
154... مناقب للموفق، ص 267
155... ایضا، ص 352

گورنر نے درخواست کی، ”حضور! کبھی کبھی ہمارے پاس آیا کریں تو ہمیں فائدہ ہو“۔ آپ نے بے باکی سے فرمایا، ”میں تم سے مل کر کیا کروں گا۔ تم مہربانی سے پیش آؤ گے تو تمہارے دام میں آجاؤں گا اور اگر ناراض ہوئے اور مجھے قرب کے بعد دور کردیا تو اس میں میری ذلت ہے۔ نیز تمہارے پاس جو مال ہے اس کی مجھے حاجت نہیں اور جو دولت (علم) میرے پاس ہے اسے کوئی چھین نہیں سکتا“۔

ابن ھبیرہ نے کئی مشہور علماء کو حکومتی عہدے دیے تو امام اعظم رحمہ اللہ کو بلا کر بیت المال کی نظامت کا منصب پیش کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ اس پر گورنر غضبناک ہوگیا اور اس نے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ آپ نے کوڑوں کی سزا برداشت کرلی مگر یہ منصب قبول نہ کیا۔ پھر گورنر نے آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا، ”خدا کی قسم میں اپنے آپ کو کبھی حکومت میں شریک نہیں کروں گا“۔

گورنر نے غصہ میں قسم کھائی، اگر عہدۂ قضا کو بھی امام ابو حنیفہ نے قبول نہ کیا تو ان کے سر پر تیس کوڑے مارے جائیں گے اور جیل میں ڈال دوں گا۔ آپ نے فرمایا، ”کوڑے تو ہلکی سزا ہے اگر وہ مجھے قتل بھی کردے تو میں یہ عہدہ قبول نہ کروں گا“۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ”اگر گورنر مجھے مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے تو میں گورنر کے حکم سے یہ کام بھی نہیں کروں گا اور گورنر یہ حکم دے کہ فلاں کی گردن اڑادو، فلاں کو قید کردو تو میں بے گناہوں کی سزاؤں پر مہریں کیوں لگاؤں؟“۔ یہ جواب سن کر گورنر آگ بگولہ ہوگیا۔ چنانچہ اس کے حکم سے آپ کو کوڑے مارے گئے اور جیل میں ڈال دیا گیا۔

ایک رات ابن ھبیرہ کو خواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم میرے امتی کو بلاوجہ سزا دے رہے ہو، شرم کرو۔ اس دن ابن ھبیرہ نے آپ کو جیل سے رہا کردیا۔ آپ کوفہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یہ واقعہ ۱۳۰ھ کا ہے۔ جب بنو امیہ کی حکومت ختم ہوگئی تو عباسی حکومت کے دور میں آپ کوفہ

واپس آ گئے۔ (156)

ایک بار عباسی خلیفہ منصور اور اس کی بیوی میں اختلاف ہو گیا۔ خلیفہ نے کہا، کسی کو منصف بنالو۔ اس نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ چنانچہ آپ کو بلایا گیا اور خلیفہ کی بیوی پردے کے پیچھے بیٹھی تاکہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فیصلہ خود سنے۔ منصور نے آپ سے پوچھا، کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ آپ نے فرمایا، چار عورتوں سے۔ منصور نے اپنی بیوی سے کہا، غور سے سن لو۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ سے کہا، امیر المومنین! چار بیویوں کی اجازت اس کے لیے ہے جو اُن میں عدل کر سکے، ورنہ ایک نکاح کا حکم ہے۔ یہ سن کر خلیفہ خاموش ہو گیا۔
جب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے آئے تو کچھ دیر میں ایک خادم پچاس ہزار درہم اور دیگر تحائف لیے ہوئے آیا کہ خلیفہ کی بیوی نے بھجوائے ہیں۔ آپ نے اس خادم سے کہا، یہ سب واپس لے جاؤ اور اپنی مالکہ سے کہو کہ میں نے جو کچھ کہا محض رضائے الٰہی کے لیے کہا، یہ میرا دینی فرض تھا"۔ (157)

عباسی خلیفہ منصور نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بغداد بلا کر چیف جسٹس کا عہدہ قبول کرنے کا حکم دیا تو آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کے انکار پر خلیفہ نے قسم کھائی کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ اس پر امامِ اعظم رحمہ اللہ نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ خلیفہ کے وزیر نے کہا، آپ امیر المومنین کی قسم پر قسم کھاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں کیونکہ امیر المومنین مجھ سے زیادہ آسانی سے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر سکتے ہیں۔ خلیفہ کے دربار میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کا منصب قبول کرنے پر بڑی بحث ہوئی۔ امامِ اعظم رحمہ اللہ نے یہ تک فرما دیا، تم تو ایسے شخص کو قریب لایا کرتے ہو جو تمہاری ہاں میں ہاں ملائے اور ہر حال میں تمہاری تکریم کرے اور میں اس کام کے لیے بالکل موزوں

156... ایضا، ص355

157... مناقب للموفق، ص267

نہیں۔[158]

جب کوئی عذر قبول نہ ہوا تو آپ نے خلیفہ سے کہا، بات یہ ہے کہ میں اس منصب کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے کہا، آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ یقیناً اس کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے استغناء اور بے نیازی کے ساتھ جواب دیا، ''اب تم خود اپنے دل سے فیصلہ کر لو کہ ایک جھوٹا شخص چیف جسٹس کیونکر مقرر کیا جاسکتا ہے''۔ یہ سن کر خلیفہ منصور لاجواب ہو گیا اور اس نے آپ کو کوڑے لگوائے۔[159]

بنو امیہ کے دور میں کوفہ کا گورنر خالد بن عبد اللہ جمعہ کے خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھا تو تقریر میں ایسا مگن ہوا کہ ظہر کا آخری وقت آگیا اور عصر کا وقت نہایت قریب ہو گیا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے گورنر کی طرف کنکریاں پھینکتے ہوئے کہا، الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ نماز تو پڑھ لی گئی مگر اس گستاخی پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گورنر نے پوچھا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا، نماز کسی کا انتظار نہیں کرتی، اللہ کی کتاب اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا آپ پر زیادہ حق ہے۔ اگر آپ ہی اسے پامال کرتے رہے تو عوام کا کیا بنے گا۔[160]

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

والدین سے حسنِ سلوک:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے والد گرامی آپ کے بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے جبکہ آپ کی والدہ ایک مدت تک زندہ رہیں۔ آپ اپنی والدہ سے بے حد محبت کرتے اور ان کی خوب خدمت کرتے۔ آپ کی والدہ شکی مزاج تھیں اور عام عورتوں کی طرح انہیں بھی واعظوں اور قصہ گوئی کرنے والے

158... تبییض الصیحفہ، ص37
159... مناقب للموفق، ص470
160... ایضا، ص170

خطیبوں سے عقیدت تھی۔

کوفہ کے مشہور واعظ عمرو بن ذر اور قاضی زرعہ پر انہیں زیادہ یقین تھا اس لئے کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو امامِ اعظم رحمہ اللہ کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے ان کے پاس جاتے۔

وہ بیچارے سراپا عذر بن کر عرض کرتے، حضور! آپ کے سامنے میں کیسے زبان کھول سکتا ہوں ۔ اور اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کو کوئی مسئلہ کا جواب نہ آتا تو امامِ اعظم رحمہ اللہ سے درخواست کرتے، "آپ مجھ کو جواب بتادیں تاکہ میں اسی کو آپ کے سامنے دہرادوں"۔ آپ جواب دیتے تو وہ اسے آپ کے سامنے دہرادیتے اور پھر وہی جواب امامِ اعظم رحمہ اللہ اپنی والدہ کو آکر بتادیتے۔ (161)

آپ کی والدہ کبھی کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی چنانچہ وہ خچر پر سوار ہوتیں اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پیدل ساتھ جاتے حالانکہ آپ کا گھر وہاں سے کئی میل دور تھا۔ وہ خود مسئلہ بیان کرتیں اور اپنے کانوں سے جواب سن لیتیں تب اطمینان ہوتا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایک دن میں نے دیکھا کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ اپنی والدہ کو خچر پر بٹھائے عمرو بن ذر کے پاس جارہے تھے تاکہ آپ سے کسی مسئلہ پر گفتگو کرسکیں۔ آپ اپنی والدہ کی خواہش پر لے جارہے تھے ورنہ آپ کو معلوم تھا کہ عمرو بن ذر کا کیا مقام ہے۔ یہ سب اپنی والدہ کی خواہش کے احترام کے پیشِ نظر تھا۔ (162)

ایک بار آپ کی والدہ نے آپ سے فتویٰ پوچھا۔ آپ نے فتویٰ تحریر فرمادیا۔ وہ بولیں، میں تو وہی فتویٰ قبول کروں گی جو زرعہ لکھیں گے۔ چنانچہ آپ اپنی والدہ کی دلجوئی کے لیے زرعہ کے پاس گئے اور فرمایا، میری والدہ آپ سے یہ فتویٰ پوچھتی ہیں۔ تو انہوں نے کہا، آپ زیادہ بڑے فقیہ ہیں آپ فتویٰ دیجئے۔ آپ نے فرمایا، میں نے یہ فتویٰ دیا ہے لیکن وہ آپ سے تصدیق چاہتی ہیں تو زرعہ نے لکھ کر کہا، فتویٰ وہی صحیح ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دیا تھا۔ اس تحریر سے وہ مطمئن ہوگئیں۔ (163)

161...الخیرات الحسان، ص71
162...مناقب للموفق، ص332
163...مناقب للموفق، ص333

جب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو عباسی خلیفہ نے چیف جسٹس مقرر کرنا چاہاتو آپ نے انکار کیا۔ اس پر آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جلاد روزانہ جیل سے نکال کر آپ کو لوگوں کے سامنے کوڑے مارتے اور کہتے کہ چیف جسٹس کا منصب قبول کرلیں مگر آپ انکار کرتے۔ ایک دن کوڑے کھاتے کھاتے رو پڑے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا، میں اپنی تکلیف کی وجہ سے نہیں رویا مجھے اپنی والدہ یاد آگئیں کہ وہ میری جدائی میں کس قدر مغموم ہوں گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب میری والدہ میرے خون آلود چہرے کو دیکھیں گی تو انہیں کتنا دکھ ہو گا۔[164]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب مجھے کوڑے لگائے جاتے تھے تو میری والدہ مجھے کہا کرتی تھیں، ابو حنیفہ! تجھے علم نے اس قوتِ برداشت تک پہنچادیا ہے۔ تم اس علم کو چھوڑو اور عام دنیاوالوں کی طرح کام کرتے جاؤ۔ میں نے کہا، امی جان! اگر میں علم چھوڑدوں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کس طرح حاصل کروں گا"۔

آپ فرماتے تھے، میں اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لیے ہر جمعہ کے دن بیس درہم خیرات کرتا ہوں، اور اس بات کی میں نے منت مانی ہوئی ہے۔ دس درہم والد اور دس درہم والدہ کے لیے خیرات کرتا ہوں۔ ان مقررہ درہموں کے علاوہ آپ اپنے والدین کے لیے فقراء و مساکین میں اور بھی چیزیں صدقہ کرتے تھے۔[165]

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک:

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا، جو دن میں محنت مزدوری کرتا اور شام کو بازار سے گوشت اور شراب لے کر آتا۔ گوشت بھون کر کھاتا اور شراب پیتا۔ جب شراب کے نشے میں دھت ہو جاتا تو خوب غل مچاتا اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھتا رہتا، ترجمہ: "لوگوں نے مجھ کو

164... مناقب للموفق، ص333

165... مناقب للموفق، ص334

ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال نوجوان کو کھو دیا جو لڑائی اور صف بندی کے دن کام آتا"۔

امام صاحب روزانہ اس کی آواز سنا کرتے اور خود تمام رات عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک رات آپ نے اس کی آواز نہ سنی تو صبح لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ بتایا گیا کہ اسے کل رات سپاہیوں نے پکڑ لیا ہے اور وہ قید میں ہے۔ امام صاحب نمازِ فجر کے بعد گورنر کے پاس پہنچے۔ گورنر نے بڑے ادب سے عرض کی، حضور آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا، میرے پڑوسی کو کل رات آپ کے سپاہیوں نے پکڑ لیا ہے، اسے چھوڑ دیجئے۔ گورنر نے حکم دیا، وہ قیدی اور اس کے ساتھ کے تمام قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ پھر قیدیوں سے کہا، تم سب کو امام ابو حنیفہ کی وجہ سے رہائی مل رہی ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے پڑوسی نوجوان سے فرمایا، "ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا"۔ آپ کا اشارہ اس کے شعر کی طرف تھا، اس نے عرض کی، نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت فرمائی اور میری سفارش کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے، آپ نے ہمسایہ کے حق کی رعایت فرمائی، پھر اس نے توبہ کر لی اور نیک بن گیا۔(166)

امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنے پڑوسیوں سے حسنِ سلوک اور رواداری میں بے مثال تھے۔ آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ آپ سے سب لوگوں کو نفع ہو۔ آپ ایک بار کوفہ کے گورنر کے پاس تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو گورنر قتل کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ اس شخص نے دیکھا کہ گورنر نے امام صاحب رحمہ اللہ کی بڑی عزت کی ہے تو کہنے لگا، یہ صاحب مجھے

اچھی طرح جانتے ہیں۔ گورنر نے پوچھا، کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ اگرچہ آپ اسے نہیں جانتے تھے مگر آپ نے فرمایا، یہ تو وہی ہے جو اذان دیتے ہوئے آواز کھینچ کر کہتا ہے لاالہ الااللہ۔ اس نے عرض کی، جی میں وہی ہوں۔ آپ نے فرمایا، اچھا مجھے اذان تو سناؤ تا کہ میں تمہاری آواز پہچان لوں

166... تبییض الصحیفہ، ص39

۔ اس نے پوری اذان سنائی۔ تو امامِ اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ اچھا آدمی ہے اسے چھوڑ دو۔ گورنر نے اسے رہا کر دیا۔

اس واقعہ سے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ ذہانت واضح ہوتی ہے۔ آپ نے اذان اس لیے سنی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شہادت کی گواہی دے۔ اور یوں آپ نے اس شہادت کی برکت اور اپنی ذہانت سے ایک بے گناہ کو قتل سے بچالیا۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے متعلق علامہ موفق رحمہ اللہ نے چند اشعار تحریر کیے ہیں جن میں سے دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے، "امامِ اعظم رحمہ اللہ کا ہمسایہ ہمیشہ خوشحال رہتا ہے کیونکہ آپ ہمسائے کے حقوق اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ آپ اپنے احسان و کرم کے لیے کسی خاص ہمسائے سے ہی حسنِ سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ ہر ہمسایہ آپ کے سایۂ کرم میں رہتا تھا"۔ (167)

اساتذہ کا ادب:

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، جب سے میرے استاد امام حماد رحمہ اللہ کا وصال ہوا ہے، میں ہر نماز کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے کبھی ان کے گھر کی طرف اپنے پاؤں نہیں پھیلائے حالانکہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان کئی گلیاں ہیں۔ (168)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا، میں اپنے استاد حماد رحمہ اللہ اور اپنے والد رحمہ اللہ کے لیے اِستغفار کرتا ہوں، بلکہ میں اپنے ہر استاد کے لیے اِستغفار کرتا ہوں جس نے مجھے ایک لفظ بھی پڑھایا۔ اسی طرح اپنے ہر شاگرد کے لیے بھی اِستغفار کرتا ہوں۔ (169)

علامہ موفق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امامِ اعظم رحمہ اللہ جب کسی کے لیے دعا کرتے تو حضرت حماد رحمہ اللہ کا نام سب سے پہلے لیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے، والدین بچے کو جنم دیتے ہیں مگر استاد اسے علم و فضل

167...مناقب للموفق، ص284
168...الخیرات الحسان، ص99
169...مناقب للموفق، ص335

کے خزانے دیتا ہے"۔[170]

یہ آپ کے حسنِ تربیت کا نتیجہ تھا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے تھے، میں اپنے والدین سے پہلے اپنے استاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لیے ہر نماز کے بعد اِستغفار کرنا واجب جانتا ہوں کیونکہ حضرت امامِ اعظم رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ اپنے استاد کے لیے بھی بلاناغہ اِستغفار کرتا ہوں۔[171]

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد چار ہزار بیان ہوئی ہے۔ آپ اپنے اساتذہ کرام کا محبت و عقیدت سے ذکر فرماتے اور اکثر کی خدمت میں ہدیے اور تحائف بھیجتے۔ آپ کے اساتذہ اور شیوخ بھی آپ سے بہت محبت فرماتے۔ آپ کو اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے خاص محبت تھی۔ آپ نے امام محمد بن علی بن حسین بن علی المعروف امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ ایک بار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابو حنیفہ! ہم سے کچھ پوچھیے۔ آپ نے چند سوالات دریافت کیے اور پھر اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا۔" ابو حنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی و روحانی علوم کے ذخائر ہیں"۔[172]

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے علمی گفتگو کر کے رخصت ہوئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،"ان کا طریقہ اور انداز کتنا اچھا ہے اور ان کی فقہ کتنی زیادہ ہے"۔[173]

امامِ اعظم رحمہ اللہ مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ امامِ اعظم نے آپ کو پہلے نہیں دیکھا تھا مگر سمجھ گئے کہ یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تعظیم کے لیے

170...ایضا، ص336
171...تاریخ بغداد، 13/340
172...مناقب للموفق، ص236
173...سوانح امامِ اعظم، ص195

آگے بڑھے اور عرض کی، اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ آرہے ہیں تو میں پہلے ہی سے استقبال کے لیے کھڑا رہتا۔ اب جب تک آپ تشریف فرمارہیں گے میں تعظیماً کھڑا رہوں گا۔ آپ نے فرمایا، ”بیٹھ جائیے اور لوگوں کے مسائل کا جواب دیجیے“۔ اس خاص تعظیم کی وجہ محبتِ اہلبیت تھی۔[174]

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے زمانے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ ایک بار جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار میں بلایا گیا تو آپ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی دربار میں بلوالیا تاکہ سوال وجواب کی صورت میں علمی گفتگو کے ذریعے خلیفہ کی اصلاح کی جائے۔ آپ نے 40 سوالات کیے جن کے مدلل جوابات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائے۔[175]

آپ نے طریقت کے مراحل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دو سال میں طے کیے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ہے، ”اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا“۔[176]

174... مناقب للموفق، ص 405
175... مناقب للموفق، ص 173
176... سوانح امامِ اعظم، ص 41

باب سوم(3) امامِ اعظم کی عقل وذہانت

عقل و دانائی اور ذہانت و تدبیر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے وہ نمایاں اوصاف ہیں جن کا موافق و مخالف سبھی نے اقرار کیا ہے۔ مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ، امام ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں،

امام علی بن عاصم رحمہ اللہ کا قول ہے، اگر روئے زمین کے آدھے انسانوں کے ساتھ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقل کو تولا جائے تو امامِ اعظم کی عقل وزنی نکلے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا، کسی عورت نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہ جنا۔

بکر بن حبیش رحمہ اللہ نے فرمایا، اگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام معاصرین کی عقلوں کا موازنہ کیا جائے تو امامِ اعظم کا پلہ بھاری رہے گا۔[177]

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذہانت سے متعلق چند واقعات امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ کی کتاب "مناقب الامام" اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی کتاب "الخیرات الحسان" سے پیشِ خدمت ہیں:-

01۔ پانی گرایا تو طلاق:

ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے آرہی تھی، اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے اس پیالے سے پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق، اور اگر اسے کسی اور کو پینے کے لیے دیا تو بھی تجھے تین طلاق۔ جب غصہ رفو ہوا تو خوب پچھتایا اور علماء کے پاس دوڑا۔ علماء نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر کار امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، اس پیالہ میں کپڑا ڈال کر بھگو لو، اس طرح تمہاری شرط بھی پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بچ جائے گی۔[178]

177... فتاوی رضویہ، 1/123

178... الخیرات الحسان، ص130

02۔ روشندان ناجائز اور دیوار توڑنا؟

ایک شخص نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں اپنے ہمسائے کے گھر کی طرف روشندان کھولنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، روشندان کھول لو۔ روشندان کھل گیا تو اس کا ہمسایہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس لے گیا، قاضی نے کہا، تم بند کر دو، اسے روشندان کھولنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ وہ شخص امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا، کوئی بات نہیں۔ اب جس دیوار پر روشندان ہے اس کو توڑ دو، اس کی قیمت میں ادا کر دوں گا۔ وہ دیوار اس کی تھی اس لیے وہ اسے توڑنے لگا۔ اسے حق پہنچتا تھا کہ اپنی دیوار توڑ دے اور کوئی دوسرا اسے روک نہیں سکتا تھا۔ اب اس کا مخالف ہمسایہ دوڑا دوڑا قاضی کے پاس پہنچا اور واقعہ بیان کیا۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا، دیوار اس کی ہے وہ اپنی دیوار توڑنے اور مرمت کرنے کا حق رکھتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس شخص نے کہا، آپ نے تو پہلے دریچہ کھولنے سے روکا تھا جو ایک معمولی بات تھی، مگر پوری دیوار توڑنے پر آپ اسے جائز قرار دے رہے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا، بات یہ ہے کہ تمہارا ہمسایہ اس شخص کے پاس جاتا ہے جو میرے فیصلوں کو غلط ثابت کرنے میں کمال رکھتا ہے۔ یہاں ابن ابی لیلیٰ نے نہ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کی علمی برتری کا اعتراف کیا بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر لیا۔[179]

03۔ رافضی اور یہودی کا رشتہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شہر کوفہ میں ایک رافضی رئیس تھا۔ بڑا مال و دولت رکھتا تھا، مگر وہ اپنی مجالس میں برملا کہتا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہودی تھے (معاذاللہ)۔ آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے، وہ امام صاحب کے علمی اور معاشرتی مقام سے واقف تھا۔ باتوں باتوں میں آپ نے

179...الخیرات الحسان، الثانی والعشرون، ص48

اس رافضی کو کہا، آج میں تمھاری بیٹی کے لیے ایک رشتہ لایا ہوں، وہ سید زادہ ہے اور بڑا دولت مند ہے۔ کتاب اللہ کا حافظ ہے اور رات کو اکثر حصہ بیدار رہ کر نوافل ادا کرتا ہے۔ وہ شب بھر میں سارا قرآن ختم کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہے، رافضی نے کہا، حضور ایسا رشتہ پھر ملنا مشکل ہے آپ جلدی کیجئے، اس میں رکاوٹ کونسی ہے، مجھے ایسے داماد کی بے حد ضرورت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں ایک خصلت ایسی ہے جسے آپ ناپسند کریں گے۔ اس نے پوچھا، وہ کونسی خصلت ہے؟ فرمایا کہ وہ مذہباً یہودی ہے۔ رافضی نے کہا کہ آپ عالم ہو کر مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں ایک یہودی سے اپنی بیٹی بیاہ دوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم ایک امیر اور شریف یہودی سے اپنی بیٹی بیاہنا پسند نہیں کرتے تو کیا نبی کریم ﷺ ایسے شخص سے اپنی دو بیٹیاں بیاہ سکتے تھے جو یہودی تھا۔ اس نے آپ کی باتیں سن کر توبہ کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق اپنے اعتقاد سے رجوع کیا۔ (180)

04۔ چور کا نام بتانے پر طلاق:

ایک دن امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نہایت مغموم اور پریشان شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت! رات کے وقت میرے گھر میں چور داخل ہو گئے، ان سے جس قدر مال اٹھایا جا سکتا تھا وہ اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ وہ میرے محلے کا رہائشی تھا۔ اس کا مصلیٰ میری مسجد میں ہے اور وہ باقاعدہ نماز پڑھتا ہے۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے، وہ آگے بڑھا اور مجھے رسیوں سے جکڑ لیا۔ اور مجھ سے قسم لی کہ اگر تم نے میرا نام افشاء کیا تو تیری بیوی کو تین طلاقیں ہو گی۔ پھر اس بات پر بھی حلف لیا کہ اگر تم نے میرا نام بتایا تو میرے گھر کا تمام مال اور سامان غربائے شہر کو تقسیم کرنا ہو گا، پھر اس نے کہا کہ میں اس کا نام بھی زبان سے نہ

180... مناقب للکردری، 1/161

نکالوں، نہ اشارہ کروں، نہ صراحت کروں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اگر اس کا نام کسی پر بھی ظاہر کیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کا اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہہ رہا ہوں ۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اب تم جاؤ اور میرے پاس ایسے شخص کو بھیجو جس پر تمھیں پورا پورا اعتماد ہو۔ اس نے جا کر اپنے بھائی کو بھیجا۔ امام صاحب نے اس کے بھائی سے فرمایا کہ تم حاکم وقت کے پاس جاؤ اور سارا قصہ بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ وہ پولیس بھیج دیں۔ پولیس حکم دے کہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے گزرتے جائیں۔ تم اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا کر دو، ہر ایک آدمی گزرتا جائے اور پولیس پوچھتی جائے کہ یہ تمھارا چور ہے؟ تمھارا بھائی "نہیں" کہتا جائے لیکن جب اصل چور گزرے تو تمہارا بھائی بالکل خاموش رہے۔ کوئی بات نہ کرے، کوئی اشارہ بھی نہ کرے، اس شخص کو پولیس گرفتار کرے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذہانت سے اس کی بیوی کو طلاق ہوئے بغیر چور پکڑا گیا اور اس کا چوری شدہ مال بھی واپس مل گیا۔[181]

05۔ سیڑھی پر چڑھی یا اتری تو طلاق:

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص کی بیوی سیڑھی پر کھڑی ہے۔ اس کے شوہر نے جھگڑے کے دوران اس سے کہا، اگر تو اوپر چڑھی تو تجھے طلاق ہے اور اگر نیچے اتری تو تجھے طلاق ہے۔ تو اب آپ فرمائیے کہ اس مسئلہ کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اس عورت سمیت سیڑھی اٹھالی جائے اور زمین پر رکھ دی جائے۔ اب عورت جہاں چاہے چلے پھرے، طلاق نہ ہو گی۔[182]

181...الخیرات الحسان، ص54

182...الخیرات الحسان، ص130

06۔ اہلِ کوفہ کو قتلِ عام سے بچالیا:

ضحاک بن قیس شیبانی حروری خارجیوں کا کمانڈر تھا۔ وہ عراق کے مختلف شہروں پر حملہ کرتا تو مسلمانوں کا قتل عام کر دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر کوفہ میں بھی آپہنچا اور جامع مسجد کوفہ میں بیٹھ گیا اور ایک فرمان جاری کیا کہ کوفہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔ اس وقت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ چادر اور قمیض پہنے مسجد میں تشریف لائے اور ضحاک سے کہا، میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ضحاک نے پوچھا، کیا بات ہے؟ آپ نے پوچھا، تم لوگوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو اور بچوں کو قید کرنے کا حکم کیوں دے رہے ہو؟ اس نے کہا، یہ سب مرتد ہیں ان کے ارتداد کی یہی سزا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ارتداد تو ایک دین سے دوسرے دین کے اختیار کرنے کا نام ہے۔ تم بتاؤ وہ پہلے کس دین پر تھے اور اب کس دین میں شامل ہوئے ہیں، کیا اب وہ اپنے پہلے دین میں نہیں رہے؟ ضحاک نے کہا، اپنے سوال کو پھر دہرائیے۔ آپ نے فرمایا، یہ لوگ پہلے کس دین پر تھے جسے چھوڑ کر اب دوسرے دین کو اختیار کر رہے ہیں؟ ضحاک نے کہا، واقعی یہ میری غلطی ہے۔ اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں میانوں میں کر لو اور کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ تھی امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذہانت جس نے سارے کوفہ والوں کو قتل ہونے سے بچالیا۔[183]

07۔ بیوی نہ بولی تو طلاق:

ایک مرتبہ امام اعمش رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا آدھی رات کے وقت جھگڑا ہو گیا تھا، آپ نے اپنی بیوی کو برا بھلا کہا اور سرزنش کی۔ جواب میں ناراضگی کے طور پر ان کی بیوی نے ان سے بات کرنا چھوڑ دی۔ وہ گفتگو کرتے تو چپ رہتی اور کوئی جواب نہ دیتی۔ صبح ہوئی تو عورت کا رویہ وہی رہا۔ امام

183...الخیرات الحسان، 139

اعمش رحمہ اللہ نے غصہ میں کہا، اگر آج رات ختم ہونے تک تم نے مجھ سے بات نہ کی تو تمہیں طلاق ہے ۔ وہ بھی بڑی ضدی تھی سارا دن بات نہ کی۔ رات ہوئی تو ان کی بیٹی نے کہا، اباجان سے کوئی بات کرو تا کہ یہ مصیبت ٹل جائے مگر اس نے پھر بھی بات نہ کی اور خاموش رہی۔ اب امام اعمش رحمہ اللہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ مغموم بھی ہوئے۔ وقت گزرنے پر ان کی پریشانی بڑھی کہ ان کی بیوی دن طلوع ہونے پر مطلقہ ہو جائے گی۔ اسی فکر میں خیال آیا، کیوں نہ اپنی اس غلطی اور پریشانی کا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جائے۔

چنانچہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنا کر فرمایا، اگر وہ صبح تک میرے ساتھ نہ بولی تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ وہ اس طریقہ سے مجھے چھوڑ دینا چاھتی ہے۔ ہم ایک طویل عرصے سے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور صاحب اولاد ہیں، آپ ایسا حل بتائیں جس سے معاملہ درست ہو جائے۔ آپ نے فرمایا، تسلی رکھیں آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور آپ مشکل سے نکل آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا۔ آپ نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا کہ تم ان کے گھر کے پاس والی مسجد میں طلوع سحر سے پہلے اذان دے آنا۔ اس کے بعد امام اعمش رحمہ اللہ گھر چلے گئے اور مؤذن نے قبل از وقت اذان دے دی۔ عورت نے اذان سن کر کہا، شکر ہے، اس بد اخلاق شخص سے جان چھوٹی۔ امام اعمش رحمہ اللہ نے کہا، تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئی، ابھی صبح ہونے میں کافی وقت ہے۔ یہ تو ایک حیلہ تھا جس سے تم بات کرنے پر رضامند ہو گئی اب تم سے میرا رشتہ قائم رہے گا۔[184]

08۔ قیمتی چیز بھول گیا:

ایک شخص نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، حضور میں نے ایک قیمتی چیز گھر میں رکھی تھی مگر بھول گیا ہوں اس کے لیے بڑا پریشان ہوں، آپ کوئی تدبیر کریں۔ آپ

184...مناقب للموفق، ص134

نے فرمایا، یہ کوئی شرعی مسئلہ تو نہیں، میں کیا کروں۔ وہ شخص آپ کی بات سن کر رونے لگا اور عرض کی، حضور کوئی تدبیر نکالیں۔ تمام رفقاء آپ کے ساتھ اس شخص کے گھر گئے۔ آپ نے فرمایا، تم لوگ بھی اپنی قیمتی چیزیں چھپا کر رکھتے ہو۔ بتاؤ اگر یہ گھر تمہارا ہو تو کس حصہ میں چیز چھپاؤ گے۔ کسی نے کوئی جگہ بتائی، کسی نے کوئی جگہ بتائی، کسی نے ایک جگہ نشان بنایا، کسی نے ایک جگہ لگایا۔ آپ نے بھی ایک جگہ نشان لگایا اور اسے کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہیں سے اس شخص کی قیمتی چیز برآمد ہو گئی۔[185]

09۔ بھولی چیز یاد آنے کا نسخہ:

اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، میں نے کچھ رقم ایک جگہ احتیاط سے رکھ دی تھی۔ اب مجھے سخت ضرورت ہے لیکن مجھے یاد نہیں آرہا کہ کس جگہ رکھی تھی۔ آپ کوئی تدبیر فرمایئے۔ آپ نے فرمایا، تم آج ساری رات نماز پڑھو۔ اس نے جا کر نماز پڑھنی شروع کی تو تھوڑی ہی دیر بعد اسے یاد آگیا کہ فلاں جگہ رقم رکھی تھی۔ چنانچہ اس نے رقم نکال لی۔ اگلے دن امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کی، حضور! آپ کی تدبیر سے مجھے رقم مل گئی۔ آپ نے فرمایا، شیطان کو یہ کب گوارا تھا کہ تم ساری رات نماز پڑھو اس لیے اس نے جلد یاد دلایا لیکن تمہارے لیے مناسب یہی تھا کہ تم رب تعالیٰ کے شکریے میں ساری رات نماز پڑھتے۔[186]

10۔ انڈا نہ کھانے کی قسم:

آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی انڈا نہ کھائے گا۔ پھر ایک دن اس نے یہ قسم کھالی کہ فلاں شخص کی جیب میں جو چیز ہے وہ ضرور کھائے گا پھر جب دیکھا تو اس شخص کی جیب میں سے انڈا نکلا، اب وہ اپنی قسم کیسے پوری کرے؟ اس پر امام اعظم نے فرمایا، اسے چاہیے کہ وہ انڈا مرغی کے نیچے رکھ دے اور جب چوزہ نکل آئے تو اسے پکا کر کھالے۔ اس

185...اخبار ابی حنیفہ، ص25 186...الخیرات الحسان، ص58

کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔[187]

11۔ چور پکڑا گیا:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک پڑوسی کا پالتو مور چوری ہو گیا تو اس نے آپ سے شکایت کی اور اس سلسلے میں مدد کی درخواست بھی کی۔ اسے محلے ہی کے کسی شخص پر شبہ تھا۔ آپ نے فرمایا، تم خاموش رہو، میں کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ آپ صبح مسجد تشریف لے گئے اور فرمایا، اس شخص کو شرم نہیں آتی جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر پھر نماز پڑھنے آتا ہے حالانکہ اس کے سر میں اس مور کا پر لگا ہوا ہوتا ہے۔ یہ سنتے ہی ایک شخص اپنا سر صاف کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا، اے بھائی! اس شخص کا مور اس کو واپس کر دو، چنانچہ اس نے وہ مور واپس کر دیا۔[188]

12۔ ایک درہم کی تقسیم:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ابن شبرمہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا، ایک شخص کے پاس کسی کا ایک درہم اور دوسرے شخص کے دو درہم تھے۔ ان تین درہموں میں سے دو درہم اس سے گم ہو گئے۔ اب اس ایک درہم کا کیا کیا جائے؟ انہوں نے کہا، اس درہم کو دونوں میں مساوی طور پر نصف نصف تقسیم کر دیا جائے۔ ابن مبارک نے پھر یہ مسئلہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا، ابن شبرمہ کا جواب درست نہیں کیونکہ تین درہم جب یکجا کر دیے گئے تو دونوں افراد کی شراکت ہو گئی۔ اب ضائع ہونے والے درہم دونوں کے ہیں یعنی ایک کا دو تہائی حصہ ضائع ہوا اور دوسرے کا ایک تہائی حصہ ضائع ہوا۔ پس باقی رہنے والے ایک درہم کے تین حصے کر دیے جائیں، دو تہائی دو درہم والے کو دیے جائیں اور ایک تہائی ایک درہم والے کو دیا جائے۔[189]

---

187 ... مناقب للموفق، ص148
188 ... عقود الجمان، ص275
189 ... الخیرات الحسان، ص121

13۔ کعبہ دیکھو تو یہ دعا مانگو:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کعبۃ اللہ پر جب پہلی نظر پڑے تو جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ اس موقع پر ہر شخص متردد ہوتا ہے کہ کون سی دعا مانگے اور کس دعا کو دوسری دعاؤں پر فوقیت دے۔ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بے مثل ذہانت سے اس مسئلہ کا بھی نہایت شاندار حل بتایا ہے۔ جب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پہلی بار بیت اللہ شریف کی حاضری کے لیے گئے اور آپ کی پہلی نظر کعبہ شریف پر پڑی تو آپ نے یہ دعا مانگی، "اے اللہ! مجھے مستجابُ الدعوات بنا دے۔ یعنی میں جو بھی دعا کروں وہ قبول ہو جائے"۔ (190)

امامِ اعظم کی فقہی بصیرت

بقول آزاد خیال مؤرخ نعمانی کے، "ہمارے تذکروں اور رجال کی کتابوں میں علماء کے وہ اوصاف جن کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے، تیزئ ذہن، قوتِ حافظہ، بے نیازی، تواضع، قناعت، زہد، تقویٰ غرض اس قسم کے اوصاف ہوتے ہیں لیکن عقل ورائے، فراست و تدبر کا ذکر تک نہیں آتا، گویا یہ باتیں دنیاداروں کے ساتھ مخصوص ہیں.......بلاشبہ اس خصوصیت کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تمام علماء میں ممتاز ہیں کہ وہ مذہبی امور کے ساتھ دنیاوی ضرورتوں کے بھی اندازہ دان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مذہب سلطنت و حکومت کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اسلام میں سلطنت و حکومت کے جو بڑے بڑے سلسلے قائم ہوئے، مذہباً اکثر حنفی ہی تھے"۔ (191)

ذیل میں امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ کی کتاب "مناقب الامام" اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی کتاب "الخیرات الحسان" سے سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت کے متعلق چند واقعات تحریر کیے جا رہے ہیں:

190...اخبار ابی حنیفہ، ص79

191...سیرۃ النعمان، ص113

14۔ وہاں نہ رہو جہاں راہنما نہ ہو:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ مجھے کسی کام سے کوفہ سے باہر جانا پڑا۔ وہاں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا، یہ بتایئے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے شراب کا گھڑا ٹوٹ جائے اور کوئی شخص اس سمت میں بیٹھا وضو کر رہا ہے جس سمت میں پانی بہتا ہے تو اس شخص کے وضو کا کیا ہو گا؟ آپ فرماتے ہیں، میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے اپنے نوکر سے کہا، چلو اس شہر سے نکل چلیں جہاں مسئلہ کا جواب نہ آئے اور کوئی راہنمائی کرنے والا بھی نہ ہو۔

چنانچہ کوفہ آکر یہ مسئلہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا، اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے۔ اگر بہتے ہوئے پانی سے شراب کی بو آرہی ہو یا پانی کا ذائقہ متغیر ہو تو وضو جائز نہیں ورنہ کوئی حرج نہیں۔ [192]

15۔ حاملہ فوت ہو جائے، بچہ زندہ ہو تو:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں کوفے کے فلاں محلے میں رہتا ہوں ۔رات کے پہلے حصے میں میری بہن فوت ہو گئی ہے اور بچہ اس کے پیٹ میں ہے اور وہ پیٹ میں حرکت کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، فوراً جاؤ اور عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال لو۔ وہ شخص سات سال بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بچہ تھا، اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ اسے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے بتایا کہ یہ وہی بچہ ہے جو آپ کے فتویٰ پر ماں کے پیٹ سے نکالا گیا تھا۔ یہ ساری زندگی آپ کا خادم رہے گا۔ اس کا نام ہم نے "نجا" رکھا ہے۔ [193]

16۔ ترکہ کی تقسیم اور ایک دینار:

ایک عورت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی ور کہنے لگی، میر ابھائی فوت ہو گیا ہے

192... مناقب للموفق، ص189

193... مناقب للموفق، ص195

اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑ گیا ہے، اس کی جائیداد میں سے مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے پوچھا، ترکہ کی تقسیم کس نے کی تھی؟ اس نے بتایا، حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ نے۔ آپ نے فرمایا، پھر یہی تمھارا حق بنتا ہے تمہیں اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، ایک بیوی، بارہ بھائی، والدہ اور ایک بہن (جو تو خود ہے) چھوڑے ہیں۔ اس نے کہا، ہاں وارث تو صرف یہی ہیں۔

آپ نے فرمایا، بیوی کے حصے دو تہائیاں اور وہ چھ سو دینار سے چار سو دینار لے گئی۔ ماں کو چھٹا حصہ ملا وہ ایک سو دینار لے گئی۔ بیوی کو آٹھواں حصہ ملا اور وہ پچھتر دینار لے گئی۔ باقی پچیس دینار رہ گئے ان میں سے چوبیس دینار بھائیوں کو ملے اور ایک دینار تمھارے حصے میں آئے گا۔[194]

17۔ میں بات نہیں کروں گا:

ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا تو اس نے غصہ میں قسم کھا کر کہا، میں تجھ سے اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک تو مجھ سے بات نہیں کرے گی۔ ادھر غصہ میں بیوی نے بھی قسم اٹھا کر وہی الفاظ کہے جو شوہر نے کہے تھے۔ غصہ دور ہوا تو دونوں کو بہت افسوس ہوا۔ شوہر پہلے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا اور ان سے یہ معاملہ عرض کیا۔ انھوں نے فیصلہ دیا کہ تم میں سے جس نے پہلے بات کی اسے کفارہ دینا ہو گا۔ پھر وہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، حضور! کوئی حل بتایئے۔ آپ نے فرمایا، تم دونوں آپس میں بات چیت کر سکتے ہو، کسی پر بھی کفارہ نہیں ہو گا۔

جب یہ بات سفیان ثوری رحمہ اللہ کو معلوم ہوئی تو وہ سخت ناراض ہوئے اور اس شخص سے فرمایا، پھر جا کر پوچھو۔ اس نے دوبارہ آ کر پھر یہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا۔ اس پر سفیان ثوری رحمہ اللہ نے پوچھا، آپ نے اس مسئلہ کا یہ جواب کیسے دیا؟ آپ نے فرمایا، مرد کے حلف اٹھانے

194...الخیرات الحسان، ص115

کے بعد جب عورت نے یہ کہا کہ میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی تو اس عورت نے بات تو کر دی لٰہذا اب مرد پر قسم واقع نہیں ہو گی، اس کی قسم تو ساقط ہو گئی اس طرح کسی پر بھی کفارہ نہیں ہو گا۔ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا، ابو حنیفہ! تم پر وہ علوم منکشف ہوئے ہیں کہ جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔[195]

18۔ آٹا ختم ہونے کی خبر پر طلاق:

امام اعمش رحمہ اللہ ایک بار اپنی بیوی کو غصہ میں یہ کہہ بیٹھے، اگر تم نے مجھے یہ خبر دی کہ آٹا ختم ہو گیا تو تمھیں طلاق، اگر آٹے کے ختم ہونے کے بارے میں کچھ لکھا، یا آٹا ختم ہونے کے متعلق کوئی پیغام دیا تو ان تمام صورتوں میں تمہیں طلاق۔ ان کی بیوی حیران رہ گئی کہ انہوں نے کیا کہہ دیا ہے۔ وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کیا جائے۔ اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل سے صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی نکال سکتے ہیں تم ان کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کرو۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آگئی اور تمام واقعہ سنایا۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں کیا مشکل ہے اس کا حل تو بہت ہی آسان ہے۔ تم رات کے وقت ان کے ازار بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلا باندھ دینا وہ خود ہی محسوس کریں گے کہ آٹا ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ صبح کے اندھیرے میں جب وہ شلوار پہننے لگے تو انہیں ازار بند کے ساتھ کچھ چیز لپٹی ہوئی محسوس ہوئی جب دیکھا تو وہ آٹے کا خالی تھیلا تھا۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگے، بخدا یہ ترکیب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں سوجھ سکتی۔ جب تک وہ زندہ ہے ہمیں شرمندہ کرتا رہے گا۔[196]

19۔ قاضی صاحب کی چھ غلطیاں:

کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ ایک دن عدالت سے فارغ ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے

195...الخیرات الحسان، ص120

196...الخیرات الحسان، ص121

میں انہوں نے دیکھا کہ ایک پاگل عورت کسی شخص سے جھگڑ رہی ہے اور گفتگو کے دوران اس نے اس شخص کو "اے زانی اور زانیہ کے بیٹے" کہہ دیا۔ قاضی صاحب نے اس عورت کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور پھر مجلسِ قضا میں واپس آکر حکم دیا کہ اس عورت کو مسجد میں کھڑی کر کے درے لگائیں اور دو حدیں ماریں۔ یہ بات جب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا، ابن ابی لیلیٰ نے اپنے فتویٰ میں کئی غلطیاں کی ہیں۔

وہ مجلسِ قضا سے اٹھ کر واپس آئے اور دوبارہ عدالت لگائی یہ آئینِ عدالت کے خلاف ہے۔ اس شخص کے ماں باپ کو گالیوں پر حدیں جاری کیں حالانکہ مدعی وہ شخص نہیں بلکہ اس کے والدین ہونے چاہیے تھے۔ ایک ساتھ دو حدیں نافذ کی گئیں حالانکہ ایک ساتھ دو حدیں نافذ نہیں ہو سکتیں۔ عورت کو کھڑا کر کے حد قائم کی گئی حالانکہ عورت کو کھڑا کر کے حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ پاگل عورت پر حد قائم نہیں کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ مرفوع العقل اور مرفوع العلم ہوتی ہے۔ مسجد میں حد قائم کی حالانکہ مسجد میں حد قائم نہیں کی جاسکتی۔ علی بن عیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت سے ہم حیران رہ گئے۔[197]

20۔ بیویاں تبدیل ہو گئیں:

کوفہ میں ایک امیر شخص نے بڑی دھوم دھام سے اپنی دو بیٹیوں کا دو سگے بھائیوں سے نکاح کیا۔ رات کو غلطی سے دلہنیں بدل گئیں یعنی ایک بھائی کی منکوحہ دوسرے کے پاس اور دوسرے کی منکوحہ پہلے کے پاس چلی گئی۔ دونوں نے شب باشی کی۔ صبح ہوئی تو یہ راز فاش ہوا اور ہر ایک کو سخت پریشانی ہوئی۔ ولیمہ کی دعوت میں اکابر علماء مدعو تھے۔ میزبان نے یہ مسئلہ علماء کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا، "ہر شخص نے جس سے وطی کی ہے اسے مہر دے اور پھر اپنی

197...الخیرات الحسان، ص135

زوجہ واپس لے اور دوسری مرتبہ اسے مہر دے۔ اس سے ان کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا"۔ امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس مسئلہ کا حل پوچھا۔

آپ نے ان دونوں بھائیوں کو جن کا نکاح ہوا تھا علیحدہ علیحدہ بلایا اور ان سے پوچھا کہ رات جو لڑکی تمہارے ساتھ رہی، اگر وہی تمہارے نکاح میں رہے تو کیا تمہیں پسند ہے؟ ہر ایک نے کہا، ہاں مجھے پسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا، تم دونوں اپنی اپنی بیوی کو یعنی جس سے تمہارا نکاح ہوا، اسے طلاق دے دو اور پھر جس سے وطی کی ہے اس سے نکاح کر لو۔ شرعاً مسئلہ کا وہ حل بھی ٹھیک تھا جو سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بتایا مگر اس سے کئی خرابیاں پیدا ہوتیں۔ ایک تو دل میں اس سے تعلق برقرار رہتا جس سے وطی کی اور دوم یہ بات غیرت وحمیّت کے خلاف ہوتی اور اس طرح ازدواجی رشتہ مستحکم بنیاد پر قائم نہ ہوتا۔ امامِ اعظم نے مصلحت وحکمت پر مبنی حل بتایا جس سے لوگ عش عش کر اُٹھے۔

امام مسعر رحمہ اللہ نے اٹھ کر امام اعظم کی پیشانی چوم لی اور فرمایا، "لوگو! مجھے اس شخص کی محبت میں ملامت کرتے ہو مگر آج اس شخص نے مجھے اور سفیان ثوری رحمہا اللہ کو بھی مطمئن کر دیا ہے، اللہ اسے خوش رکھے"۔[198]

امامِ اعظم کی حاضر جوابی

علامہ ذہبی شافعی، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت کے متعلق فرماتے ہیں، کان من اذکیاء بنی آدم۔[199] یعنی "اولادِ آدم میں جو لوگ نہایت عقلمند گذرے ہیں، امامِ اعظم اُنہیں میں سے ایک ذہین ترین شخص تھے"۔

کسی حاسد کی سازش کو اپنی عقل ودانش سے ناکام بنا دینا یا فوری طور پر کسی معاملہ کی تہہ تک پہنچ جانا یا اپنی حاضر جوابی سے کسی کو ہدایت کا راستہ دکھا دینا، یہ سب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی کی عقل ودانش

198...الخیرات الحسان، ص109

199...اخبار ابی حنیفہ، ص121

کے جلوے ہیں۔

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی سے متعلق چند واقعات امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ کی کتاب ''مناقب الامام'' اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی کتاب ''الخیرات الحسان'' سے پیشِ خدمت ہیں:

21۔ حق معلوم ہو جائے تو مان لو:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ ایک جگہ بیٹھے تھے، امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ میں ایسی گفتگو شروع کی کہ ابن ابی لیلیٰ کو مزید بات کرنے کی گنجائش نہ ملی، مگر وہ اپنے علم کی گرمی میں کہتے رہے، میں اپنے نظریے سے رجوع نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا، اگر اس مسئلے میں خطا یا غلطی سامنے آئے تو بھی رجوع نہیں کرو گے؟ ابن ابی لیلیٰ نے کہا، یہ تو میں نے نہیں کہتا۔ پھر امام صاحب نے فرمایا، آپ اپنی غلطی تسلیم کریں یا نہ کریں مگر میں نے آپ کی غلطی واضح کر دی ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا، مجھے پھر سوچنے دو۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حق و صواب معلوم کر لینے کے بعد مزید سوچنے کی گنجائش نہیں رہتی۔[200]

22۔ حق کی تعمیل میں پوچھنا کیوں؟

ابو العباس طوسی، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھا۔ امام بھی جانتے تھے کہ اس کے خیالات کیا ہیں۔ ایک دن حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ عباسی خلیفہ کے دربار میں بیٹھے تھے اور بھی بیشمار لوگ موجود تھے۔ طوسی نے کہا کہ آج میں ابو حنیفہ کو قتل کرا دوں گا۔ وہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوا، امیر المومنین کبھی ہم میں سے کسی کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کسی کو قتل کر دے۔ اور ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ واقعی مجرم ہے یا نہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں خلیفہ کا حکم ماننا چاہیے یا نہیں؟ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے ابو العباس! امیر المومنین حق کا حکم دیتے ہیں یا باطل کا؟ اس نے مجبوراً

200... مناقب للموفق، ص 147

کہا، حق کا۔ آپ نے فرمایا، پھر حق کی تعمیل میں پوچھنا کیوں ؟ طوسی، امام اعظم رضی اللہ عنہ کو جس جال میں پھنسانا چاہ رہا تھا آپ کی حاضر جوابی سے خود اسی جال میں پھنس گیا۔[201]

23۔ آپ کے شاگردوں کی حاضر جوابی:

یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کوفے کے قاضی تھے۔ کوفہ میں ان کا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح کا اثر قائم نہ ہو سکا تو کہا کرتے تھے، "تعجب ہے کہ کوفہ والے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اشاروں پر کیوں حرکت کرتے ہیں ؟"۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد بھیجے جن میں امام زُفر اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہما بھی تھے۔ انھوں نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کی رائے اس شخص کے بارے میں کیا ہے جو دو اشخاص کا مشترکہ غلام ہو اور ایک نے اسے آزاد کر دیا ہو۔ قاضی صاحب نے کہا، ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں دوسرے شریک کو نقصان دینا ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے۔

انھوں نے دریافت کیا، اگر دوسرا شریک آزاد کر دے تو؟ قاضی صاحب نے کہا، یہ جائز ہے اب غلام آزاد ہو جائے گا۔ انھوں نے کہا، آپ نے خود اپنے قول کی مخالفت کر دی۔ کیونکہ جب ایک شریک نے آزاد کیا تو آپ کے نزدیک اس کا آزاد کرنا بے کار تھا چنانچہ وہ غلام ہی رہا۔ اب دوسرے نے اس کو بحالت غلامی آزاد کیا تو صرف اس کے آزاد کرنے سے وہ کیونکر آزاد ہو سکتا ہے؟ قاضی صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے۔[202]

24۔ قبر میں کیا کہو گے؟

ایک دن عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کا مجمع تھا اور وہاں امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے ایمان کے بارے میں گفتگو کا آغاز کیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا

201...اخبار ابی حنیفہ، ص162

202...اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص40

، کیا تو مومن ہے ؟ اس نے کہا، مجھے امید ہے کہ میں مومن ہوں۔ (اُس دور میں بعض لوگ خود کو قطعی طور پر اور یقین سے مومن نہیں کہتے تھے) آپ نے فرمایا، اگر قبر میں منکر نکیر نے تمھارے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو کیا وہاں بھی یہی کہو گے ؟ وہ شخص حیران ہو گیا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کس قدر آسان طریقے سے یہ علمی مسئلہ حل کر دیا ہے۔[203]

25۔ خلیفہ کی بیعت مؤثر نہیں:

ایک دن خلیفہ منصور عباسی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دربار میں بلایا۔ منصور کا پرسنل سیکریٹری ربیع آپ کا مخالف تھا اور آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا تھا۔ اس نے منصور سے کہا، یہی وہ شخص ہے جو آپ کے جد امجد (عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) کی مخالفت کرتا ہے۔ آپ کے دادا فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص قسم کھا کر استثناء کرے یعنی ایک یا دو دنوں کے بعد ان شاء اللہ کہہ لے تو وہ قسم میں داخل سمجھا جائے گا اور قسم کا پورا کرنا ضروری نہ ہو گا، مگر ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ کا لفظ قسم کے ساتھ ہو تو قسم کا حصہ ہے ورنہ بے کار و بے اثر ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، امیر المومنین! ربیع کا یہ خیال ہے کہ آپ کے تمام لشکر کی بیعت آپ کے ساتھ مؤثر نہیں۔ خلیفہ نے کہا، وہ کیسے ؟ آپ نے فرمایا، ان کا خیال ہے کہ لوگ آپ کے ہاں بیعت کی قسم تو کھاتے ہیں مگر بعد میں گھروں میں جا کر استثناء کر لیتے ہیں یعنی ان شاء اللہ کہہ لیتے ہیں، اس طرح ان کی قسمیں بے اثر ہو جاتی ہیں اور ان پر شرعاً کچھ مؤاخذہ نہیں رہتا۔ یہ سن کر خلیفہ منصور ہنس پڑا اور ربیع سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، تم امام ابو حنیفہ کو نہ چھیڑا کرو، ان پر تمہارا داؤ نہیں چل سکتا۔ جب دونوں باہر آئے تو ربیع کہنے لگا، آج تو آپ میری جان ہی لے چلے تھے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ تو تمہارا ارادہ تھا، میں نے تو صرف مدافعت کی ہے۔[204]

203...اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص36
204...الخیرات الحسان، ص128

26۔ طلاق میں شک ہو تو:

ایک شخص کو اپنی بیوی کی طلاق میں شک واقع ہوا تو اس نے قاضی شریک رحمہ اللہ سے مسئلہ دریافت کیا۔ جواب ملا، اُس کو طلاق دے کر رجوع کر لو۔ پھر اس نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا، یہ کہہ دو کہ اگر میں نے تجھ کو طلاق دی ہے تو میں نے تجھ سے رجوع کیا، اور پھر امام زُفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا، جب تک تمھیں طلاق کا یقین نہ ہو وہ تمھاری بیوی ہے۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ان تینوں جوابات کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، ثوری نے تمھیں ورع اور تقویٰ کی بات بتائی اور زفر نے ٹھیک فقہ کی بات کہی اور شریک، تو ان کی مثال ایسے شخص کی ہے جس سے کوئی پوچھے کہ مجھے پتا نہیں کہ میرے کپڑے پر نجاست ہے یا نہیں تو وہ کہہ دے کہ کپڑے پر نجاست ہے آپ دھولیں۔ (205)

27۔ ایک رافضی سے مکالمہ:

کوفہ میں ایک بوڑھا رافضی تھا جو ہر وقت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دل آزاری اور طعن و تشنیع کرتا تھا۔ وہ ''شیطان الطاق'' کے نام سے مشہور تھا۔ بڑا باتونی اور بات سے بات نکالنے والا تھا۔ ایک دن امامِ اعظم رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے اور یہ رافضی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا، ابو حنیفہ! تمہارے استاد فوت ہو گئے ہیں، شکر ہے، ہم نے اس شخص سے نجات پائی۔ (حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ کو فوت ہوئے ایک ماہ گزرا تھا) آپ نے فرمایا، ہمارے استاد تو فوت ہوتے رہیں گے مگر تمہارا استاد ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْمُنْظَرِیْن کہہ کر مہلت دی ہے، وہ قیامت تک نہیں مرے گا۔ یہ بات سن کر وہ شیطان جس غسل خانے میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نہا رہے تھے، ننگا ہو کر داخل ہو گیا۔ امام

205...الخیرات الحسان، ص133

صاحب نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے کہا ابو حنیفہ! تم کب سے اندھے ہوئے ہو؟ فرمایا، جس دن سے اللہ تعالیٰ نے تیری غیرت اور حیا کو ختم کر دیا ہے۔ پھر آپ نے منہ پھیر لیا اور یہ شعر پڑھا،

ترجمہ: "میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور میری نصیحت میں حکمت و دانائی ہے۔ میں ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا جس میں بڑائی ہو۔ اے اللہ کے بندو! اپنے اللہ سے ڈرو، حمام میں ننگے نہ آجایا کرو بلکہ کپڑا باندھ کر آیا کرو"۔[206]

28۔ قرأت خلف الامام پر مناظرہ:

ایک دن بہت سے لوگ جمع ہو کر آئے کہ وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے پر مناظرہ کریں۔ آپ نے فرمایا، میں اتنے آدمیوں سے تو بیک وقت بات نہیں کر سکتا نہ ہی ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔ آپ ایسا کریں کہ سب کی طرف سے ایک سمجھ دار عالم مقرر کر لیں جو اکیلا مجھ سے بات کرے۔ انھوں نے ایک بڑا عالم منتخب کیا جو آپ سے بات کرے۔ آپ نے سب سے فرمایا، کیا یہ عالم جو بات کرے گا وہ آپ سب کی طرف سے ہو گی اور کیا اس کی ہار جیت آپ کی ہار جیت ہو گی؟ ان سب نے کہا، ہاں! ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔

آپ نے فرمایا، جب تم نے یہ بات مان لی تو پھر تمہارا مسئلہ حل ہو گیا۔ تم نے میرے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے حجت قائم کر دی ہے۔ کہنے لگے، وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا، "تم نے خود اپنی طرف سے ایک آدمی منتخب کیا اور فیصلہ کیا کہ اس کی ہر بات تمہاری بات ہو گی، اس کی ہار جیت تمہاری ہار جیت ہو گی، ہم بھی نماز کے دوران اپنا امام منتخب کرتے ہیں۔ اس کی قرأت ہماری قرأت ہوتی ہے، وہ بارگاہ خداوندی میں ہم سب کی طرف سے نمائندہ ہوتا ہے"۔ انہوں نے آپ کی دلیل کو تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے۔

206... شم العوارض فی ذم الروافض، ص80

یہ بات ذہن نشین رہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جو مسئلہ عقلی طور پر سمجھایا وہ دراصل اس حدیث کی تشریح ہے، "جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے"۔ اس عنوان پر تفصیلی گفتگو نمازِ حنفی کے عنوان کے تحت کی جائے گی۔(207)

29۔ طاقتور ترین صحابی کون؟

حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک رافضی مسجد میں آگیا، جو کوفے میں شیطان طاق (باتونی شیطان) کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے آتے ہی پوچھا! ابو حنیفہ! تمام لوگوں میں طاقتور ترین انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا، ہمارے عقیدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمہارے عقیدہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ رافضی نے کہا، یہ تو آپ نے الٹی بات کہہ دی۔

آپ نے فرمایا، الٹی بات تو نہیں کہی، سچی بات کہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے سخت کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اعلانِ خلافت کے بعد انہیں حقدارِ خلافت تسلیم کر کے ان سے برضا و رغبت بیعت کر لی۔ تم شیعہ کہتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ساتھ ہی یہ کہتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا حق چھین لیا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ اپنا حق لیتے۔ اس طرح تمہارے نزدیک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ زیادہ طاقتور تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غالب رہے۔ رافضی آپ کا جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا اور مسجد سے کھسک گیا۔(208)

30۔ دہریوں کو وجودِ خدا کا ثبوت دیا:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہاں خارجی، رافضی اور دوسرے بد عقیدہ لوگ موجود تھے وہاں بے دین، دہریے اور ملحد بھی موجود تھے۔ وہ چاہتے تھے جب بھی موقعہ ملے تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں۔ ایک دن آپ مسجد میں اکیلے تشریف فرما تھے۔ اچانک خارجیوں کا ایک

207… عقود الجمان، ص283
208… مناقب للموفق، ص142

گروہ اندر آگیا اور آتے ہی آپ کے سامنے تلواروں اور چھریوں کی نمائش کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو پھر جو جی میں آئے کرلینا۔ آپ نے فرمایا،

مجھے بتاؤ، اس کشتی کے متعلق تم کیا کہو گے جو سامان سے لدی ہوئی دریا میں چل رہی تھی، اس کشتی کو طوفانی ہواؤں اور موجوں نے گھیر لیا مگر وہ اس کے باوجود اپنے راستہ پر چلتی رہی حالانکہ اس کا کوئی ملاح یا چلانے والا نہیں تھا۔ اس پر ایسا کوئی آدمی بھی نہیں تھا جو کشتی کا رخ پھیر کر طوفانوں کی زد سے کسی دوسری طرف لے جائے۔ کیا تمہاری عقل یہ تسلیم کرتی ہے کہ اس کے باوجود کشتی طوفانوں کے درمیان سیدھی منزل کی طرف چلتی جائے۔ ان سب نے کہا، عقل نہیں مانتی۔ آپ نے فرمایا ،جب تمہاری عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ ایک کشتی کسی چلانے والے یا ملاح کے بغیر طوفانوں میں اپنا راستہ خود نہیں بنا سکتی تو اتنی بڑی کائنات جس میں مختلف اقسام کے تغیرات اور طوفان ہیں ، وہ کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح قائم رہ سکتی ہے ؟

آپ کی بات سن کر دہریے جو آپ کو قتل کرنے آئے تھے ،لاجواب ہوگئے اور انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے سامنے اپنے عقائد سے توبہ کرلی۔ (209)

31۔ خارجیوں کی توبہ:

ایک وقت آیا کہ خارجیوں نے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ ان کے ایک دستے نے سب سے پہلے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کوفہ کے امام الائمہ ہیں۔ اگر آپ قابو آ گئے تو کسی دوسرے کو علمی مزاحمت کی جرأت نہ ہو گی۔ خارجیوں کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ جو ان کے عقیدہ پر یقین نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں رہتا۔ انہوں نے کہا، تم کفر سے توبہ کرو۔ آپ نے فرمایا، میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں چند لوگوں نے کہا، امام اعظم تمہیں جُل دے کر چھوٹ گئے وہ تو تمہیں کافر سمجھتے ہیں اور انہوں نے تمہارے کفر سے توبہ کی ہے۔

209...الخیرات الحسان، ص158

خارجیوں نے آپ کو گھر سے پھر گرفتار کر لیا اور پوچھا، آپ نے تو ان عقائد سے توبہ کی ہے جن پر ہم ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا، یہ بات تم نے لوگوں کے بھڑکانے پر گمان سے کہہ دی ہے یا ایمان اور یقین سے؟ انہوں نے کہا، ہم گمان سے کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تو اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ فرماتا ہے یعنی بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تم نے تو گناہ کیا ہے کہ مجھ پر بد گمانی کی اور تمہارا عقیدہ ہے کہ ہر گناہ کفر ہے پہلے تم اس کفر سے توبہ کرو۔

خارجیوں کے سردار نے کہا، اے شیخ آپ صحیح کہہ رہے ہیں ہم کفر سے توبہ کرتے ہیں مگر آپ بھی کفر سے توبہ کریں۔ آپ نے اعلان کیا، میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ اس پر خوارج نے آپ کو پھر چھوڑ دیا۔

آپ کے دوسری بار توبہ کرنے پر خارجی سمجھے کہ آپ نے اپنے کفریہ عقیدہ سے توبہ کا اعلان کیا ہے حالانکہ آپ نے تو دوبارہ بھی اُنہی کے کفریہ عقائد سے توبہ فرمائی تھی۔[210]

32۔ خصی کے تین سوال:

ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ کا ایک خادم امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بغض اور کینہ رکھتا تھا اور جہاں بیٹھتا آپ کے خلاف گفتگو کرتا۔ خلیفہ کے منع کرنے پر بھی وہ باز نہ آیا۔ ایک دن اس نے منصور سے کہا کہ میں آپ کے سامنے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے تین سوال کرنا چاہتا ہوں اگر انہوں نے صحیح جواب دے دیئے تو آئندہ ان کی برائی نہیں کروں گا۔

منصور نے امام صاحب کو بلایا اور خادم کو کہا کہ سوال کرو۔ پہلا سوال یہ تھا کہ دنیا کا درمیان (محور) کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ جگہ یہی ہے جہاں تو بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے دوسرا سوال کیا، دنیا میں سروں والی مخلوق زیادہ ہے یا پاؤں والی؟ آپ نے فرمایا، سروں والی مخلوق زیادہ ہے۔ تیسرا سوال یہ کیا

210... شم العوارض فی ذم الروافض، ص81

کہ اس کائنات پر مرد زیادہ ہیں یا عورتیں؟ آپ نے فرمایا، دونوں زیادہ ہیں مگر تم بتاؤ کہ تم مرد ہو یا عورت؟ تم کس جنس سے تعلق رکھتے ہو؟ کیونکہ خصی (نامرد) بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ یہ سن کر وہ خادم مبہوت ہو کر رہ گیا (کیونکہ اس کا خصی ہونا لوگوں کو معلوم نہ تھا)۔[211]

33۔ سیاہ بال چن لو:

علی بن عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، سفید بال چن لے۔ حجام نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ جہاں سے سفید بال چنے جاتے ہیں وہاں کئی اور سفید بال اگ آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا پھر سیاہ بال چن لے تاکہ سیاہ بالوں کا غلبہ ہو جائے اور سفید ختم ہو جائیں۔ یہ بات اگرچہ مزاحیہ تھی۔ مگر جب قاضی شریک رحمہ اللہ کو یہ لطیفہ سنایا گیا تو انہوں نے ہنس کر فرمایا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تو حجام کو بھی اپنے قیاس سے لاجواب کر دیا۔[212]

امامِ اعظم کا علمی تبحر

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ علم کا ایک بہت بڑا خزانہ تھے۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل میں آپ کا ذہن اس تیزی کے ساتھ صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتا کہ دوسرے لوگ حیران رہ جاتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مسائل کسی سے حل نہیں ہو سکتے، وہ آپ نہایت آسانی سے حل فرما دیا کرتے۔ آپ مناظرے اور مباحثے میں اپنے مدمقابل پر چھا جاتے اور اسے لاجواب کر دیتے تھے۔

علامہ موفق مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ دین کے مسائل حل کرنے میں علماء وقت کے سردار تھے مگر بعض نکات اور بعض مشکل سوالات کے فوری اور فی البدیہہ جواب دے کر انہوں نے ذہانت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

211... مناقب للموفق، ص136
212... مناقب للموفق، ص143

ذیل میں امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ کی کتاب "مناقب الامام" اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی کتاب "الخیرات الحسان" سے چند واقعات تحریر کیے جارہے ہیں جن سے سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علمی تبحر کا ہلکا سا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

34۔ یہ مومن ہے یا کافر:

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے جنت کی کوئی امید نہیں، میں اللہ سے نہیں ڈرتا، مجھے دوزخ کی کوئی پروا نہیں، مردار کھاتا ہوں، نماز میں رکوع و سجود نہیں کرتا۔ میں اس چیز کی گواہی دیتا ہوں جسے میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ میں حق سے نفرت کرتا ہوں اور فتنے سے محبت کرتا ہوں۔

آپ نے اپنے شاگردوں کی طرف دیکھا اور متوجہ ہو کر فرمایا، اس شخص کی ان باتوں کا کیا جواب ہے؟ بعض شاگردوں نے کہا، ایسا شخص تو کافر ہو گیا، بعض خاموش رہے۔

آپ نے اس گفتگو کو اس انداز میں سلجھایا اور فرمایا،

یہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا صرف اللہ کی ذات کی امید رکھتا ہے۔ جنت سے اللہ کی محبت اور امید بڑھ کر ہے۔

وہ مردار کھاتا ہے یعنی مچھلی ذبح کیے بغیر کھاتا ہے اور بغیر رکوع اور سجود کے نماز ادا کرتا ہے یعنی نمازِ جنازہ۔

وہ بلا دیکھے گواہی دیتا ہے، اس نے اللہ کو نہیں دیکھا مگر اس کی ذات کی گواہی دیتا ہے۔ یہ اس قیامت کی بھی گواہی دیتا ہے جسے اس نے نہیں دیکھا۔

وہ حق سے نفرت کرتا ہے، موت حق ہے اور وہ موت سے نفرت کرتا ہے۔

وہ فتنے سے محبت کرتا ہے، یعنی اسے اپنی اولاد سے محبت ہے جو ایک فتنہ ہے۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر وہ شخص اٹھا اور آپ کے سر کو چوما اور کہا،

"میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ علم کے سمندر ہیں، ذہانت کے دریا ہیں۔ میں آپ سے متعلق جو خیالات رکھتا تھا، ان سے توبہ کرتا ہوں"۔[213]

35۔ حضرت قتادہ سے مذاکرہ:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے تو لوگوں کو جمع کیا اور درس کی ایک مجلس منعقد کی۔ عظیم مجمع ہو گیا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھ سے فقہ کا کوئی سوال پوچھیں۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا، اے ابو الخطاب! جو شخص سفر پر جائے اور پھر اس کی کوئی خبر نہ ملے اس کی بیوی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا، وہ عورت چار سال تک انتظار کرے اور اس کا شوہر واپس آجائے تو بہتر ورنہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔ آپ نے پوچھا، اگر اس کا خاوند چار سال کے بعد آجائے اور اپنی بیوی کو کہے، اے زانیہ تو نے کیوں نکاح کر لیا جب کہ میں ابھی زندہ ہوں؟ پھر اس کا دوسرا شوہر کھڑا ہو کر کہے کہ اے زانیہ تو نے کیوں نکاح کیا جبکہ تیرا شوہر سامنے کھڑا ہے؟ بتایئے یہ عورت کیا کرے گی اور کس کی منکوحہ ٹھہرے گی اور اس کے ساتھ کون لعان کرے گا؟

قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا یہ صورت پیش بھی آئی ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں لیکن علماء کو پہلے سے تیار رہنا چاہیے تاکہ وقت پر تردد نہ ہو۔

یہ سن کر قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان مسائل کو چھوڑو اور مجھ سے قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کرو۔ آپ پھر کھڑے ہوئے اور کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ [214]

"اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل

213...الخیرات الحسان، ص127

214...پ19، نمل:40

مارنے سے پہلے"۔ اس آیت میں کون شخص مراد ہے؟ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، آصف بن برخیا جو اسمِ اعظم جانتے تھے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا سلیمان علیہ السلام اسم اعظم جانتے تھے؟ فرمایا، نہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا ایک نبی کے دربار میں ان کا امتی ان سے بڑھ کر کتاب کا علم رکھتا تھا؟ یہ سن کر قتادہ رضی اللہ عنہ ناراض ہوگئے اور کہا، مجھ سے علم کلام کے بارے میں سوال کریں۔

آپ نے پھر کھڑے ہو کر کہا، کیا آپ مومن ہیں؟ انہوں نے فرمایا، ان شاء اللہ، میں مومن ہوں۔ (اکثر محدثین احتیاط کے طور پر اپنے آپ کو قطعی مومن نہیں کہتے تھے) آپ نے پوچھا، آپ نے یہ قید کیوں لگائی؟ (کہ ایمان تو یقین کا نام ہے) انہوں نے جواب میں فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ۔ "مجھ کو امید ہے کہ خدا قیامت کے دن میرے گناہوں کو معاف فرمادے گا"۔[215]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا، اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ "کیا آپ اس پر ایمان نہیں رکھتے"۔[216] تو انہوں نے جواب میں بلیٰ کہا تھا یعنی ہاں میں مومن ہوں۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تقلید کیوں نہ کی؟ قتادہ رضی اللہ عنہ اس بات پر لاجواب ہوگئے اور مجلس چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے۔[217]

36۔ خارجیوں سے طویل مناظرہ:

حضرت حماد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علمی ادراک کی خبر جب خوارج کو پہنچی اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ آپ فسق کی وجہ سے اہلِ قبلہ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے تو ان کے ستر آدمی ایک وفد کی صورت میں آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے پاس لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور آپ کے پاس بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ انہوں نے چلا کر کہا، حضرت ہم ایک

215...پ19، شعراء:82

216...پ3، بقرہ:260

217...مناقب للموفق، ص171

ملت پر ہیں، آپ اپنے لوگوں کو کہیں کہ وہ ہمیں ملاقات کے لیے قریب آنے کا موقع دیں۔

جب یہ لوگ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو سب نے میانوں سے تلواریں نکال لیں اور کہا، تم اس امت کے دشمن ہو، تم اس امت کے شیطان ہو۔ ہمارے نزدیک ستر آدمیوں کے قتل کرنے سے تم جیسے تنہا شخص کو قتل کر دینا بہتر ہے لیکن ہم قتل کرتے وقت ظلم نہیں کریں گے۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھے انصاف دینا چاہتے ہو؟ اگر یہ بات درست ہے تو پہلے اپنی تلواریں میانوں میں کر لو۔ وہ کہنے لگے، ہم انہیں میانوں میں کیوں کر لیں ہم تو انہیں آپ کے خون سے رنگین کرنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، چلو تم اپنا سوال کرو۔ وہ کہنے لگے، مسجد کے دروازے پر دو جنازے آئے ہیں، ایک ایسا شخص ہے جس نے شراب کے نشے میں دھت ہو کر جان دی۔ دوسری ایک عورت کی لاش ہے جس نے زنا کروایا اور اس کے پیٹ میں حرام کی اولاد ہے اس نے شرمساری سے بچنے کے لئے خودکشی کر لی۔ کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟

آپ نے پوچھا، کیا وہ دونوں مرنے والے یہودی تھے؟ کہا، نہیں۔ فرمایا، کیا وہ نصرانی تھے؟ کہا، نہیں۔ فرمایا، کیا وہ مجوسی تھے؟ کہا، نہیں۔ فرمایا، تو وہ کس دین اور کس مذہب پر تھے؟ کہنے لگے، اس دین پر جس کی تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

امامِ اعظم نے فرمایا، تم خود گواہی دے رہے ہو کہ وہ ملتِ اسلام پر تھے، اب یہ بتاؤ کہ ان کا ایمان تہائی تھا یا چوتھائی یا پانچواں حصہ تھا؟ وہ کہنے لگے، ایمان کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا، عجیب بات ہے جب تم خود ہی اقراری ہو کہ وہ مومن تھے پھر پوچھتے ہو کہ ان کی نماز پڑھی جائے یا نہیں۔ انہوں نے بوکھلا کر کہا، ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟

آپ نے فرمایا، جب تم ان کے مومن ہونے کے اقرار کے بعد بھی سوالات کرنے سے باز نہیں آتے تو سنو، میں ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو ابراہیم علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں کہا تھا جو

جرم میں اِن سے بڑھ کر تھی۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾

"تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے"۔ (218)

پھر ان کے بارے میں مجھے یہی کہنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے متعلق کہا تھا جو ان سے جرم میں بڑھ کر تھے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

"اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا"۔ (219)

میں ان سے حضرت نوح علیہ السلام کے فرمان کے مطابق سلوک کروں گا۔ آپ نے فرمایا تھا، "کافر بولے، کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کمینے ہوئے ہیں؟ فرمایا، مجھے کیا خبر ان کے کام کیا ہیں، ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اگر تمہیں سمجھ ہو، اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں، میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا"۔ (220)

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ان زبردست دلائل کے سامنے خوارج نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس مجلس میں اعلان کیا کہ آج ہم ان تمام نظریاتِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جس پر اب تک ہم عمل پیرا تھے اور ہم آپ کے نظریات کی روشنی میں دین اسلام کو اختیار کرتے ہیں۔

پس جب خوارج کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہوا تو اپنے خیالات سے توبہ کر کے روانہ ہوا اور انہوں

218...پ13، ابراہیم:36

219...پ7، مائدہ:118

220...پ19، شعراء:111-115

نے اہلسنّت وجماعت کے عقائد اختیار کر لیے۔[221]

37۔ امام اوزاعی سے گفتگو:

امام اوزاعی اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہما کی مکّہ معظّمہ میں ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی نے امامِ اعظم سے کہا، کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے؟ امامِ اعظم نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کوئی صحیح روایت نہیں۔ امام اوزاعی نے کہا، کیسے نہیں حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہ سالم سے، سالم اپنے والد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب نماز شروع کرتے، جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس کے جواب میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم سے حماد نے حدیث بیان کی، وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صرف افتتاحِ نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعی نے کہا کہ میں عن الزهری عن سالم عن ابیہ۔ حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ کہتے ہیں حدثنی حماد عن ابراهیم عن علقمة۔

امامِ اعظم نے فرمایا، حماد، زہری سے افقہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگرچہ صحابی ہونے کی وجہ سے علقمہ سے افضل ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی فقہ میں برتری سب ہی کو معلوم ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

امام اوزاعی رضی اللہ عنہ نے حدیث کو علوِ سند سے ترجیح دی اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے راویوں کے اَفقہ ہونے کی بنیاد پر حدیث کی فوقیت بیان کی۔ یہ جواب سن کر امام اوزاعی رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے۔[222]

221...الخیرات الحسان، ص146

222...شرح مسند ابی حنیفۃ، ص35

38۔ گانے والی عورتیں:

ایک دن امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب کے ہمراہ کوفہ کے باہر سیر کو گئے، واپسی پر راستہ میں قاضی ابن ابی لیلیٰ مل گئے۔ انہوں نے سلام کیا اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے لگے۔ جب ایک باغ میں پہنچے تو وہاں کچھ ایسی گانے بجانے والی عورتیں گا رہی تھیں جو کوفہ میں بدنام سمجھی جاتی تھیں۔ ان عورتوں نے انہیں دیکھا تو خاموش ہو گئیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، احسنتن۔ "تم نے خوش کر دیا"۔ ابن ابی لیلیٰ نے امام صاحب کے یہ الفاظ یاد رکھے تاکہ کسی مجلس میں انہیں شرمسار کرنے کے لیے بیان کیے جائیں۔

ایک دن اس نے عدالت میں کسی گواہی کے لیے آپ کو بلایا، حضرت نے گواہی تحریر کر دی مگر ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی گواہی یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ آپ نے گانے بجانے والی عورتوں کو احسنتن کہا تھا اور ان فاحشہ عورتوں کو داد دی تھی۔ آپ نے دریافت کیا، میں نے انہیں کب احسنتن کہا، جب گا رہی تھیں یا جب وہ خاموش ہو گئی تھیں؟ ابن ابی لیلیٰ نے کہا، جب وہ خاموش ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! میں نے تو انہیں احسنتن ان کے خاموش ہونے اور گانا بند کرنے پر کہا تھا نہ کہ ان کے گانے بجانے پر۔ یہ سنتے ہی ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی گواہی خاموشی سے قبول کر لی۔ (223)

39۔ وہ بہت بڑا فقیہ ہے:

جن دنوں حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قیام فرما رہے تھے تو وہاں کا گورنر عیسیٰ بن موسیٰ تھا، اسے ایک فیصلہ میں ایک شرط لکھوانے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے وقت کے دو بڑے فقیہ علماء ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہا اللہ کو طلب کیا۔ مگر ابن شبرمہ جو شرط لکھواتے اسے ابن ابی لیلیٰ رد کر دیتے اور جو شرط ابن ابی لیلیٰ پیش کرتے اسے ابن شبرمہ توڑ دیتے۔ اسی دوران امامِ اعظم رضی

223... مناقب للموفق، ص155

اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے، آپ کو گورنر نے شرط لکھوانے کا کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کاتب کو بلائیے، میں اسے ابھی لکھوا دیتا ہوں۔

آپ نے کاتب کو جو تحریر لکھوائی اسے توڑنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ یہ تحریر ابن شبرمہ اور ابن لیلیٰ رحمہا اللہ کے سامنے پڑھی گئی تو دونوں انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے۔ جب وہ گورنر کی محفل سے باہر نکلے تو ایک نے دوسرے کو کہا، دیکھا اس جولاہے (کپڑا بیچنے والے) نے مسئلہ کو کیسے حل کر دیا۔ دوسرے نے کہا، ایک جولاہے کو ایسی تحریر لکھوانے کی ہمت نہیں ہوتی، بیشک وہ ایک بہت بڑا فقیہ ہے، اس نے سب علماء کو دنگ کر کے رکھ دیا ہے۔

40۔ آیت کی تفسیر:

ایک مرتبہ امام عطاء بن ابن رباح رضی اللہ عنہ کے پاس امامِ اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس آیت کے بارے میں سوال کیا، وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل و عیال واپس کر دیے اور ان کے ساتھ ان کی مثل اولاد عنایت فرمائی۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ایسی اولاد عطا کرتا ہے جو اس کی پشت سے نہ ہو؟ اس پر انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے، اس بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میرے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی بیوی اور اولاد جو ان کی صلبی اولاد ہے واپس کی اور ساتھ ہی ان کی اولاد کے اجر جیسا اجر و ثواب عطا فرمایا۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ بہترین تفسیر ہے۔[224]

224...اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص36

باب چہارم (4) امامِ اعظم بحیثیت ولیِ کامل

سیدُ الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب میں سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: اماموں کے امام، مقتدائے اہلِ سنت، شرفِ فقہاء اور عزتِ علماء امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ مجاہدات وعبادات میں نہایت ثابت قدم اور اصولِ طریقت میں بڑی شان کے مالک تھے۔ آپ اکثر مشائخ کے استاد تھے چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت داؤد طائی اور حضرت بشر حافی وغیرہ اکابر اولیاء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت داؤد طائی طریقت میں حضرت حبیب عجمی کے مجاز اور خلیفہ ہیں اسی طرح وہ امامِ اعظم کے بھی مجاز اور خلیفہ ہیں۔ اور اسی طرح امامِ اعظم بھی طریقت میں امام جعفر صادق کے مجاز اور خلیفہ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سلوک و طریقت کے مراحل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دو سال میں طے کیے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ہے، لَوْ لاَ السَّنَتَانُ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ۔ "اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا"۔[225]

مقدمہ در مختار میں ہے کہ شیخ ابو القاسم قشیری شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ ابو علی دقاق کا ارشاد ہے، میں نے طریقت کو ابو القاسم نصر سے حاصل کیا، انہوں نے سری سقطی سے انہوں نے معروف کرخی سے، انہوں نے داؤد طائی سے اور انہوں نے علم اور طریقت کو امام ابو حنیفہ سے حاصل کیا۔ یہ سب لوگ شریعت وطریقت کے امام تھے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جب آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ جاتے اور آپ کے روضۂ اقدس پر عرض کرتے، السلام علیك یا سید المرسلین۔ اے رسولوں کے سردار! آپ پر سلام ہو۔ تو روضۂ اطہر سے جواب آتا:

225...سوانح امامِ اعظم، ص41

وعلیك السلام یا امام المسلمین۔ اے مسلمانوں کے امام! تم پر بھی سلام ہو۔[226]

بلاشبہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بلند پایہ محدث بھی تھے اور طریقت و تصوف کے عظیم مردِ میدان بھی لیکن آپ نے روایتِ حدیث اور سلوک و طریقت کی ظاہری ترویج کی بجائے صرف فقہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی امتِ مسلمہ کی بھلائی کی خاطر وقف کر دی اور فقہ حنفی کی صورت میں امت کو اسلامی قوانین کا مجموعہ عطا کیا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عارفِ ربانی شیخ نصر اللہ شیرازی مہاجر مکی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو معارف اور حقائق شیخ ابویزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی کو حاصل تھے وہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کو بھی حاصل تھے، شریعت اور اس کے احکام کا علم اس کے علاوہ تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ فقہ کے ائمہ، فقہ اور تصوف دونوں سے متصف اور دونوں کے جامع تھے، انصاف یہ ہے کہ ائمہ تصوف بھی دونوں کے جامع تھے فرق غالب اور مغلوب کا تھا (یعنی ائمہ فقہ پر فقہ کا اور ائمہ تصوف پر تصوف کا غلبہ تھا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے فقہ کی تعریف یوں کی ہے کہ "نفس کا ان اشیاء کو پہچاننا جو اس کے لیے مفید اور مضر ہیں"۔[227]

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مذکورہ فقہ کی تعریف ہی دراصل تصوف و طریقت کی اصل ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ کے اخلاص، صداقت و دیانت، عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کے باعث رب تعالیٰ نے آپ کو تصوف و طریقت میں بلند درجہ عطا کیا اور امامت و اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔ اسی بناء پر امتِ مسلمہ کی عظیم اکثریت، تین چوتھائی حصہ آپ کا مقلد ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

226... تذکرۃ الاولیا، ابو حنیفہ، ص257

227... تعارف و فقہ و تصوف، ص204

اس کی تائید حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے خواب میں آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں، خواب سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ان پاک لوگوں میں سے تھے جو اوصافِ طبع میں فانی اور احکامِ شرع کے ساتھ باقی ہیں اس لیے کہ حضور ﷺ آپ کو اٹھا کر لائے یعنی آپ کے چلانے والے سید عالم ﷺ ہیں۔ اگر آپ خود چل کر آتے تو باقی الصفت ہوتے۔

باقی الصفت لوگ منزل کو پا بھی سکتے ہیں اور منزل سے بھٹک بھی سکتے ہیں۔ چونکہ رسول کریم ﷺ نے آپ کو اٹھایا ہوا تھا اس لیے یقیناً آپ کی ذاتی صفات فنا ہو چکی تھیں اور وہ آقا کریم ﷺ کی صفات کے ساتھ صاحبِ بقا تھے۔ حبیبِ کبریا ﷺ سہو و خطا سے بالاتر اور معصوم ہیں اس لیے یہ ناممکن ہے کہ جسے ان کا سہارا نصیب ہو، وہ سہو و خطا کا مرتکب ہو سکے۔ (228)

حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے مقلد تھے۔ مقدمہ درمختار میں ہے کہ کثیر اولیاء کرام آپ کے مذہب حنفی کے پیروکار ہیں اور اولیاء کرام بھی وہ کہ جو کشف و مشاہدات کے میدان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس میں ذرا بھی شک و شبہ پاتے تو ہرگز آپ کی پیروی کرتے نہ تقلید کرتے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے تعلیم میں مجھے شافعی مذہب اختیار کرنے کا خیال آیا تو میں نے اپنے مرشد شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ سے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا، ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ حق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ میں نے پوچھا، آپ یہ بات دلائل کی بنا پر کہتے ہیں یا کشف اور مشاہدہ کی بنا پر؟ تو انہوں نے فرمایا، "ہم اسی طرح محسوس کرتے ہیں"۔ (229)

228... کشف المحجوب، ص165

229... تعارف فقہ و تصوف، ص231

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد بھی دل کی آنکھوں سے پڑھنے کے لائق ہے، "کشف کی نظر میں مذہبِ حنفی عظیم دریا کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں"۔

امام ابن حجر مکی شافعی کی گواہی بھی ملاحظہ فرمائیے، آپ فرماتے ہیں، "امامِ اعظم ان ائمہ اسلام میں سے ہیں جو خدا کے اس فرمان کا مصداق ہیں کہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن الخ۔ "سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں، انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں"۔[230]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ائمہ مجتہدین وعلماءِ عاملین میں سے ہر ایک محیر العقول کمالات رکھتا تھا اور ان سے ایسے احوال وکرامات صادر ہوتے تھے جن کا سوائے جاہل دشمن کے کوئی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ یہ حضرات دراصل شریعت وحقیقت کے جامع تھے"۔[231]

امامِ اعظم اور کشف وفراست:

اولیاء کرام کا ایک روحانی وصف "کشف ومشاہدہ" ہے۔ متعدد واقعات شاہد ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر بھی اپنی باطنی فراست سے جو بات ارشاد فرمائی وہ پوری ہوئی۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ بہت غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی والدہ اکثر انہیں درس سے لے جاتی تھیں تاکہ کچھ کما کر لائیں۔ ایک دن امامِ اعظم نے ان کی والدہ سے فرمایا، "تم اسے علم سیکھنے دو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن یہ روغنِ پستہ کے ساتھ فالودہ کھائے گا"۔ یہ سن کر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔

مدت بعد ایک دن خلیفہ ہارون رشید کے دستر خوان پر فالودہ پیش ہوا۔ خلیفہ نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ پوچھا، یہ کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا، فالودہ اور روغنِ پستہ۔ یہ سن کر آپ

230...پ 11، یونس: 62-64
231...مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، ص 55

ہنس پڑے۔ خلیفہ نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو مذکورہ واقعہ بیان فرمایا۔ خلیفہ نے کہا، علم دین و دنیامیں عزت دیتاہے۔ اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ باطن کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔[232]

حدیثِ مبارکہ ہے، "مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتاہے"۔ آپ نے ایک بار اپنی فراست سے امام داؤد طائی سے فرمایا، تم عبادت کے ہی ہو رہو گے، امام ابویوسف سے فرمایا، تم دنیا کی طرف مائل ہو گے (یعنی دنیاوی منصب قبول کرو گے اور مالدار ہو جاؤ گے)، اسی طرح امام زُفر وغیرہ کی نسبت بھی مختلف رائے ظاہر کی۔ آپ نے جس کے متعلق جو فرمایا تھاوہ پوراہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ[233]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے کشف و مشاہدہ کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "عارفِ ربانی امام شعرانی رحمہ اللہ نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی خواص شافعی رحمہ اللہ (جو اکابر اولیاء میں سے تھے) کو فرماتے سنا ہے کہ "امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف، اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں"۔

آپ فرماتے ہیں کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر و مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے۔ اس لیے جس پانی کو مکلف نے استعمال کیاہو، آپ نے اس کے تین درجات مقرر فرمائے۔

اول: وہ نجاستِ مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیاہو۔

دوم: وہ نجاستِ متوسطہ ہے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس نے صغیرہ کا ارتکاب کیاہو۔

سوم: وہ طاہر غیر مطہر ہے، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیاہو۔

ان کے بعض مقلد یہ سمجھے کہ یہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں ، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر

232... تاریخ بغداد، 14/ 245

233... تاریخ بغداد، 14/ 248

کیا۔(234)

معروف احادیث میں آیا ہے کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے تو اس کے اعضاء سے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اصحابِ مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دُھلتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ شہود کے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاستِ مغلظہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے تو وہ لوگوں کے وضو اور غسل کے پانی کو نہایت گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور اسے استعمال نہ کرے گا جیسے وہ اس پانی کو استعمال نہیں کرتا جس میں کتا یا بلی مر گئی ہو۔ میں نے ان سے کہا، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ اہلِ کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے۔ تو انہوں نے فرمایا، جی ہاں! امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ بڑے اہلِ کشف تھے۔(235)

مزید فرمایا، ایک مرتبہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے اور پانی کے قطرات اس کے اعضاء سے ٹپک رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا، میں نے توبہ کی۔ اسی طرح ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا، اے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا، میں نے توبہ کی۔ اسی طرح ایک شخص کے وضو کا مستعمل پانی دیکھا تو فرمایا، شراب نوشی اور گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس شخص نے توبہ کی۔(236)

234... فتاویٰ رضویہ، 2/63
235... فتاویٰ رضویہ، 2/64
236... فتاویٰ رضویہ، 2/65

آپ کا وصال:

خلیفہ منصور نے آپ کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) کے عہدہ کے لیے بغداد بلایا اور یہ لالچ دیا کہ دنیائے اسلام کے تمام قاضی آپ کے ماتحت ہوں گے۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ جس کی پاداش میں آپ کو قید کر دیا گیا۔ وہ روز آپ کو پیغام بھیجتا کہ اگر رہائی چاہتے ہو یہ عہدہ قبول کر لو لیکن آپ ہر بار انکار کر دیتے، اُدھر اس کے درباری خلیفہ کو بھڑکاتے کہ یہ تو آپ کی سخت توہین ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ آپ کو روزانہ قید سے نکال کر دس کوڑے لگائے جائیں اور اس کا بازاروں میں اعلان کیا جائے، چنانچہ آپ کو دردناک طریقہ سے مارا گیا یہاں تک کہ خون بہہ کر آپ کی ایڑیوں پر گرنے لگا۔ اس طرح دس دن تک آپ کو روزانہ دس کوڑے مارے گئے۔

پھر خلیفہ نے حکم دیا کہ آپ کے سر پر کوڑے مارے جائیں۔ اس بدترین ظلم و ستم کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں کوئی جنبش نہ آئی تو خلیفہ کے حکم سے آپ کو جیل میں زہر دے دیا گیا۔ اس طرح ظاہری اور خفیہ طور پر آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ صحیح سند سے مروی ہے کہ جب آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ سر بسجود ہو گئے اور سجدے کی حالت میں آپ کی شہادت ہوئی۔[237]

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "محض قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے خلیفہ آپ کو اس ظالمانہ طریقے سے شہید نہیں کرا سکتا تھا دراصل آپ کے بعض دشمنوں نے خلیفہ سے خفیہ طور پر کہا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو خلافتِ عباسیہ سے بغاوت پر اکسایا تھا (انہوں نے بصرہ میں عباسی خلیفہ کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا تھا) اور ان کی مالی مدد بھی کی تھی۔ اس بات سے خلیفہ منصور بہت ڈرا کیونکہ آپ عزت و وجاہت والے اور مالدار تاجر تھے۔ چنانچہ اس نے آپ سے عہدۂ قضا قبول کرنے کو کہا جبکہ اسے علم تھا کہ آپ

237...مناقب للموفق، ص425

ایسا ہر گز نہ کریں گے۔ اس نے صرف اس لیے ایسا کہا تا کہ یہ آپ کے قتل کا بہانہ بن جائے۔[238]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ماہ رجب یا شعبان میں ۱۵۰ھ میں ہوا۔

علامہ موفق رحمہ اللہ لکھتے ہیں، حضرت حسن بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آپ حضرت محمد بن عبد اللہ بن حسن رضی اللہ عنہم کا نام لے کر روتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ آپ اہلِ بیت کی محبت سے سرشار تھے اور خلافتِ عباسیہ کو غلط سمجھتے تھے"۔[239]

عبد اللہ بن واقد رحمہ اللہ (اہلِ ہرات کے امام) فرماتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو حسن بن عمارہ رحمہ اللہ نے غسل دیا اور میں نے بدنِ مبارک پر پانی ڈالنے کا شرف حاصل کیا۔" جب امامِ اعظم رحمہ اللہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بغداد میں لوگوں کا سمندر موجزن تھا جن میں اکثر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمۃ القوی فرماتے ہیں، امامِ اعظم کے ولی صاحبزادۂ جلیل حضرت سیدنا حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تھے۔ جب انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی تو پھر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں، امامِ اعظم کے غسل سے فارغ ہونے تک بغداد میں اس قدر خلقت جمع ہو گئی کہ جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقالِ امام کی خبر پکار دی تھی۔ نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا، پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا کہ اس سے بھی زیادہ تھے۔ ان پر چھ بار نماز ہوئی اور آخری مرتبہ صاحبزادۂ امام حضرت حماد رحمہ اللہ نے پڑھی۔[240]

علامہ موفق رحمہ اللہ لکھتے ہیں، آپ کے جنازے پر اس قدر لوگ آئے کہ آپ کی نمازِ جنازہ چھ بار پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ آپکے بیٹے حضرت حماد بن نعمان رحمہما اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور تقریباً 20 دن تک آپ کی قبر انور پر نماز ہوتی رہی۔ آپ کی وصیت تھی کہ چونکہ خلیفہ کے محلات کے ارد گرد

238...الخیرات الحسان، ص74
239...مناقب للموفق، ص489
240...فتاوی رضویہ، 9/341

لوگوں کی غصب شدہ زمین ہے اس لئے مجھے مقبرہ خیزراں کی وقف شدہ زمین میں دفن کیا جائے، چنانچہ آپ کو وہاں دفن کیا گیا۔

خلیفہ منصور نے احساسِ ندامت کم کرنے کے لیے بیس دن گزرنے کے بعد آپ کے مزار پر آکر نمازِ جنازہ ادا کی۔ جب اسے بتایا گیا کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کو ان کی اس وصیت کے پیشِ نظر مقبرہ خیزراں میں دفن کیا گیا ہے تو منصور نے کہا، ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے تو نے زندگی میں بھی مجھے شکست دی اور موت کے بعد بھی مجھے شرمندہ کیا ہے۔ (241)

جب آپ کے وصال کی خبر ابنِ جریج رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ مکہ کو پہنچی جو امام شافعی رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ تھے تو انھوں نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا، "کوفہ سے علم کا نور بجھ گیا اور اب ان کی مثل وہ کبھی نہ دیکھیں گے"۔ (242)

۴۵۹ھ میں سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے آپ کے مزار پر ایک عظیم الشان قبہ بنوایا اور ایک مدرسہ بھی۔ (243)

صدقۃ المغابری رحمہ اللہ (جن کی دعا قبول ہوتی تھی) فرماتے ہیں کہ امام،

"فقیہ چلا گیا اب تمہارے لیے فقہ نہیں، تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کے جانشیں بنو۔ نعمان کا وصال ہو گیا، اب کون ہے جو شب کو بیدار ہو جب وہ پردے پھیلا دے"۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس رات آپ کا وصال ہوا اس رات آپ پر جنّات روئے۔ (244)

جب حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ آپ کی قبر مبارک پر آئے تو فرمایا، "اللہ آپ پر رحم کرے، حضرت ابراھیم نخعی اور امام حماد رحمہما اللہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنا نائب چھوڑا مگر آپ نے

241...مناقب للموفق، ص468
242...الخیرات الحسان، ص76
243...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/219
244...الخیرات الحسان، ص77

اپنے وصال کے بعد روئے زمین پر اپنا نائب نہ چھوڑا"۔ پھر بہت روئے۔[245]

مزار کی برکتیں:

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "جاننا چاہیے کہ علماء اور دیگر حاجت مند آپ کی قبر کی مسلسل زیارت کرتے رہتے ہیں اور آپ کے پاس آکر اپنی حاجات کے لیے آپ کو وسیلہ بناتے ہیں اور اس میں کامیابی پاتے ہیں ان میں امام شافعی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے، میں امام ابو حنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو وہ حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے"۔[246]

اچھے خواب:

حدیث پاک ہے، "اچھے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں"۔[247] کسی کی بزرگی، عظمت اور فضیلت بیان کرنے کے لیے اچھے خواب بیان کرنا اچھا فعل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا"۔[248]

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب یا بیداری میں کچھ فرمایا، وہ حق ہے"۔[249]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے خواب میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا دیدار کیا۔ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھول رہے ہیں۔ اس کی تعبیر امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے یہ دی کہ آپ حضور

245...الخیرات الحسان، ص81
246...الخیرات الحسان، ص85
247... مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث:2264
248...بخاری، کتاب الادب، حدیث:6197
249...اوشحۃ الجید فی اثبات التقلید، ص48

ﷺ کی احادیث میں سے وہ علوم پھیلائیں گے جو آپ سے قبل کسی نے نہ پھیلائے ہوں گے اور آپ کو سنتِ نبوی محفوظ کرنے میں بلند مقام حاصل ہو گا۔

علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، آپ کے بعض اصحاب نے خواب میں دیکھا کہ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہیں اور آپ جو فرماتے ہیں کوئی اس کا انکار نہیں کرتا۔ پھر آپ نے بہت سی مٹی لے کر چاروں سمت میں پھینک دی۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ یہ شخص فقیہ یا عالم ہے اور یہ احادیث رسول ﷺ سے وہ علوم و معارف ظاہر کرے گا جو لوگوں نے ظاہر نہ کیے اور اس کے نام کی شہرت مشرق و مغرب بلکہ تمام دنیا میں ہو گی۔

ازہر بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا دیدار کیا تو حضراتِ شیخین سے عرض کی، میں آقا کریم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا، پوچھو مگر آواز بلند نہ ہونے پائے۔ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں دریافت کیا کیونکہ میں ان کے متعلق اچھا خیال نہ رکھتا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "ان کا علم حضرت خضر علیہ السلام کے علم سے ہے"۔

اور میں نے یہ خواب بھی دیکھا کہ آسمان سے تین ستارے پے در پے زمین پر گرے اور ابو حنیفہ، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری بن گئے۔ (رحمہم اللہ) یہ خواب محمد بن مقاتل رحمہ اللہ سے بیان کیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا، "واقعی یہ علماء دین کے ستارے ہیں"۔[250]

فضل بن خالد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت کی تو عرض کیا، میرے آقا! آپ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا، "یہ ایسا علم ہے کہ جس کی لوگوں کو ضرورت ہے"۔

مسدد بن عبد الرحمٰن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں مکّہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم

250...الخیرات الحسان، ص82

کے درمیان فجر سے پہلے سو گیا تو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں ہے اور جس کا نام نعمان بن ثابت ہے۔ کیا میں اس سے علم حاصل کروں؟ تو آپ نے فرمایا، "ہاں! ان سے علم حاصل کرو۔ وہ بہت اچھے فقیہ ہیں"۔ تو میں خدا سے مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے بیدار ہوا کیونکہ میں نعمان رحمہ اللہ کو بہت برا سمجھتا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھے محبوب ہو گئے"۔ (251)

یہ تو ان خوابوں کا بیان تھا جو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے وصال سے قبل دیکھے گئے۔ اب وہ خواب بیان کیے جاتے ہیں جو آپ کے وصال کے بعد دیکھے گئے۔

حضرت حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے فرمایا، "امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد میں نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا، فرمایا، مجھے بخش دیا گیا۔ میں نے پوچھا، آپ کے قیاس کا کیا بنا؟ فرمایا، میرا قیاس عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسا نکلا"۔

مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ تفسیر کے امام تھے۔ ان کی مجلس میں ایک شخص نے اٹھ کر پہلے لوگوں سے اپنے نیک ہونے کی گواہی لی اور پھر یہ خواب بیان کیا، کہ میں نے دیکھا، "ایک شخص سفید پوشاک پہنے آسمان سے بغداد کے سب سے اونچے مینار پر اتر رہا ہے اور پھر سارے شہر میں اعلان ہوتا ہے لوگو آؤ زیارت کرو"۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آج دنیائے اسلام کا کوئی بہت بڑا عالم رخصت ہو گیا ہو گا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ گذشتہ روز امامِ اعظم رحمہ اللہ کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر مقاتل رحمہ اللہ خوب روئے اور فرمایا، آج وہ رخصت ہو گیا جو امتِ مصطفیٰ ﷺ کی مشکلات آسان کیا کرتا تھا"۔ (252)

صالح بن خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، دیکھا کہ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہیں اسی اثناء میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔

251... مناقب للموفق، ص489
252... مناقب للموفق، ص488

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی تعظیم کی اور حضور ﷺ اس منظر کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ (253)

اسی طرح ایک اور شخص نے خواب میں دیکھا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک تخت پر جلوہ فرماہیں اور آپ ایک بہت بڑے رجسٹر میں بعض لوگوں کے نام اور ان کے لیے انعامات لکھتے جارہے ہیں ۔اس شخص نے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا اور یہ رجسٹر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میرے عمل اور مذہب کو قبولیت عطا فرمائی اور مجھے بخش دیا، پھر امت مصطفوی ﷺ کی لیے میری دعائیں اور شفاعت بھی قبول فرمائی۔ پوچھا گیا، آپ کتنے علم والے کے نام لکھ رہے ہیں؟ فرمایا، جسے اتنا بھی علم ہو کہ راکھ سے تیمم ناجائز ہے تو اس کا نام بھی لکھ لیتا ہوں۔ (254)

سیدنا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت معاذ الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کا دیدار کیا اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا، عند علم ابی حنیفة۔ "ابو حنیفہ کے علم میں"۔ پنا واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور ﷺ بابِ شیبہ سے تشریف لائے اور ایک بوڑھے آدمی کو اس طرح گود میں لیے ہوئے تھے جیسے والدین چھوٹے بچوں کو سینے سے چمٹا لیتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی اور میں حیران تھا کہ یہ خوش نصیب معمر شخص کون ہے جسے سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے سینۂ مبارک سے لگایا ہوا ہے۔

حضور ﷺ نے میرے دل کی بات سمجھ لی اور فرمایا، "یہ مسلمانوں کا امام ہے اور تیرے دیار کا رہنے والا ابو حنیفہ ہے"۔ (255)

253... مناقب للموفق، ص494
254... مناقب للموفق، ص495
255... کشف المحجوب، ص165

یہ بات غور طلب ہے کہ کوئی بڑا آدمی اگر آگے چل رہا ہو اور بچہ اس کے پیچھے چلے تو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ بچہ گر نہ جائے۔ یونہی کوئی بچہ اگر کسی بڑے کی انگلی پکڑ کر چلے تو بھی گرنے کا امکان موجود ہوتا ہے۔ داتا صاحب رحمہ اللہ نے یہ نہیں دیکھا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ آقا و مولیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور نہ ہی یہ دیکھا کہ وہ آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی انگلی پکڑ کر چل رہے ہیں بلکہ یہ دیکھا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ خود نہیں چل رہے بلکہ مصطفیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں گود میں لے کر چلا رہے ہیں اس لیے ان کی فقہ میں خطا نہیں ہے۔ حضرت داتا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں،

"رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سہو و خطا سے بالاتر ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ جسے ان کا سہارا نصیب ہو، وہ سہو و خطا کا مرتکب ہو سکے"۔[256] سبحان اللہ!

256... کشف المحجوب، ص166

باب پنجم (5) وصایا اور نصیحتیں

سیدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو چند نصیحتیں فرمائیں جو ظاہری اصلاح اور باطنی تربیّت میں بنیادی اور اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا،

"تم سب میرے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرا حزن و ملال دور کرنے والے ہو۔ میں نے تمہارے لیے فقہ کی سواری تیار کی، اس کی زین کس دی اور اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں پکڑا دی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ بڑے بڑے اہل علم تمہارے فیصلے سنا کریں گے اور تمہارے نقش قدم پر چلیں گے۔ تم میں سے ہر ایک قاضی بننے کی صلاحیّت رکھتا ہے۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیکر چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جو علم تمہیں عطا فرمایا اس علم کو محکوم ہونے کی ذلت سے بچانا۔ جب تم میں سے کوئی قاضی بن جائے تو لوگوں کے مسائل حل کرے ان کا حاکم نہ بنے۔ لوگوں کو انصاف مہیا کرنا اور اگر کوئی خرابی محسوس ہو تو فوراً منصب قضاۃ سے علیحدہ ہو جانا، تنخواہ اور دولت کے لالچ میں اس سے چمٹے نہ رہنا۔ ہاں اگر ظاہر و باطن ایک ہوں تو پھر قضاۃ کے منصب پر قائم رہ کو خلقِ خدا کی امداد کرنا۔

ایسے لوگ جو امورِ دنیا سے علیحدہ ہو کر محض اللہ کی رضا کے لیے یہ عہدہ قبول کرتے ہیں ان کے لیے تنخواہ حلال ہے۔ اگر تم قاضی بن جاؤ تو لوگوں کے سامنے پردے نہ لگا دینا کہ وہ تمہیں مل نہ سکیں۔ ان کے لیے اپنی نماز جامع مسجد میں ادا کرنا اور نماز کے بعد اعلان کرنا، جسے انصاف کی ضرورت ہو اس کے لیے عدالت کے دروازے کھلے ہیں۔ عشاء کے بعد تین بار یہ اعلان کرنا۔ اگر بیمار ہو جاؤ اور عدالت میں نہ جا سکو تو اتنے دنوں کی تنخواہ نہ لینا۔ یاد رکھو انصاف نہ کرنے والے قاضی کی امامت باطل ہوتی ہے۔ ایسے قاضی کا فیصلہ بھی درست نہیں۔ اگر کوئی گناہ یا جرم کرے تو قاضی کا فرض ہے کہ اس کو روکے یا سزا دے۔ [257]

257...مناقب للموفق، ص507

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص شاگردوں امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام یوسف بن خالد سمتی رحمہ اللہ کے نام جو وصایا تحریر فرمائے وہ بلاشبہ نہ صرف امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک مشفق باپ، مہربان استاد، عظیم دانشور اور ماہرِ نفسیات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں بلکہ آپ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا عطر اور دینی و دنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ مزید یہ کہ یہ نصیحتیں خواص و عوام دونوں کے لیے یکساں نصیحت آموز ہیں۔ یہ دونوں وصایا پیشِ خدمت ہیں:

1۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نام:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نام امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی وصیّت جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ذات سے رشد و ہدایت اور حسنِ سیرت و کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ لوگوں سے معاملات کی جانب متوجہ ہوئے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ وصیّت فرمائی کہ اے یعقوب!!!

حاکم کے ساتھ محتاط طرزِ عمل:

سلطانِ وقت کی عزت کرو اور اس کے مقام کا خیال رکھو۔ اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے خاص طور سے پرہیز کرو۔ اور ہر وقت اس کے پاس حاضر نہ رہو جب تک کہ تمھیں کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔ کیونکہ جب تم اس سے کثرت سے ملوگے تو وہ تمھیں حقارت کی نظر سے دیکھے گا اور تمھارا مقام اس کی نظروں سے گر جائے گا۔ پس تم اسکے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور دور بھی رہتے ہو، اس کے قریب تک نہیں جاتے کیونکہ اکثر حاکم اپنی ذات اور اپنے مفادات کے علاوہ کچھ اور دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

تم حاکم کے قریب کثرتِ کلام سے بچو کہ وہ تمھاری گرفت کرے گا تا کہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور تمھارا محاسبہ کرے گا تا کہ تم اس کے حواریوں کی نظروں

میں حقیر ہو جاؤ۔ بلکہ ایسا طرز عمل اختیار کرو جب اس کے دربار میں جاؤ تو وہ دوسروں کے مقابلے میں تمہارے رتبہ کا خیال رکھے۔ اور سلطان کے دربار میں کسی ایسے وقت نہ جاؤ جب وہاں دیگر ایسے اہل علم موجود ہوں جن کو تم جانتے نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر تمھارا علمی رتبہ ان سے کم ہو گا تو ممکن ہے کہ تم ان پر برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جذبہ تمھارے لئے نقصان دہ ہو گا۔ اگر تم ان سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو شاید تم ان کو کسی بات پر جھڑک دو اور اس وجہ سے تم حاکمِ وقت کی نظروں سے گر جاؤ۔

جب سلطانِ وقت تمھیں کوئی منصب عطا کرے تو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمھارے مسلک سے علم و قضایا کے بارے میں مطمئن ہے تاکہ فیصلوں میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو۔ اور سلطان کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھنا، صرف سلطانِ وقت سے رابطہ رکھنا اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہنا تاکہ تمھارا وقار اور عزت برقرار رہے۔

عوام کے ساتھ محتاط طرزِ عمل:

عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلاضرورت بات چیت نہ کیا کرو۔ عوام الناس اور تاجروں سے علمی باتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہ کیا کرو تاکہ ان کو تمھاری محبت و رغبت میں مال کا لالچ نظر نہ آئے ورنہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کر لیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو۔ عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور زیادہ مسکرانے سے باز رہو اور بازار میں بکثرت جایا نہ کرو۔ بے ریش لڑکوں سے زیادہ بات چیت نہ کیا کرو کہ وہ فتنہ ہیں البتّہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو۔

عام لوگوں اور بوڑھے لوگوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لئے کہ اگر تم ان کو آگے بڑھنے دو گے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ظاہر ہو گی اور اگر تم ان سے آگے چلو گے تو یہ بات بھی معیوب ہو گی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص چھوٹوں پر شفقت

نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

کسی راہ گذر پر نہ بیٹھا کرو اور اگر بیٹھنے کا دل چاہے تو مسجد میں بیٹھا کرو۔ بازاروں اور مساجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو۔ پانی کی سبیل اور وہاں پانی پلانے والوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔ مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعونت جھلکتی ہے۔

ازدواجی آداب:

اپنی فطری حاجت کے وقت بقدرِ ضرورت گفتگو کے سوا بستر پر اپنی بیوی سے زیادہ بات نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس ومَس اختیار نہ کرو، اور جب بھی اس کے پاس جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ جاؤ۔ اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں کے بارے میں بات نہ کیا کرو کہ وہ تم سے بے تکلف ہو جائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا ذکر کرو گے تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے متعلق بات کریں گی۔

اگر تمارے لئے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو اور باپ، ماں یا سابقہ خاوند سے لڑکی موجود ہو۔ لیکن صرف اس شرط پر کہ تمھارے گھر اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ جب عورت مال دار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس عورت کے پاس جو بھی مال ہے وہ سب اس کا ہے اور اس عورت کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہے ۔اور دوسری شرط یہ رکھے کہ جہاں تک ممکن ہو گا وہ بھی اپنے والد کے گھر نہیں جائے گی۔

اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہو جانا کہ تم شبِ زفاف سسرال میں گزارو گے ورنہ وہ لوگ تمھارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے سلسلہ میں انتہائی لالچ سے کام لیں گے۔ اور صاحبِ اولاد خاتون سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنی اولاد کے لئے جمع کرے گی اور ان پر ہی خرچ کرے گی اس لئے کہ اس کو اپنی اولاد تمھاری اولاد سے زیادہ پیاری ہو گی۔ تم اپنی دو بیویوں کو ایک ہی مکان میں نہ

رکھنا، اور جب تک دو بیویوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو، دوسرا نکاح نہ کرنا۔

امورِ زندگی کی ترتیب:

(امورِ زندگی کی بہترین ترتیب یہ ہے کہ) پہلے علم حاصل کرو پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو اور پھر ازدواجی رشتہ اختیار کرو۔ علم حاصل کرنے کے زمانے میں اگر تم مال کمانے کی جدوجہد کروگے تو تم حصولِ علم سے قاصر رہوگے۔ اور یہ مال تمہیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائے گا اور تحصیلِ علم سے قبل ہی تمہیں دنیا کی لذتوں اور عورتوں کے ساتھ مشغول کر دے گا، اس طرح تمھارا وقت ضائع ہو جائے گا۔ اور جب تمہارے اہل و عیال کی کثرت ہو جائے گی تو تمہیں ان کی ضروریات پوری کرنے کی فکر ہو جائے گی اور تم علم سیکھنا چھوڑ دو گے۔

اس لیے علم حاصل کرو آغازِ شباب میں جب کہ تمھارے دل و دماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہوں پھر مال کمانے کا مشغلہ اختیار کرو تاکہ شادی سے قبل تمہارے پاس بقدرِ ضرورت مال ہو کہ اس کے بغیر اہل و عیال کی ضروریات دل کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہیں لہٰذا کچھ مال جمع کرنے کے بعد ہی ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیے۔

سیرت و کردار کی تعمیر:

اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو، ادائے امانت اور ہر خاص و عام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو اور لوگوں کو عزّت دو تاکہ وہ تمھاری عزّت کریں۔ ان کی ملنساری سے پہلے ان سے زیادہ میل جول نہ رکھو اور ان سے میل جول میں مسائل کا تذکرہ بھی کرو کہ اگر مخاطب اس کا اہل ہو گا تو جواب دے گا۔ اور عام لوگوں سے دینی امور کے ضمن میں علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) پر گفتگو سے پرہیز کرو کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں گے اور علم کلام میں مشغول ہو جائیں گے۔

جو شخص تمھارے پاس استفتاء کے لئے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو اور دوسری

کسی بات کا اضافہ نہ کرو ورنہ اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمھیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے۔ علم سکھانے سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا اگرچہ تم دس سال تک اس طرح رہو کہ تمھارا نہ کوئی ذریعۂ معاش ہو، نہ کوئی اکتسابی طاقت، کیونکہ اگر تم علم سے اعراض کرو گے تو تمھاری معیشت (گزر بسر) تنگ ہو جائے گی۔

تم اپنے ہر فقہ سیکھنے والے طالب علم پر ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا بیٹا اور اولاد بنالیا ہے تاکہ تم ان میں علم کی رغبت کے فروغ کا باعث بنو۔ اگر کوئی عام شخص اور بازاری آدمی تم سے جھگڑا کرے تو اس سے جھگڑا نہ کرنا ورنہ تمہاری عزت چلی جائے گی۔ اور اظہارِ حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ و حشمت کا خیال نہ کرو اگرچہ وہ سلطانِ وقت ہو۔

جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لئے پسند نہ کرو بلکہ عبادت میں سبقت اختیار کرو۔ کیونکہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کر رہے ہوں اور پھر وہ دیکھیں کہ تمہاری توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمھارے متعلق عبادت میں کم رغبت ہونے کا گمان کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمھیں کوئی نفع نہیں پہنچایا سوائے اسی نفع کے جو اُن کو ان کی جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ مبتلا ہیں۔

معاشرتی آداب:

جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہلِ علم بھی ہوں تو وہاں اپنی ذات کے لئے کسی امتیازی حیثیت کو اختیار نہ کرو، بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی ایک عام سے شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمھیں ان کی جاہ و منزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے ورنہ اگر اُنہوں نے تم سے اپنی عزت کو خطرے میں محسوس کیا تو وہ سب تمہارے خلاف کام کریں گے اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اُچھالیں گے اور (ان کی شہ پر) عوام بھی تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تمہیں بُری نظر سے دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نظروں میں کسی قصور کے بغیر مجرم بن جاؤ گے۔

اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث و تکرار سے باز رہو اور جو بات ان سے کرو، واضح دلیل کے ساتھ کرو۔ اور ان کے اساتذہ کو طعنہ نہ دو، ورنہ تمھارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا خالص بنالو جیسا کہ تمھارے ظاہری احوال ہیں۔ اور علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنالو۔

آدابِ زندگی:

جب سلطانِ وقت تمہیں کوئی ایسا منصب دینا چاہے جو تمہارے لیے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک کہ تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے۔ اور مجلس فکر و نظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو کیونکہ یہ خوفزدگی کلام میں اثر انداز ہو گی اور زبان کو ناکارہ بنادے گی۔

زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنادیتا ہے۔ چلنے کے دوران سکون و اطمینان سے چلو اور امورِ زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو اور جو تمہیں پیچھے سے آواز دے اس کی آواز کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپایوں کو دی جاتی ہے۔ اور گفتگو کے وقت نہ چیخو اور نہ ہی اپنی آواز کو زیادہ بلند کرو۔ سکون اور قلتِ حرکت کو اپنی عادات میں شامل کرو تاکہ لوگوں کو تمہاری ثابت قدمی کا یقین ہو جائے۔

لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کر لیں۔ اور اپنے لئے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرلو جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور صبر و استقامت کی دولت جو رب کریم نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کا شکر ادا کرو اور اپنے لئے ہر ماہ کے چند ایام روزہ کے لئے مقرر کرلو تاکہ دوسرے لوگ اس میں بھی تمھاری پیروی کریں۔

اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو اور دوسروں کے رویّہ پر بھی نظر رکھو تاکہ تم اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا اور آخرت میں نفع اٹھاؤ۔ تمہیں چاہیے کہ بذاتِ خود خرید و فروخت مت کرو بلکہ اس کے لئے ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمھاری ایسی حاجتوں کو بحسن و خوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔ اپنے دنیاوی معاملات اور خود کو درپیش صورت حال کے بارے میں بے فکر مت رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا۔

سلطانِ وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو اگرچہ تمہیں اس کا قرب حاصل ہو ورنہ لوگ تمھارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار میں پیش کرنا شروع کر دیا تو وہ تمھیں تمھارے مقام سے گرا دے گا اور اگر تم نے ان کی حاجتوں کی تکمیل کے لیے کوشش نہ کی تو حاجت مند تمھیں الزام دیں گے۔

آدابِ وعظ و نصیحت:

غلط باتوں میں لوگوں کی پیروی نہ کرو بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔ جب تم کسی شخص میں بُرائی دیکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس بُرائی کے ساتھ نہ کرو بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو۔ اور جب وہ بھلائی کرے تو اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو۔ البتہ اگر تمہیں اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کر دو تاکہ لوگ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق و فاجر آدمی جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں اگرچہ وہ شخص صاحبِ جاہ و منزلت ہو۔

اس طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو، اور اس کے عزت و مرتبہ کی پرواہ نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھارا اور اپنے دین کا معین اور مددگار ہے۔ اگر تم ایک مرتبہ ایسا کر دو گے تو وہ لوگ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار و اعمال کے اظہار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

جب تم سلطانِ وقت سے خلافِ دین کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے آگاہ کر دو۔ یہ اظہارِ وفاداری اس وجہ سے ہے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ تم اس طرح اظہارِ خیال کرو کہ جہاں تک آپ کے اقتدار اور غلبہ کا تعلق ہے میں آپ کا فرماں بردار ہوں بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلہ میں جو دین کے مطابق نہیں ہے آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ اگر تم نے ایک بار سلطان و حاکم کے ساتھ اس جرأت سے کام لیا تو وہ تمھارے لئے کافی ہو گی، اس لئے کہ تم اگر اس سے بار بار کہو گے تو وہ شاید تم پر سختی کرے اور اس میں دین کی ذلت ہو گی۔

اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمھاری دینی جد و جہد کا اور امر بالمعروف میں تمھاری رغبت کا اندازہ کرے اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلافِ دین حرکت کرے تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو اور دین کی رُو سے نصیحت کا فریضہ ادا کرو۔ اگر حاکمِ وقت مبتدع ہے تو اس سے دو بدو بحث کرو اگرچہ وہ سلطان ہے اور اس سلسلہ میں کتاب و سنّتِ رسول ﷺ میں سے جو تمھیں یاد ہو اسے یاد دلاؤ۔ اگر وہ ان باتوں کو قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمھاری حفاظت فرمائے۔

تم موت کو یاد رکھو اور اپنے ان اساتذہ کے لئے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے، استغفار کیا کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو۔ قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کیا کرو اور عام مسلمانوں کے ان خوابوں کو جو نبی کریم ﷺ اور صالحین سے متعلق تمھیں سنائے جائیں، خواہ مسجد ہو یا قبرستان یعنی ہر جگہ توجہ سے سنو اور نفس پرستوں میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو۔ سوائے اس کے کہ کسی کو دین کی طرف بلانا ہو۔ کھیل کود اور گالم گلوچ سے اجتناب کرو اور جب مؤذن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو تاکہ عام لوگ اس بات میں تم سے آگے نہ نکل جائیں۔

سلطانِ وقت کے قرب جوار میں رہائش اختیار نہ کرو۔ اگر اپنے ہمسائے میں کوئی بُری بات دیکھو تو پوشیدہ رکھو کہ یہ بھی امانت داری ہے اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو اور جو شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق صحیح مشورہ دو کہ یہ بات تم کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے اور میری اس وصیّت کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ یہ وصیّت تمہیں اِن شاء اللہ، دنیا اور آخرت میں نفع دے گی۔

اخلاقِ حسنہ:

بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لالچی اور دروغ گو نہ بنو۔ حق و باطل (یا مذاق و سنجیدگی) کو آپس میں خلط ملط نہ کیا کرو بلکہ تمام امور میں اپنی غیرت وحمیّت کی حفاظت کرو۔ اور ہر حال میں سفید لباس زیب تن کرو۔ اپنی طرف سے حرص سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنی ہونا ظاہر کرو۔ اور اپنے آپ کو مال دار ظاہر کرو اور تنگ دستی ظاہر نہ ہونے دو اگرچہ فی الواقع تم تنگ دست ہو۔

باہمت بنو اور جس شخص کی ہمت کم ہو گی اس کا درجہ بھی کم ہو گا اور راہ چلتے دائیں بائیں توجہ نہ کرو بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو اور جب تم حمام میں داخل ہو تو حمام اور نشست گاہ کی اجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو تاکہ ان پر تمہاری اعلیٰ ہمتی ظاہر ہو اور وہ تمھیں باعظمت انسان خیال کریں۔ اور اپنا سامانِ تجارت کاریگروں کے پاس جاکر خود ان کے حوالے نہ کیا کرو بلکہ اس کے لیے ایک بااعتماد ملازم رکھو جو یہ امور انجام دیا کرے اور درہم و دینار کی خرید و فروخت میں ذہانت سے کام لو یعنی لین دین میں چوکس رہو اور اپنے حق کے لئے کوشش کرو۔

نیز درہموں کا وزن خود نہ کیا کرو بلکہ اس معاملہ میں بھی کسی بااعتماد شخص سے کام لو۔ اور متاعِ دنیا جس کی اہل علم کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے، اسے حقیر جانو کہ اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔ غرضیکہ اپنے دنیاوی معاملات کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دو تاکہ تمہاری توجہ علم دین پر

پوری طرح مرکوز رہے۔ یہ طرزِ عمل تمہاری ضروریات کی تکمیل کا زیادہ محافظ ہے۔

پاگلوں سے اور ان اہل علم سے جو حجت اور مناظرہ کے اسلوب سے بے بہرہ ہیں کلام نہ کرو۔ اور وہ لوگ جو جاہ پرست ہیں اور لوگوں کے معاملات میں عجیب وغریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ تمھیں کسی طرح نیچا دکھانے کے خواہش مند ہوں گے اور اپنی انا کے مقابلہ میں وہ تمہاری کوئی پرواہ نہیں کریں گے اگرچہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم حق پر ہو۔

اور جب بھی کسی بڑے رتبہ والے کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا جب تک کہ وہ خود تمھیں بلند جگہ نہ عطا کر دیں تاکہ ان کی طرف سے تم کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ کسی قوم میں نماز کی امامت کے لئے پیش قدمی نہ کرو جب تک کہ وہ خود تمھیں ازراہِ تعظیم مقدم نہ کریں۔ اور حمام میں دوپہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو اور سیر گاہوں میں بھی نہ جایا کرو (کہ وہ عوام کی جگہیں ہیں)۔

آدابِ مجلس:

سلاطین کے مظالم کے وقت وہاں حاضر نہ رہا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں یقین ہو کہ اگر تم ان کو ٹوکو گے تو وہ انصاف کریں گے۔ بصورتِ دیگر وہ تمہاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انھیں ٹوکنے کی تمہیں قدرت وہمت نہ ہوگی تو لوگ تمھاری خاموشی کی بناء پر گمان کریں گے کہ سلاطین کا وہ ناجائز کام برحق ہے۔

علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔ اور عام لوگوں کو قصّہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو کہ قصّہ گو کو جھوٹ بولے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہل علم کے ساتھ علمی نشست کا ارادہ کرو اور وہ فقہی مجلس ہے تو اس میں بیٹھو اور وہاں ان باتوں کو بیان کرو جو مخاطب کے لئے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں تاکہ تمہاری حاضری سے لوگوں کو یہ دھوکا نہ ہو کہ تمہارا ہم نشیں کوئی عالم ہے جب کہ وہ درحقیقت عالم نہ ہو۔ اور اگر وہ شخص فتویٰ سمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں ہے۔ اور اس مقصد کے لئے کہیں نہ بیٹھو کہ کوئی دوسرا شخص تمھاری موجودگی میں درس دیا کرے بلکہ اس کے پاس اپنے

ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھا دو تا کہ وہ تمھیں اس کی گفتگو کی کیفیت اور اور اس کے علم کے بارے میں بتا دے۔

ذکر کی مجالس میں یا اس شخص کی مجلسِ وعظ میں حاضری نہ دو جو تمہاری جاہ و منزلت یا تمہاری جانب سے اپنے تزکیہ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرے بلکہ ان کی جانب اپنے شاگردوں میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہل محلہ اور اپنے عوام کو جن پر تمھیں اعتماد ہے متوجہ کرو (کہ وہ وہاں جایا کریں)۔ اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کر دو اسی طرح نماز جنازہ اور عیدین کی امامت بھی کسی اور شخص کے حوالے کر دو۔

(آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو کہ یہ تمہارے اور دوسرے مسلمانوں کے فائدے کے لئے ہیں۔

2۔ یوسف بن خالد سمتی رحمہ اللہ کے نام

یوسف بن خالد سمتی رحمہ اللہ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر جب علم حاصل کر لیا تو اپنے شہر بصرہ کو واپس ہونے کا ارادہ کیا اور آپ سے اجازت چاہی تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تم سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں یہ باتیں تمھیں ہر جگہ کام دیں گی خواہ لوگوں کے ساتھ معاملات ہوں یا اہل علم کے مراتب کا سوال ہو، تادیبِ نفس کا مرحلہ ہو یا سیاسی امور کا، خواص و عوام کی تربیت کا معاملہ ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو غرض کہ یہ باتیں دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گی اور لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ ہوں گی۔

تعمیر انسانیت:

اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے چاہے وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں اور جب اس معاشرے کے ساتھ اچھا سلوک

کروگے تو یہ معاشرہ تمہیں عزیز رکھے گا اور اس کے افراد تمہارے ماں باپ بن جائیں گے۔

پھر فرمایا، ذرا اطمینان سے مجھے چند باتیں کہنے دو میں تمہارے لئے ایسے امور کی نشان دہی کئے دیتا ہوں جن کا خود بخود شکریہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا، دیکھو گویا میں تمھارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو اور تم اپنے مخالفوں کی طرف متوجہ ہو گئے اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے۔

تم نے اپنے علم کی وجہ سے خود کو ان پر بڑا ثابت کیا ان کے ساتھ میل جول کو بُرا سمجھا ان کے معاشرے سے جدا ہوئے اور ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے نتیجہ میں انھوں نے بھی تمہاری مخالفت کی ،تم نے انھیں چھوڑ دیا تو انھوں نے بھی تمہیں منہ نہیں لگایا، تم نے انھیں گالی دی ترکی بہ ترکی جواب ملا۔ تم نے انھیں گمراہ کہا تو انہوں نے بھی تمہیں بدعتی اور گمراہ قرار دیا اور یوں سب کا دامن آلودہ ہو گیا۔ اب تمہیں ضرورت ہوئی کہ تم ان سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے۔ وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہو سکتا کہ اسے کسی سے واسطہ پڑے اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کر سکے۔

معاشرتی حقوق:

جب تم بصرہ پہنچو گے تو لوگ تمھارا خیر مقدم کریں گے، تم سے ملنے کے لئے آئیں گے کیونکہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو بزرگوں کو عزت دو، علماء کی تعظیم کرو، بوڑھوں کی توقیر کرو، نوجوانوں سے نرمی کا برتاؤ کرو، عوام کے قریب رہو، نیک و بد کے پاس اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ بادشاہ وقت کی توہین نہ کرو، کسی کو کم تر نہ سمجھو، اپنی مروّت اور شرافت کو پس پشت نہ ڈالو۔

اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو، بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو، خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو، اس شخص سے محبت کا اظہار نہ کرو جو تمھیں پسند نہ کرتا ہو۔ سنو کہ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو اور ان کی دعوت قبول نہ کرو اور نہ ہی ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نرم گفتاری، ضبط و تحمل، حسن اخلاق، کشادہ دلی اور اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لئے لازم رکھو۔

سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری ہی استعمال کرو۔ حوائج ضروریہ کے لئے کوئی وقت مقرر کر لو تا کہ ہر کام آسانی سے کر سکو۔ اپنے ساتھیوں سے سے غفلت نہ برتو، ان کی اصلاح کی سب سے پہلے فکر کرو مگر اس میں نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو، نرم لہجہ میں گفتگو کرو، عتاب و توبیخ سے بچو کہ اس سے نصیحت کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ انھیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری تادیب کریں، ایسا کرنے سے تمھارے حالات درست رہیں گے۔

تعمیر سیرت:

نماز کی پابندی کرو اور سخاوت سے کام لو کیونکہ بخیل آدمی کبھی بھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر کار رکھ لو جو تمھیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے اور جب تمھیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو اور جب اصلاح پا جائے تو اپنی عنایت اور رغبت کو اور بڑھاؤ ۔جو شخص تم سے ملے تم اس سے ملو اور اس سے بھی ملو جو نہ ملے۔ جو شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے تم اس کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو کوئی بد خلقی سے پیش آئے تو تم حسن اخلاق کا ثبوت دو اور عفو و کرم کو مضبوطی سے تھام لو۔ نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو اور جو تم سے بیزار ہو اس سے ترک تعلق کر لو۔ حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔

حقوق العباد:

اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو مزاج پرسی کرو اور اگر کوئی آنا جانا چھوڑ دے تو تم نہ چھوڑو ۔اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو صلہ رحمی سے پیش آؤ۔ جو شخص تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرو۔ اگر کسی نے تمھاری برائی کی تو درگزر کرو۔ جو شخص تمھارے بارے میں غلط مشہور کرے تم اس کے بارے میں اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حقوق پورے کرو۔ اگر کسی کو خوشی کا موقع میسر آئے تو اس مبارک دو، اگر کسی پر مصیبت پڑ جائے تو اس کی غمخواری کرو۔

اگر کسی پر آفت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شریک ہو اور اگر وہ تم سے کام لینا چاہے تو کام کر دو ۔اگر کوئی فریادی ہو تو اس کی فریاد سن لو، اگر کوئی مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کرو، جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں کی مدد کرو۔ لوگوں سے محبت و شفقت کا اظہار کرو، سلام کو رواج دو خواہ وہ کمینوں کی جماعت ہی کیوں نہ ہو۔

تعلیم و تربیت:

اگر مسجد میں تمھارے پاس کچھ لوگ بیٹھے مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔ اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے وہ بتاؤ جو لوگوں میں رائج ہو پھر بتاؤ کہ دوسرا قول بھی ہے اور وہ ایسے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے۔ اس طرح ان کے دلوں میں تمھاری قدر و منزلت جاگزیں ہو جائے گی اور جو شخص تمھاری مخالفت کرے تو اسے کوئی ایسی راہ دکھادو جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتایا کرو اور مشکل اور گہرے مسائل بیان نہ کیا کرو کہ کہیں وہ غلط مطلب نہ سمجھ لیں۔

لوگوں سے لطف و مہربانی کا سلوک کیا کرو بلکہ کبھی کبھی ان سے مذاق بھی کر لیا کرو کیونکہ تمھارا یہ عمل لوگوں میں تمھاری محبت پیدا کر دے گا۔ ہمیشہ علمی چرچا رکھو اور کبھی کبھی ان کی دعوت کر دیا کرو، ان سے سخاوت سے پیش آؤ، چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے درگزر کر دیا کرو اور ان کی ضروریات کو بھی پورا کیا کرو۔ بہتر یہی ہے کہ لطف و کرم اور چشم پوشی کو اپنا خاصا بنالو۔

نہ تو کسی سے دل تنگ کرو اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ سے پیش آؤ۔ آپس میں گھل مل کر اس طرح رہو کہ گویا تم ایک ہی ہو۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہی چیزیں پسند کرو جو تمھیں پسند ہیں۔

تزکیۂ نفس:

نفس کی حفاظت اور احوال کی دیکھ بھال کرو اور فتنہ و جھگڑے سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تم

سے بری طرح بات کرتا ہے تو اس سے اچھی طرح بات کرو اور اس کو جھڑکو نہیں۔ اگر کوئی تمھاری باتیں غور سے سن رہا ہو تو تم بھی اس کی طرف کان لگالو۔ لوگوں کو ایسی چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جس کی وہ تمہیں تکلیف نہیں دیتے۔ اخلاصِ نیت سے لوگوں کا خیر مقدم کرو اور سچائی کو لازم کرلو۔

غرور و تکبر کو اپنے سے دور رکھو اور دھوکا بازی سے دور رہو خواہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہوں۔ امانت میں خیانت نہ کرو خواہ لوگ تمہارے ساتھ خیانت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں ، وفاداری اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اہل کتاب سے وہی تعلق اور معاملہ رکھو جیسا وہ تمھارے ساتھ رکھتے ہوں۔

پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو یقیناً ہر آفت سے بچے رہو گے۔ دیکھو اس وقت میں دو کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ تم نظر سے دور ہو جاؤ گے اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔

خط و کتابت جاری رکھنا اور اپنی ضرورتوں سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح ہوں۔[258]

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ الہ و صحبہٖ و سلم۔

258...الخیرات الحسان، ص177

باب ششم (6) فقہ کی فضیلت

فقہ کی فضیلت قرآن میں:

عقل ودانش اور فہم وفراست، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ قرآن وحدیث کے دلائل وبراھین، احکام وتعلیمات اور اسرار ومعارف سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مومن ان نعمتوں سے مالا مال ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔

"بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے"۔ (259)

دوسری جگہ ارشاد ہوا، اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

"بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے"۔ (260)

مزید فرمایا گیا، وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔

"اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں"۔ (261)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا، قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَھُوْنَ۔

"بیشک ہم نے مفصل آیتیں بیان کر دیں سمجھ والوں کے لیے"۔ (262)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کے بحرِ بیکراں سے تفقہ فی الدین کے انمول موتی حاصل کرنے کے لیے عقل وفہم کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ عقلمند وہ نہیں جو وجودِ باری تعالیٰ کا منکر ہو یا منکرِ قرآن وحدیث ہو اور اس پر لغو دلائل قائم کرتا پھرے بلکہ عقل وخرد کا معیار خالقِ کائنات نے یہ بیان فرمایا،

259...پ21، روم:24

260...پ21، روم:21

261...پ28، حشر:21

262...پ7، انعام:99

"تم فرماؤ، کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں"۔ (263)

گویا عقل و فہم والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور نصیحتوں کو مانتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ کافر اور منافق، عقل و فہم اور تفقہ فی الدین یعنی دین کی سمجھ سے محروم رہتے ہیں۔ ارشاد ہوا، فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔

"تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے"۔ (264)

دوسری جگہ فرمایا، بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۔

"اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے"۔ (265)

مزید ارشاد ہوا، لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔ "کسی طرح انہیں سمجھ ہوتی"۔ (266)

ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ تفقہ یعنی دین کی سمجھ سے محروم ہونا عیب اور مذموم ہے اور قرآن میں ایسے لوگوں کو ملامت کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف احکامِ دین کا علم و فہم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور رب کریم نے اسے نعمت قرار دیا ہے۔

ارشاد ہوا، وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

"اور جس کو حکمت دی گئی اسے بہت بھلائی دی گئی"۔ (267)

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن میں جہاں لفظ حکمت آیا ہے اس سے مراد علمِ فقہ ہے۔ (268)

مفسرین کا اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد (شرعی) احکام ہیں۔ (269)

دین کا علم و فہم اس قدر اہم ہے کہ رب تعالیٰ نے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کا حکم دیا

263...پ23، زمر:9
264...پ5، نساء:78
265...پ10، انفال:65
266...پ10، توبہ:81
267...پ3، بقرہ:268
268...مناقب للموفق، ص424
269...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/189

ہے۔ ارشاد ہوا،

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ... الخ۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے،

"اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ (گناہوں سے) بچیں"۔ (270)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہر شخص کو عالم و فقیہ بننا ضروری نہیں البتہ جو چیزیں بندے پر فرض و واجب ہیں اور جو اس کے لیے ممنوع و حرام ہیں، ان کا سیکھنا فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے، علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (271)

اس آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص پر دین کا تمام علم سیکھنا اور فقیہ بننا ضروری نہیں لہٰذا بعض لوگ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ کے تحت دین کا مکمل علم اور تفقہ فی الدین یعنی دین کی گہری سمجھ حاصل کریں اور جو غیر عالم و غیر فقیہ ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ عالم اور فقیہ کی تقلید کریں۔ اس آیت کریمہ سے تقلید شرعی کا فرض ہونا بھی ثابت ہوا۔

فقہ کی فضیلت، حدیث میں:

ا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے"۔ (272)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "اس حدیث میں واضح طور پر علماء کی سب لوگوں پر اور

270... پ 11، توبہ: 122

271... خزائن العرفان، توبہ، تحت الایۃ: 122

272... بخاری، کتاب العلم، باب من یرید اللہ بہ۔ الخ، حدیث: 71

تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے"۔ (273)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا،

خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا۔

"جو دورِ جاہلیت میں بہتر افراد تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ ان میں دین کی فقہ یعنی دین کی سمجھ ہو"۔ (274)

اس حدیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے لوگوں کے بہتر وافضل ہونے کی خوبی فقہ کو قرار دیا ہے۔ اگر کوئی اور خوبی نبی کریم ﷺ کے نزدیک اس سے بہتر ہوتی تو آپ اس کا ذکر فرماتے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے نزدیک مومن کی بہترین خوبی اس کا فقہ کی صفت سے موصوف ہونا ہے۔ اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے فقیہ ہونے کی دعا فرمائی۔

۳۔ رسول کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْن۔ "اے اللہ! اسے دین کا فقیہ بنا دے"۔ (275)

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ "ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے"۔ (276)

اس حدیث میں فقیہ کی یہ فضیلت بیان ہوئی کہ وہ ہزار عابد وزاہد لوگوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے کیونکہ وہ دین کے علم اور سمجھ بوجھ کی وجہ سے شیطان کے مکر و فریب کو جانتا ہے اور نہ صرف وہ خود اس کے مکر سے بچ جاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی شیطان کے مکر و فریب سے بچانے کا سبب بنتا ہے۔

273... فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرید اللہ بہ، تحت الحدیث: 71

274 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ (واتخذ اللہ ابراہیم... الخ، حدیث: 3353

275 ... بخاری، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حدیث: 143

276... ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث: 2681

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تَفَقَّهُوا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوا۔ ”سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔“۔[277] سردار اور راہنما ہونے کے لیے دین کا عالم و فقیہ ہونا چاہیے تاکہ علم کی روشنی میں لوگوں کی راہنمائی کی جائے۔

۶۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا، ”اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال زوردار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی۔ کچھ زمین عمدہ ہے جس نے پانی جذب کر لیا اور گھاس اور سبزیاں خوب اگائیں اور کچھ زمین سخت ہے جس نے پانی جمع کر لیا اور اس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا، لوگوں نے پیا اور پلایا اور کھیتی سیر اب کی، اور کچھ زمین ایسی ہے جو چٹیل ہے نہ اس نے پانی جمع کیا اور نہ سبزہ اگایا۔ یہی مثال اس کی ہے، مَنْ فَقُهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ یعنی جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا اور اللہ نے جو کچھ مجھے دیکر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع پہنچایا، اس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی۔ اور یہ مثال ہے اس کی جس نے اللہ کی اس ہدایت کی طرف سر ہی نہ اٹھایا اور نہ ہی اسے قبول کیا۔[278]

اس حدیث پاک میں تین قسم کے لوگوں کی مثال تین قسم کی زمین سے دی گئی ہے۔

ایک زمین وہ جو نہ پانی جمع کرے اور نہ سبزہ وغیرہ اگائے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے دین پر توجہ نہیں دی۔ دوسری وہ زمین جو پانی جمع کر لیتی ہے مگر اس سے کچھ اگاتی نہیں البتہ اس کا جمع شدہ پانی دوسرے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے مراد محدثین کرام ہیں جو فقیہ نہیں۔ وہ احادیث حفظ کر لیتے ہیں مگر تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے خود احکام و مسائل کا استنباط نہیں کر سکتے۔ ان سے احادیث سن کر فقہاء کرام مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔

تیسری وہ زمین ہے جو پانی اپنے اندر جذب کر کے خزانے اگل دیتی ہے۔ یہ ان فقہائے کرام کی مثال ہے جو احادیث مبارکہ کو اپنے سینوں میں جذب کر کے ان سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مسائل اخذ

277... بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ

278... بخاری، کتاب العلم، حدیث: 79

کرتے ہیں اور دوسروں کے لیے ہدایت ورہبری کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے میرے کلام کو سنکر اچھی طرح یاد کیا اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ بعض فقہ سیکھنے والے خود غیر فقیہ ہوتے ہیں اور وہ اسے ان تک پہنچادیتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہوتے ہیں"۔ (279)

یہ حدیث پاک مختلف الفاظ سے متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد، شافعی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، بیہقی، اور دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احادیث روایت کرنے کا اصل مقصد ان سے فقہ حاصل کرنا ہے اس لئے وہ محدثین کرام جو فقیہ نہیں ان کے ذمہ احادیث کا بیان کرنا اس لیے بھی زیادہ اہم ہے تاکہ وہ احادیث جن میں فقہ ہے ان حضرات تک پہنچ جائیں جو محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی۔

فقہاء کی فضیلت:

علم الحدیث میں دو چیزیں بنیادی اہمیت کی ہیں۔

اول: حدیث کی سند و روایت، اور

دوم: حدیث کے معنیٰ و درایت۔

حدیث کی سند و روایت کی حفاظت اس امت کے محدثین کرام نے کی ہے جبکہ حدیث کے معنیٰ و درایت کا فریضہ امت کے جید فقہائے عظام نے انجام دیا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ فقہاء کرام کو علم الحدیث پر کامل دسترس ہوتی ہے۔ اگر فقہاء کرام کا عام غیر فقیہ محدثین سے موازنہ کیا

279...ابوداود، کتاب العلم، حدیث:3660

جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محدثین مواعظ، قصص، فضائل اور ہر قسم کی روایات کا احاطہ کرتے ہیں جبکہ فقہاء کرام زیادہ تر ان احادیث سے غرض رکھتے ہیں جن سے کوئی نہ کوئی شرعی حکم مستنبط ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کی نسبت فقہاء کرام کی روایات کی تعداد بہت قلیل دکھائی دیتی ہے۔

خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں کہ محدثین کرام کی ایک جماعت تشریف فرما تھی کہ مردہ عورتوں کو نہلانے والی ایک عورت آئی اور اس نے سوال کیا، ''حیض والی عورت مردہ کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟'' امام یحییٰ بن معین، ابو خثیمہ، زہیر بن حرب، خلف بن سالم وغیرہ دیگر جید محدثین کرام (رحمہم اللہ) ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور کسی کو اس کے سوال کا جواب نہ آیا۔ اس دوران امام ابو ثور رحمہ اللہ جو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہد اور فقیہ بھی تھے، وہاں تشریف لے آئے۔

اس عورت نے اپنا مسئلہ ان سے دریافت کیا، انہوں نے فرمایا، ہاں حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے۔ کیونکہ آقا و مولیٰ ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کی حالت میں حضور ﷺ کے سر مبارک پر پانی ڈال کر مانگ نکالتی تھیں۔ جب اس مخصوص حالت میں زندہ شخص کے سر پر پانی ڈالا جا سکتا ہے تو مردے کو غسل کیوں نہیں دیا جا سکتا؟

امام ابو ثور رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ جب محدثین کرام نے سنا تو اس حدیث کی اسناد پر گفتگو شروع کر دی کہ یہ روایت فلاں سے بھی مروی ہے اور یہ روایت فلاں سے بھی مروی ہے۔ اس سائلہ عورت نے ان محدثین کرام سے مخاطب ہو کر کہا، آپ لوگ اب تک کہاں تھے؟[280]

اس سے معلوم ہوا کہ محض حدیث کی اسناد اور طرق جمع کر لینے سے مسلمانوں کو پیش آنے والے مسائل حل نہیں ہو سکتے ورنہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث اس حدیث کو حفظ کر لینے کے باوجود لاجواب نہ ہو جاتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین کرام بھی احادیث سے مسائل

280... تاریخ بغداد، 6/ 67

اخذ کرنے میں فقہاء کرام کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ''اور اسی طرح فقہاء نے کہا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں''۔ (281)

اسی طرح ایک بار کسی شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا، کسی اور سے پوچھ لو، اس نے عرض کی، آپ ہی اس کا جواب ارشاد فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے کسی اور سے پوچھ لو، فقہاء سے پوچھو، امام ابو ثور رحمہ اللہ سے پوچھ لو''۔ (282)

امام احمد بن حنبل ائمہ اربعہ میں سے نامور امام ہیں۔ محدث بھی ہیں، مجتہد بھی۔ مگر ایک پیچیدہ مسئلہ کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ ''اسے فقہاء سے پوچھ لو''۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اجتہاد بہت قلیل درجہ میں ہے۔ ''جس قدر حدیث و روایت میں ان کا زیادہ اعتبار ہے اس قدر استنباط اور اجتہاد میں ان کی نام آوری کم ہے۔ علامہ طبری نے جو خود بھی محدث اور مجتہد تھے مجتہدین میں ان کا شمار نہیں کیا۔ قاضی ابن عبد البر مالکی نے کتاب ''الانتقاء فی فضائل الثلٰثۃ الفقہاء'' میں جو مجتہدین کے حالات میں لکھی، اس میں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی پر اکتفا کیا (رضی اللہ عنہم)''۔ (283)

ابو بکر بن عبدان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، درایت اور حفظ میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا، الدرایۃ فوق الحفظ۔ ''درایت حفظ سے اوپر ہے'' یعنی حدیث کی سمجھ بوجھ اسے یاد کرنے سے اعلیٰ ہے۔ (284)

معروف محدث امام اعمش رحمہ اللہ ایک دن امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سوالات کرتے جاتے تھے اور آپ ان سوالات کے جوابات دیتے جاتے۔ امام اعمش رحمہ اللہ نے تعجب سے پوچھا، آپ کو اس قدر علوم کہاں سے حاصل ہوئے؟ آپ نے فرمایا، انہی احادیث سے جو آپ نے روایت کی ہیں، پھر

---

281 ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل المیت، حدیث: 990
282... تاریخ بغداد، 6/66
283... سیرۃ النعمان، ص154
284... تاریخ بغداد، 14/233

آپ نے ان کی روایت کردہ احادیث سنادیں۔ امام اعمش رحمہ اللہ نے برملا فرمایا، اے فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں۔[285]

یعنی جس طرح کیمسٹ یعنی عطار اور پنساری طرح طرح کی دوائیں اور مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اپنی دوکان میں رکھتے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کس بیماری کا علاج ہیں؟ ان کے خواص کیا ہیں؟ خوراک کی مقدار کیا ہے؟ وغیرہ۔ یہ سب باتیں تو ڈاکٹر اور حکیم ہی جانتے ہیں۔ اسی طرح محدثین کرام سینکڑوں ہزاروں حدیثیں جمع کرتے ہیں مگر ان سے مسائل اخذ کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔ جبکہ فقہاء کرام کو حدیثوں کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ ان سے مسائل کے استنباط سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "جان لو کہ حدیث میں بڑی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں۔ یہ باریکیاں اور پیچیدگیاں کبھی تو ان کی روایت و نقل میں ہوتی ہیں اور کبھی ان کے معانی کے کشف میں۔"[286]

شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی فقہاء کی اہمیت و فضیلت کو یوں بیان فرمایا، "حلال و حرام کا علم اور ان کے مسائل تو فقہاء کرام سے ہی حاصل کیے جاسکتے ہیں"۔[287]

رائے اور قیاس:

سب سے پہلے رائے کا لغوی معنی سمجھ لیجیے۔ رائے کے معنی دل کی نظر اور بصیرت کے ہیں۔ اس کا اصطلاحی مفہوم علامہ ابن اثیر الجزری شافعی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے۔ "محدثین اصحابِ قیاس کو اصحابِ رائے کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مشکل احادیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مواقع پر وہ اپنے اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں جہاں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی"۔[288]

285... مناقب للموفق، ص 203
286... دفع شبہ التشبیہ بأکف التنزیہ، ص 26
287... فتح الباری شرح صحیح البخاری، 31/9
288 ... نہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، باب الراء مع الباء، 179/2

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام اُن اصحاب کو اہلِ رائے کہتے ہیں جو اپنے دل کی بصیرت اور عقل و فہم سے مشکل احادیث اور غیر منصوص مسائل کو حل کرتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دل کی بصیرت اور رائے کے بغیر بھی احادیث کا صحیح فہم ممکن ہے؟یقیناً نہیں۔ امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"محققین نے فرمایا ہے کہ رائے کا استعمال کیے بغیر حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ رائے (عقل و فہم) ہی سے حدیث کے معانی سمجھ میں آتے ہیں جس پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض محدثین جب رضاعت کی تحریم کی علت کا ادراک نہ کر سکے تو انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اگر دو بچے (رضاعت کے ایام میں) ایک بکری کا دودھ پی لیں تو ان میں حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (ان محدثین میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے)۔ اسی طرح محض رائے پر بھی عمل نہیں کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ قیاس یہ کہتا ہے کہ کچھ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جانا چاہیے خواہ بھول کر ہی ہو۔ اسی طرح جان بوجھ کر قے کرنے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ قیاس یہ کہتا ہے کہ روزہ معدے میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹنا چاہیے لیکن کسی شئے کے باہر آنے سے نہیں ٹوٹنا چاہیے۔"[(289)]

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو احادیث سے بے نیاز ہو کر محض رائے اور قیاس پر عمل کرنا درست ہے اور نہ ہی رائے اور فہم کے بغیر احادیث کا صحیح مدعا سمجھ جا سکتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے اصحاب الرائے کی جو تعریف بیان کی اس کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ "وہ ایسے مواقع پر اجتہاد سے کام لیتے ہیں جہاں کوئی حدیث نہیں ہوتی"۔ اجتہاد اور قیاس کی تعلیم تو خود آقا و مولیٰ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دی اور صحابہ کرام اس پر عمل پیرا رہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

289...الخیرات الحسان، ص161

1۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا، اے معاذ! اگر تمہیں کوئی مسئلہ قرآن و سنت میں نہ ملے تو کیسے فیصلہ کروگے؟ عرض کی، "اجتہد برائ" میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا۔ ارشاد فرمایا، "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے"۔(290)

شیخ الاسلام علامہ ابن عبد البر المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے۔ اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا اور یہ اجتہاد اور قیاس علی الاصول کی اصل ہے"۔(291)

2۔ ایک عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض گذار ہوئی، یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ بوڑھا ہے اور اس پر حج فرض ہو گیا لیکن وہ حج کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرے باپ پر کسی کا قرض ہو اور تو اس کو ادا کر دے تو کیا تیری ادائیگی کافی ہو گی؟ اس نے عرض کی، ہاں۔ فرمایا، پھر اللہ کا قرض (یعنی والد کی طرف سے حج) بھی ادا ہو جائے گا۔(292)

اس حدیث پاک میں سرکار دوعالم ﷺ نے حج کو مالی حقوق پر قیاس کیا ہے۔

3۔ ایک دن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بہت سے مسائل بیان فرمائے اور پھر فرمایا، اگر تم میں سے کسی شخص کو کسی مسئلہ میں فیصلہ کرنا ہو تو کتاب اللہ سے فیصلہ کرے، اگر وہ امر قرآن میں نہ ملے تو سنتِ نبوی ﷺ سے فیصلہ کرے، اگر وہ امر قرآن و سنت دونوں میں نہ ملے تو نیک لوگوں یعنی صحابہ کرام کے فیصلے کے موافق فیصلہ کرے اور اگر وہ امر نہ قرآن میں ملے نہ سنتِ نبوی

290... ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، حدیث:1327

291 ... جامع بیان العلم وفضلہ، باب نفی الالتباس فی الفرق بین الدلیل والقیاس، 2/155

292 ... نسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم بالتشبیہ والتمثیل۔۔ الخ، حدیث:5294

ﷺ میں اور نہ صالحین کے فیصلوں میں، تو وہ شخص اپنی عقل سے کام لے اور "فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ" یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کرے"۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔[293]

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ میں نہ ملے تو قیاس کرنا درست ہے۔

4۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا اور اگر قرآن اور سنتِ رسول ﷺ میں ان کو اس مسئلہ کی وضاحت نہ ملتی تو آپ ارشاد فرماتے،

"میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر صحیح ہوا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ میری خطا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں"۔[294]

دوسری روایت میں ہے کہ آپ برگزیدہ افراد کو جمع کرکے ان سے رائے لیتے اور جب وہ حضرات ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو آپ اس کے مطابق فیصلہ فرمادیتے۔[295]

5۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی ایسا ہی معمول تھا۔ آپ جب لوگوں کو فتویٰ دیتے تو ارشاد فرماتے، "یہ عمر کی رائے ہے اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے ورنہ میری خطا ہے"۔[296]

6۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کروں گا اور اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔[297]

7۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا اور انہوں نے اس کی تعلیم دی۔[298]

8۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ کتاب و سنت کے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ

---

293 ... نسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم باتفاق اہل العلم، حدیث:5302

294... طبقات ابن سعد، 3/136

295 ... سنن دارمی، باب الفتیا وما فیہ ومن الشدۃ، حدیث:161

296... کتاب المیزان، 1/49

297... شرح فقہ اکبر، ص79

298 ... سنن الکبری للبیہقی، باب ما یقضی بہ القاضی و یفتی بہ المفتی، حدیث:20345

عنہا کے فیصلوں سے راہنمائی لیتے اور اگر کوئی دلیل نہ ملتی تو پھر اپنی رائے سے فتویٰ دیتے۔[299]

ان دلائل و براہین سے یہ ثابت ہو گیا کہ:

☆ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو قیاس و اجتہاد کی تعلیم دی،

☆ اصولِ دین چار ہیں، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس،

☆ قرآن و سنت اور اجماع کے بعد صحابہ کرام قیاس و اجتہاد کو اختیار کرتے تھے۔

فقہاء صحابہ کرام:

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام اپنے آقا کریم ﷺ کی نگاہِ کرم اور صحبتِ بابرکت کے فیض سے متقی، عادل، ثقہ اور صادق تھے۔ البتہ فہمِ قرآن و حدیث اور تفقہ فی الدین کے لحاظ سے ان کے مختلف درجات و مراتب تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت معاذ بن جبل، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو مختلف قبائل کی طرف دین کی تعلیمات سکھانے کے لیے روانہ فرمایا۔ ان کے علاوہ خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی کئی صحابہ کرام دین سکھانے کے لیے مختلف علاقوں میں بھیجے گئے۔

"صحابہ کرام مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک وہاں کا پیشوا بن گیا۔ مسائل پیش آنے پر لوگوں نے فتوے پوچھنا شروع کیے تو ہر صحابی نے اپنے حافظہ یا استنباط سے مسائل کا جواب دیا یا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کیا"۔[300]

عصرِ حاضر کے معروف دانشور ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "ایسی متعدد مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں کہ گورنر اور قاضی، جو دور دراز علاقوں میں تھے یا تو خود لکھ کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے تھے کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہیے اور ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ان گورنروں اور قاضیوں نے اپنی

299 ... سنن دارمی، باب الفتیا وما فیہ ومن الشدۃ، حدیث:166

300 ... حجۃ اللہ البالغہ، ص325

صوابدید اور اپنے فہم کے مطابق فیصلہ کر ڈالا"۔ (301)

دینی مسائل کی ترویج واشاعت اور فتاویٰ دینے کے لحاظ سے صحابہ کرام کا ایک طبقہ بہت نمایاں ہے جن کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

ان کے بعد صحابہ کرام کا دوسرا طبقہ ہے جن حضرات نے کثیر فتاویٰ دیئے لیکن اول الذکر کی بہ نسبت یہ تعداد کم رہی۔ ان صاحبِ علم و فضل، نفوسِ قدسیہ کی تعداد بیس شمار کی گئی ہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت ام سلمہ، معاذ بن جبل، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص، حضرت عبد اللہ بن زبیر، ابو موسیٰ اشعری، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، عبد الرحمٰن بن عوف، امیر معاویہ، عبادہ بن صامت، عمران بن حصین اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

صحابہ کرام براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحبِ علم صحابی کی تقلید کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے، "جب تک یہ عالم تمھارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو"۔ (302) اسی کا نام شخصی تقلید ہے جو دورِ صحابہ میں بھی موجود تھی۔

بخاری شریف میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت عبد اللہ بن

301... خطبات بہاولپور، ص 81

302... بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ، حدیث: 6736

عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید کو ترجیح دی۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ دورِ صحابہ میں فقیہ صحابہ اجتہاد کیا کرتے تھے اور دوسرے لوگ ان کی تقلید بھی کرتے تھے۔

جید فقہاء صحابہ کرام کے بارے میں جلیل القدر تابعی امام مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ”میں نے صحابہ کرام کی صحبت سے فیض پایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سب صحابہ کرام کا علم سمٹ کر اِن چھ اکابر صحابہ کی طرف لوٹتا ہے۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو الدرداء اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ پھر میں نے ان چھ حضرات سے اکتسابِ فیض کیا تو دیکھا کہ ان سب کا علم حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے علم پر ختم ہو گیا“۔ (303)

ابن قیم کہتے ہیں، ”اہلِ مدینہ میں دین اور فقہ کا علم زید بن ثابت اور ابن عمر کے اصحاب کے ذریعے، اہلِ مکہ میں ابن عباس کے اصحاب کے ذریعے اور اہلِ عراق میں ابن مسعود کے اصحاب کے ذریعے پھیلا ہے (رضی اللہ عنہم)“۔ (304)

امام شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے بعد کوفہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہی دین کے فقہاء تھے۔ (305)

آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے، ”میں کوفہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے سوا کسی کو فقیہ نہیں جانتا“۔ (306)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جب کوفہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد فقہ کا درس دے

303... تذکرۃ الحفاظ، 1/24
304 ... اعلام الموقعین، فصل الائمۃ الذین نشروا الدین، 1/21
305... تاریخ بغداد، 12/299
306... تذکرۃ الحفاظ، 1/78

رہے ہیں اور چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہیں جن سے طلبہ ان کا درس لکھ رہے ہیں۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا، "اللہ، ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، وہ ان لوگوں کو کوفہ کے روشن چراغ بنا کر چھوڑ گئے ہیں"۔[307]

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ کرام زیادہ فقیہ اور کثیر الفتاویٰ تھے ان میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ نیز آپ ہی نے فقہ کی درس و تدریس کا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا اس لیے ان کی اور ان کے اصحاب کی فقہ دیگر تمام مجتہدین کی فقہ پر مقدم ہے۔

307... مناقب للموفق، ص415

باب ہفتم (7) امامِ اعظم اور علم الحدیث

بعض نام نہاد اہلحدیث سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ "آپ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں"۔ اس اعتراض کی اصل وجہ بھی آپ سے حسد و بغض ہے۔ علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

"کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو فقہ کے علاوہ دیگر علوم پر دسترس حاصل نہ تھی۔ حاشاللہ، آپ علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علومِ ادب و حکمت میں بحر ناپید اکنار تھے اور ان میں سے ہر فن کے امام تھے۔ بعض دشمنوں کا اس کے خلاف کہنا محض ان سے حسد کی وجہ سے ہے"۔[308]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نامور شاگرد امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۵ھ) امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور صحیح بخاری میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہیں اور نو ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ سے۔ گویا امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ بیس ثلاثیات درج کرنے کا شرف سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا صدقہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کتبِ صحاح کے اسانید میں بھی اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر آپ سے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا اور آپ سے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔ آپ نے امامِ اعظم رحمہ اللہ کی خدمت سے دس سال استفادہ کیا۔[309]

امام ابو عبدالرحمٰن المقری رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) نے امامِ اعظم رحمہ اللہ سے نو سو (۹۰۰) حدیثیں سماعت کیں۔[310]

ان کے شاگرد بشر بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ "جب آپ ہم سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے

308...الخیرات الحسان، ص77
309...مناقب للموفق، ص257
310...مناقب کردری، 2/216

کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے، حدثنا شاھنشاہ۔ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی ہے"۔[311]

غور فرمایئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ دس سال امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حدیث و فقہ کا علم حاصل کریں اور محدثِ کامل امام ابو عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نو سو (۹۰۰) حدیثیں سن کر آپکی عظمت کا اقرار یوں کریں کہ آپکو "حدیث کا شہنشاہ" کہیں تو پھر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حافظ الحدیث ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ائمہ تابعین وغیرہ چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا ہے اس لیے امام ذہبی رحمہ اللہ اور دوسرے حضرات نے آپکا شمار حفاظ محدثین کے طبقے میں کیا ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ آپ نے حدیث کو کم اہمیت دی، یہ اُس کی غفلت ہے یا پھر حسد ہے، یہ بات اس شخص کے متعلق کیونکر صحیح ہو سکتی ہے جس نے حدیث سے بے شمار مسائل اخذ کیے ہوں حالانکہ دلائل شرعیہ سے مخصوص طریقہ کے مطابق استنباط کرنے والے آپ پہلے شخص ہیں جسکا ذکر آپکے اصحاب کی کتب میں ہے۔ چونکہ آپ (فقہ کے) اس اہم کام میں مشغول رہے اس لیے آپ کی حدیثیں لوگوں میں پھیل نہ سکیں جس طرح حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جب مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہوئے تو ان سے روایتِ حدیث ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ ان کے سوا دوسرے کم عمر صحابہ سے ظاہر ہوئی۔

اس طرح امام مالک اور امام شافعی سے بھی فقہ میں مشغولیت کے باعث اس قدر احادیث ظاہر نہیں ہوئیں جیسا کہ ان حضرات سے مثلاً ابو زرعہ اور ابن معین (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے ظاہر ہوئیں جو کہ محض روایتِ حدیث کی طرف متوجہ رہے۔ علاوہ ازیں کثرتِ روایات بغیر درایت کے کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے تو اس کی مذمت میں ایک مستقل باب لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ فقہاء و علماء کا مذہب یہ ہے کہ "بغیر تفقہ و تدبر کے کثرت سے روایت کرنا اچھا نہیں اور ابن شبرمۃ

311... تاریخ بغداد، 13/345

رحمہ اللہ نے کہا کہ "کم روایت بھی تفقہ ہے"۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، "قابلِ اعتماد چیز حدیث واثر ہے اور صرف وہ رائے قبول کرو جو حدیث کی تفسیر کرے"۔ (312)

حافظ الحدیث، اسرائیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت اچھے بزرگ تھے۔ انہیں ہر ایسی حدیث جس سے کوئی فقہی مسئلہ اخذ ہو سکتا تھا بہت اچھی طرح یاد تھی۔ وہ ایسی حدیثوں کو بہت تلاش کرتے تھے اور حدیث میں فقہی مسائل کو بہت زیادہ جاننے والے تھے۔ (313)

صحاح ستہ کے اہم راوی حافظ الحدیث امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حدیث کا علم حاصل کرنا شروع کیا لیکن وہ ہم پر غالب رہے"۔ (314)

امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہ، عبد الملک بن ابی سلیمان، لیث بن ابی سلیم، مطرف بن طریف اور حصین بن عبد الرحمٰن وغیرہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے اور مشکل مسائل دریافت کرتے تھے۔ کئی بار وہ ان احادیث کے بارے میں سوال کرتے جس کے متعلق انہیں کوئی مشکل پیش آتی تھی۔ (315)

مقامِ غور ہے کہ اگر بالفرض سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد ہوتیں تو ایسے بڑے بڑے محدثین آپکے پاس کیوں حاضری دیتے؟

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "آپ سے جن محدثین نے کثیر روایات حاصل کی ہیں ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا"۔ (316)

علامہ یوسف بن صالح شامی رحمہ اللہ نے آپ سے روایات اخذ کرنے والے نو سو چوبیس (۹۲۴) محدثین کے نام تحریر کیے ہیں۔ (317) علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے آپ کے ۹۵ تلامذہ کے اسمائے گرامی

312...الخیرات الحسان، ص81
313... تبییض الصحیفہ، ص27
314...مناقب للذہبی، ص27
315...مناقب للموفق، ص496
316...مناقب للذہبی، ص12
317...عقود الجمان فی مناقب النعمان، ص89

تحریر کیے ہیں۔[318]

نامور محدث علی بن خشرم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "ہم امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے فرمایا، اے اصحابِ حدیث! تم حدیث میں تفقہ پیدا کرو، ایسا نہ ہو کہ اصحابُ الرائے تم پر غالب آجائیں۔ یہ خیال رہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کوئی بات ایسی نہیں کہی ہے جس پر ہم ایک یا دو حدیثیں نہ روایت کرتے ہوں"۔[319]

اس ارشاد سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اصحابُ الرائے تفقہ فی الحدیث کے حوالے سے نمایاں مقام کے حامل رہے ہیں اسی لیے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے انہیں حدیث کا فہم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جو کچھ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اس کے بارے میں ایک یا دو حدیثیں ضرور موجود ہیں۔ یعنی کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و قیاس احادیث کے عین مطابق ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ جنہیں امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ، "صاحب حدیث" اور امام ذہبی رحمہ اللہ "حافظ الحدیث" کہتے تھے وہ فرماتے ہیں، میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حدیث کی تفسیر جاننے والا اور اس کے فقہی نکات پہچاننے والا نہیں دیکھا۔ اور میں نے جب کبھی کسی بات میں ان کی مخالفت کی اور پھر اس پر غور کیا تو انہی کے مذہب کو آخرت کے لحاظ سے زیادہ موجبِ نجات پایا اور بسا اوقات میں حدیث کی طرف مائل ہوتا تو وہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کو جاننے والے ہوتے۔

جب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کسی قول پر جم جاتے تو میں آپکے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے کے لیے کوفہ کے مشائخ کے پاس جاتا۔ بسا اوقات دو دو یا تین تین حدیثیں لے کر آپ کے پاس حاضر ہوتا تو ان میں سے کسی کے بارے میں فرمادیتے کہ یہ صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے۔ میں دریافت کرتا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا حالانکہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے۔ آپ ارشاد

318... تبییض الصحیفہ، ص14
319... معرفت علوم الحدیث، ص69

فرماتے، ''میں اہلِ کوفہ کے تمام علم کا عالم ہوں''۔[320]

آپ نے صرف کوفہ ہی کے مشائخ سے علم حاصل نہ کیا بلکہ آپ مکہ، مدینہ اور بصرہ بھی حصولِ علم کے لیے کئی بار گئے۔ آپکے بعض اساتذہ کرام کا ہم آئندہ صفحات میں ذکر کریں گے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سینۂ اقدس میں احادیث کا کتنا بڑا خزانہ تھا اس کا اندازہ محدث علی قاری رحمہ اللہ کے اس قول سے کیجیے، وہ امام محمد بن سماعہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، ''امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (70,000) سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار (40،000) احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے''۔[321]

صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ''امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ جن کی صحت کی آپ کو پوری تحقیق تھی''۔[322]

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ اگر ایک حدیث کا متن سو مختلف طریقوں اور سندوں سے روایت کیا جائے تو محدثین کی اصطلاح میں یہ سو حدیثیں ہونگی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں محدث کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور فلاں محدث کو دو لاکھ، اس کا یہی مطلب ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کی اسناد میں راویوں کا اضافہ ہوا اور ایک ایک حدیث کو بکثرت راویوں نے روایت کرنا شروع کر دیا۔ ورنہ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ ''تمام مسند احادیثِ صحیحہ جو بلا تکرار نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد چار ہزار اور چار سو ہے''۔[323]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف جب چالیس ہزار حدیثوں کی نسبت کی جاتی ہے تو یہ اسانید و طرق کی کثرت سے مروی روایات کی تعداد ہوتی ہے اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بلا تکرار جو احادیث روایت کرتے ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے، دو ہزار احادیث

320... فتاوی رضویہ، 1/121
321... الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 2/474
322... مناقب للموفق، ص 141
323... نہیں ملی

انہوں نے اپنے استاد امام حماد رحمہ اللہ سے اور دو ہزار دوسرے شیوخ سے حاصل کیں"۔[324]

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ واقعی علم الحدیث کے شہنشاہ تھے۔ اور اگر نفسِ احادیث کے اعتبار سے تجزیہ کیا جائے تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مرویات امام بخاری رحمہ اللہ سے کہیں زیادہ ہیں اور نسبتاً کم واسطوں سے ہیں۔

مرکزِ علم و فضل؛ کوفہ:

سیدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا وطن کوفہ ہے۔ اس لیے غیر مقلدین یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ کوفہ والوں کو حدیث کا علم نہیں تھا نیز کوفہ میں صرف ایک دو صحابہ رہتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ آیئے اس پراپیگنڈہ کا تجزیہ کرتے ہیں۔

علامہ کوثری مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "عہدِ فاروقی ۱۷ھ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم پر شہر کوفہ آباد کیا گیا اور اس کے اطراف میں فصحائے عرب آباد کیے گئے۔ سرکاری طور پر یہاں مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تقرر ہوا۔ ان کے علمی مقام کا اندازہ اس مکتوب سے کیا جاسکتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کو تحریر کیا تھا۔ اس میں تحریر تھا:

"عبد اللہ بن مسعود کی مجھے یہاں خاص ضرورت تھی لیکن تمہاری ضرورت کو مقدم رکھتے ہوئے میں ان کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں"۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خلافتِ عثمان کے آخر وقت تک لوگوں کو قرآن پاک اور دینی مسائل کی تعلیم دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شہر میں چار ہزار علماء اور محدثین پیدا ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ پہنچے تو اس شہر کے علمی ماحول کو دیکھ کر فرمایا، "اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھلا

324... مناقب للموفق، ص142

کرے کہ انہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا"۔ (325)

غیر مقلدین کے پیشوا ابن تیمیہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ "اہلِ کوفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری سے قبل ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایمان، قرآن، تفسیر، فقہ اور سنت کا علم حاصل کر لیا تھا"۔ (326)

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "بیعتِ رضوان والے تین سو صحابہ اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والے ستر صحابہ کرام کوفہ میں آباد ہوئے"۔ (327) ان اکابر صحابہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے صحابہ کرام کوفہ میں آباد ہوئے۔ مشہور تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار پچاس صحابہ اور چوبیس بدری صحابہ کوفہ میں تشریف فرما ہوئے"۔ (328)

حافظ ابن ہمام اور محدث علی قاری رحمہا اللہ نے کوفہ میں تشریف فرما ہونے والے صحابہ کرام کی تعداد پندرہ سو تحریر فرمائی ہے۔ (329)

ان روشن دلائل کے باوجود اگر کوئی کوفہ کو ایک یا دو صحابہ کا مسکن کہے تو اسے اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہیے۔ اب رہا یہ اعتراض کہ "اہلِ کوفہ حدیث نہیں جانتے تھے"، اس کے جواب میں محدثین کی گواہیاں ملاحظہ فرمائیے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں جب کوفہ پہنچا تو وہاں حدیث کے چار ہزار طلبہ موجود تھے"۔ (330)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے امام عفان بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "جب ہم کوفہ پہنچے تو وہاں چار ماہ قیام کیا۔ احادیث کا وہاں اتنا چرچا تھا کہ اگر ہم چاہتے تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ احادیث لکھ سکتے تھے۔ مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثوں پر اکتفا کیا۔ ہم

325... نصب الرایۃ الاحادیث الھدایۃ، 1/45
326 ... منھاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ، 4/142
327... طبقات ابن سعد، 6/9
328... کتاب الکنی والاسماء، 1/174
329... فتح القدیر، 1/42
330... تدریب الراوی، ص275

نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اس کو روا سمجھنے والا کوئی نہیں دیکھا"۔[331]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے نے پوچھا، حصولِ علم کے لیے ایک استاد کی خدمت میں رہوں یا دوسرے شہروں سے بھی علم حاصل کروں؟ فرمایا، سفر اختیار کرو اور کوفیوں، مصریوں، اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ سے علم لکھو۔[332]

امام احمد رحمہ اللہ نے اہلِ کوفہ کا ذکر سب سے پہلے کرکے علم وفضل کے حصول کے لیے کوفہ کی اہمیت واضح فرمائی۔ حدیث اور رجال کی کتب دیکھیں تو اکثر راوی کوفہ کے نظر آتے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ کی صرف پہلی جلد میں کوفے کے تقریباً سو (۱۰۰) حفاظِ حدیث کے اسمائے گرامی لکھے ہیں جن میں سے اکثر صحاح ستہ بلکہ صحیحین کے راوی ہیں۔ کیا اس کے باوجود کوئی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ کوفہ والوں کو حدیث کا علم نہیں تھا۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جو جنگوں کا علم سیکھنا چاہے وہ اہل مدینہ سے حاصل کرے اور حج کے مسائل اور مناسک سیکھنا چاہے وہ اہل مکہ سے سیکھے اور جو فقہ کا علم حاصل کرنا چاہے اس کے لیے کوفہ ہی ہے"۔[333]

یہ بات ہم پہلے تحریر کرچکے کہ علم فقہ کی بنیاد حدیث کے علم ہی پر ہے۔ اس لیے کوفہ کو حدیث و فقہ دونوں علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے جنہوں نے طلبِ حدیث کے لیے بہت سے اسلامی شہروں کا سفر کیا لیکن کوفہ اور بغداد تو وہ کثرت سے جاتے رہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں دوبار مصر وشام گیا، چار مرتبہ بصرہ گیا اور میں ہرگز نہیں گن سکتا کہ میں کوفہ اور بغداد کتنی مرتبہ گیا"۔[334]

شارح بخاری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، "جب امامِ اعظم کے وصال کے اسّی (۸۰) سال بعد کوفہ کا یہ

331... نصب الرایۃ الاحادیث الھدایہ، 1/35
332... تدریب الراوی، ص177
333... مناقب للموفق، ص413
334... فتح الباری شرح صحیح البخاری، 1/86

حال تھا کہ امام بخاری جیسے احادیث کے بحرِ ناپید اکنار اپنی تشنگی بجھانے کے لیے اتنی بار کوفہ گئے جس کو وہ اپنے محیرّ العقول حافظے کے باوجود شمار نہیں کر سکتے تو اسّی سال پہلے تابعین کے دور میں کوفے کے علم وفضل کا کیا حال رہا ہوگا؟"۔[335]

حقیقت یہ ہے کہ پندرہ سو اکابر صحابہ کرام کی برکت سے کوفہ علم وفضل کا ایسا مرکز بن گیا تھا جس کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو رُمْحُ الله (اللہ کا نیزہ)، كَنْزُالْاِيْمَانْ (ایمان کا خزانہ) اور جُمْجُمَةُ الْعَرَبْ (عرب کا سر) کے القاب سے یاد کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو قُبَّةُ الْاِسْلَام (اسلام کا گھر) قرار دیا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو ایمان کا خزانہ، اسلام کا سر اور اللہ تعالیٰ کی تلوار کا لقب دیا۔[336]

اخذِ حدیث کے اصول:

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، "جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔[337] ہر دور میں عموماً اور قرونِ اولیٰ میں خصوصاً محدثین کرام حدیث کی روایت میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے رہے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی روایتِ حدیث میں نہایت محتاط طریقہ اختیار کیا۔

مشہور محدث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم حاصل کرنے میں نہایت محتاط اور حدودِ الٰہی کی بے حرمتی کرنے پر بیحد مدافعت کرنے والے تھے۔ آپ صرف وہی حدیثیں لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھیں اور آپ نبی کریم ﷺ کے آخری عمر کے فعل کو لیا کرتے تھے اور اس فعل کو جس پر انہوں نے علمائِ کوفہ کو عمل کرتے پایا۔ مگر پھر بھی ایک قوم نے بلاوجہ ان پر طعن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی مغفرت کرے"۔[338]

335...نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/166
336...طبقات ابن سعد، 6/5
337...بخاری، کتاب العلم، حدیث: 110
338...الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، ص142

حسن بن صالح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ "امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ناسخ و منسوخ احادیث کو بکثرت تلاش کرتے تھے اور اہلِ کوفہ کی تمام احادیث کا علم رکھتے تھے۔ لوگوں کا جس امر پر اتفاق تھا آپ اس کی سختی سے پیروی کرتے تھے اور آپ ان سب حدیثوں کے حافظ تھے جو آپ کے شہر والوں کو پہنچی تھیں"۔ (339)

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے آپ ہی کا ایک اور ارشاد نقل کیا ہے کہ "امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فہم اور علم میں پختہ تھے جب آپ کے نزدیک آقا و مولیٰ ﷺ کی حدیث صحیح ثابت ہوتی تو پھر اس سے غیر کی طرف آپ ہرگز نہ جاتے"۔ (340)

یہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ کی احادیث سے محبت کی دلیل ہے اور اس محبت کا ہی ایک تقاضا یہ ہے کہ ان تمام راستوں کو بند کر دیا جائے جن کے ذریعے کوئی رسولِ کریم ﷺ کی جانب غلط روایت منسوب کر سکے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی خیال سے صحابہ کرام کو ہمیشہ حکم دیتے تھے کہ حدیثیں کم بیان کریں۔ حضرت ابو اسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح حدیثیں روایت کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، "نہیں ورنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ درے مارتے"۔ (341)

دورِ عثمانی و دورِ حیدری میں احادیث کی اشاعت عام ہو گئی تو اہلِ بدعت نے بیشمار حدیثیں وضع کر لیں۔ حماد بن زید رحمہ اللہ کے بقول چودہ ہزار حدیثیں صرف ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کر لیں۔ ان حالات میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے روایتوں کی تنقید کی بنیاد ڈالی اور اس کے اصول و ضوابط مقرر کیے۔ اس وقت ان شرائط کو نہایت سخت کہا گیا۔ پھر امام مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کے متعلق جو شرائط

339...الخیرات الحسان، ص36
340...الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، ص128
341...سیرۃ النعمان، ص171

لگائیں وہ آپ کی شرائط کے قریب تر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کو مشدّدین فی الروایۃ کہا گیا ہے۔

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے قلیل الروایۃ ہونے کا ایک سبب آپ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ "کسی شخص کے لیے حدیث بیان کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ اس حدیث کو سننے کے دن سے بیان کرنے تک صحیح یاد نہ رکھتا ہو"۔[342]

امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ آپ کی احتیاط کا ذکر یوں کرتے ہیں، "امامِ اعظم ابو حنیفہ صرف وہ احادیث بیان کرتے ہیں جن کے وہ حافظ ہیں"۔[343]

آپ روایت بالمعنی کے جواز کے قائل نہ تھے۔ محدث علی قاری لکھتے ہیں، "امامِ اعظم روایت بالمعنی کو جائز نہیں کہتے، چاھے وہ مترادف الفاظ ہی میں کیوں نہ ہو۔ جبکہ جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے"۔[344]

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اس احتیاط پر جس چیز نے مجبور کیا وہ یہ تھی کہ ان کے زمانہ تک روایت بالمعنی کا طریقہ عام تھا اور بہت کم لوگ تھے جو الفاظِ حدیث کی پابندی کرتے تھے اس لئے روایت میں تغیر و تبدل کا ہر واسطہ میں احتمال بڑھتا جاتا تھا...... علامہ ذہبی رحمہ اللہ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ روایت میں سختی کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو جھڑک دیتے تھے کہ الفاظ کے ضبط میں بے پروائی نہ کریں۔ وہ جب کبھی بالمعنی روایت کرتے تو ساتھ ہی یہ الفاظ استعمال کرتے، او مثلہٗ اونحوہٗ او شبیہٌ بہٖ اما فوق ذلك واما دون ذلك واما قریب من ذلك۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا یا اس کے مثل یا اس کے مشابہ یا اس سے کچھ زیادہ یا کم یا اس کے قریب قریب فرمایا تھا۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو

342... الخیرات الحسان، ص133
343... تاریخ بغداد، 13/419
344... شرح مسند امام اعظم، ص3

لوگوں کو روایاتِ حدیث سے منع کیا کرتے تھے ان کا بھی غالباً یہی منشاء تھا۔ وہ جانتے تھے کہ الفاظ کم یاد رہ سکتے ہیں اور معنی کی عام اجازت سے تغیر و تبدل کا احتمال بڑھتا جاتا ہے۔[345]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے اکتسابِ علم کیا اس لیے ایسی ہی احتیاط امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں نظر آتی ہے۔ امام صاحب نے ضبطِ راوی کو اخذِ حدیث کے لیے بہت اہمیت دی اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر "ضبط" کے مفہوم پر غور کیا جائے تو حدیث کے راوی کے لیے اس کی اہمیت و ضرورت بنیادی شرط کے طور پر نمایاں ہو جاتی ہے۔ فخر الاسلام علامہ بزدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

"ضبط کا مفہوم یہ ہے کہ روایت کو اس طرح اخذ کیا جائے جس طرح اس کے حصول کا حق ہے، پھر اس کے صحیح مفہوم کو سمجھا جائے اور پوری کوشش سے اسے یاد کیا جائے پھر اس کی حدود کی حفاظت کر کے اس کی پابندی کی جائے اور روایت بیان کرنے تک اسے بار بار دہرایا جائے تا کہ وہ ذہن سے اتر نہ جائے"۔[346]

امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے آپ کی ایک اور شرط یہ تحریر کی ہے کہ "جو حدیث سرکارِ دو عالم ﷺ سے منقول ہو اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس پر عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راویٔ حدیث سے صحابی راوی تک متقی و عادل لوگوں کی ایک خاص جماعت اسے نقل کرتی ہو"۔[347]

اس حوالے سے دیکھا جائے تو امامِ اعظم نے وہی روایات لی ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے تابعین اور کبار تبع تابعین کو آپ نے خود ملاحظہ فرمایا۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ ارشاد علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے،

345... سیرۃ النعمان، ص180-184
346... اصول بزدوی، ص165
347... میزان الکبری، 1/63

یاخذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملها الثقات۔ "امامِ اعظم ابو حنیفہ احادیث کی وہ روایات لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح ہوتی تھیں اور جنہیں ثقہ راویوں کی جماعت روایت کرتی ہو"۔ (348)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سخت شرائط کے حوالے سے امام سیوطی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "یہ سخت مذہب ہے یعنی انتہائی درجہ کی احتیاط ہے۔ اس سلسلے میں دیگر محدثین اس اصول کو نہیں اپنا سکے۔ بہت ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے ان راویوں کی تعداد جو مذکورہ شرط پر پورے اترتے ہوں، نصف تک بھی نہ پہنچتی ہو"۔ (349)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی قبولِ روایت کے لیے شرائط امام بخاری و مسلم رحمہا اللہ کی شرائط سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ علمِ حدیث میں آپکی احتیاط کے بارے میں مشہور محدث وکیع بن جراح رحمہ اللہ یوں گواہی دیتے ہیں،

"میں نے حدیث میں جیسی احتیاط امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے یہاں دیکھی ایسی احتیاط کسی دوسرے میں نہ پائی"۔ (350)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے، "امامِ اعظم حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے"۔ (351)

امام ترمذی و بیہقی رحمہا اللہ جرح و تعدیل میں امامِ اعظم کا قول بطور دلیل پیش کرتے ہیں،

"جامع ترمذی میں امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے جابر جعفی سے زائد جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے افضل نہیں دیکھا۔ بیہقی نے روایت کی کہ آپ سے سفیان ثوری سے علم سیکھنے کے متعلق

348... مناقب الامام ابی حنیفہ، ص20

349... تدریب الراوی، ص160

350... مناقب للموفق، ص237

351... فتاوی رضویہ، 5/612

پوچھا گیا تو فرمایا، وہ قابلِ اعتماد ہیں، ان سے حدیث لکھو سوائے ان احادیث کے جو جابر جعفی نے ابواسحق سے روایت کی ہیں۔... اس سے امامِ اعظم کی جلالت فی الحدیث معلوم ہوتی ہے"۔[352]

علم حدیث میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمات کے متعلق آزاد خیال مصنف شبلی نعمانی نے یہ اعتراف کیا ہے کہ، "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو جس بات نے تمام ہم عصروں میں امتیاز دیا وہ ہے احادیث کی تنقید اور بلحاظِ ثبوت، احکام اور ان کے مراتب کی تفریق۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بعد علم حدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ غیر مرتب اور منتشر حدیثیں یکجا کی گئیں، صحاح کا التزام کیا گیا، اصولِ حدیث کا مستقل فن قائم ہو گیا...... لیکن تنقیدِ احادیث، اصولِ درایت اور امتیازِ مراتب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق کی جو حد ہے آج بھی ترقی کا قدم اس سے آگے نہیں بڑھتا"۔[353]

352...الخیرات الحسان، ص51
353...سیرۃ النعمان، ص168

باب ہشتم (8) امام اعظم کی ثقاہت

غیر مقلدین امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہتے ہیں اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ امام بخاری اور دار قطنی رحمہا اللہ نے آپکو ضعیف کہا ہے۔ اس کے جواب میں چند باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

اول: امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں جبکہ ان کی روایت ضعیف ہونے کا کوئی سبب موجود نہیں۔ آپ یا تو صحابہ کرام سے روایات لیتے ہیں اور یا جید تابعین عظام سے اور ان میں کوئی بھی ضعیف نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام سے براہ راست اور بلا واسطہ روایت کرنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ اعزاز ہے جو آپ کے ہمعصر کئی محدثین کو حاصل نہ ہوا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلا واسطہ احادیث روایت کیں۔ ان کے علاوہ کثیر تابعین کرام ہیں جن سے آپ نے علمِ حدیث میں استفادہ کیا۔

حضرت عبد اللہ بن داؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، آپ نے اکابر تابعین میں سے کس کی صحبت سے فیض اٹھایا ہے۔ آپ نے فرمایا، قاسم، سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، عبد اللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابو الزبیر، عطاء، قتادہ، ابراہیم، شعبی، نافع اور ان جیسوں کی"۔ رضی اللہ عنہم [354]

امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تین مسندوں کا صحیح نسخہ سے مطالعہ کیا ہے جن پر حفاظِ حدیث کے دستخط ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ امام صاحب عادل ثقہ اکابر تابعین سے حدیث روایت کرتے ہیں جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق خیر القرون میں سے ہیں۔ ان میں اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور

354... مسند امامِ اعظم، ص 311

حسن بصری اور ان کے مانند اور ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس وہ تمام راوی جو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان ہیں، سب عادل اور متقی ہیں۔ ان میں کوئی جھوٹا نہیں اور نہ ان میں سے کبھی کسی کی طرف سے جھوٹ کی نسبت ہوئی۔[355]

دوم: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں لکھاہے کہ "نعمان بن ثابت مرجی تھے اس بناپر لوگوں نے ان کی روایت وحدیث لینے میں سکوت کیاہے"۔(معاذ اللہ) یہ سراسر بہتان ہے۔ خود امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فقہ اکبر میں اِرجاء کی تردید فرمائی ہے۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف ارجاء کی نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سب اصحاب مرجئہ کی رائے کے خلاف ہیں........ یہاں تک کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرجیئہ کے پیچھے نماز جائز نہیں"۔[356]

علامہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کو مرجیۃُ السنۃ کہا جاتاہے۔ بہت سے اصحابِ مقالات نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو مرجیہ میں شمار کیاہے شاید اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ آپ قائل تھے کہ ایمان قلبی تصدیق کانام ہے اور وہ کم و بیش نہیں ہوتا اس لیے انہوں نے یہ گمان کیاکہ آپ عمل کو ایمان سے مؤخر رکھتے ہیں حالانکہ آپ عمل میں اپنے مبالغہ واجتہاد کے باوجود کس طرح ترکِ عمل کافتویٰ دے سکتے تھے"۔[357]

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مشہور گمراہ فرقہ مرجیہ خالصہ ہے جبکہ مرجیۃُ السنۃ سے ایسے لوگ مراد ہیں جو اہلسنت ہیں مگر بعض ایسے مسائل کی وجہ سے جو اہلسنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں، لغوی معنی میں ان پر اِرجاء کالفظ بولا گیا۔

شیخ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں، "معتزلہ ہر اس شخص کو مرجئہ کہتے تھے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب

355...میزان الشریعۃ الکبری، 1/68

356...عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ،

357 ... الملل والنحل، الفصل الخامس، الغسانیۃ، 1/140

کو دائمی جہنمی خیال نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر داخلِ جنت ہو گا اور خدا تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ چنانچہ اس اعتبار سے امام ابو حنیفہ، صاحبین و دیگر علماء کو بھی مرجئہ کہا گیا ہے"۔[358]

"محدث ابن قتیبہ نے اپنی مشہور کتابُ المعارف میں مرجیہ کے عنوان سے بہت سے فقہاء و محدثین کے نام لکھے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر حدیث و روایت کے امام ہیں اور صحیح بخاری و مسلم میں ان لوگوں کی سینکڑوں روایتیں موجود ہیں۔ ہمارے زمانے کے بعض کوتاہ بین (غیر مقلد) اس پر خوش ہیں کہ امام صاحب کو بعض محدثین نے مرجیہ کہا ہے وہ ابن قتیبہ کی فہرست دیکھتے تو شاید ان کو ندامت ہوتی۔ محدث ذہبی نے میزانُ الاعتدال میں مسعر بن کدام کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "اِرْجاء" بہت سے علماء کبار کا مذہب ہے اور اس کے قائل پر مؤاخذہ نہیں کرنا چاہیے"۔[359]

اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے تسامح ہوا ہے۔

سوم: اگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے "اِرْجاء" کی وجہ سے آپ کی روایات ضعیف قرار دی جاسکتی ہیں تو پھر اس الزام سے امام بخاری رحمہ اللہ بھی نہیں بچ سکتے کیونکہ انہوں نے صحیح بخاری میں ایسے سولہ (۱۶) راویوں سے روایت لی ہے جو مرجئ ہونے میں مشہور تھے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1 ابراہیم بن طہمان۔2 ایوب بن عائذ الطائی۔3 شبابہ بن سوار الفرازی۔4 عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی۔5 عثمان بن غیاث البصری۔6 عمر بن ذر الہدانی۔7 محمد بن خازم ابو معاویہ۔8 ورقاء بن عمر الیشکری۔9 یونس بن بکیر۔10 ابراہیم تیمی۔11 عبدالعزیز بن ابی رواد۔12 سالم بن عجلان۔13 قیس بن مسلم الجدلی۔14 خلاد بن یحییٰ بن صفوان۔15 بشر بن محمد السختیانی۔16 شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمٰن۔[360]

358... حیات امام ابو حنیفہ، ص243
359... سیرۃ النعمان، ص142
360... تہذیب التہذیب 149

صرف یہی نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے راویوں میں چار خارجی، چار جہمی، چار ناصبی، اُنیس شیعہ اور پچیس قدریہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے "الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ" از: علامہ پروفیسر نور بخش توکلی رحمہ اللہ ص ۲۴۸ تا ص ۲۶۳)

مذکورہ راویوں میں کئی تو ایسے ہیں جن پر خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الضفاء میں جرح بھی کی ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"ایوب بن عائذ کے مرجئی ہونے کی وجہ سے امام بخاری نے اسے ضعفاء میں درج کیا۔ تعجب ہے اس پر طعن بھی کرتے ہیں اور اس کی روایت بھی لیتے ہیں"۔ (361)

چہارم: مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں، "امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں بعض متعصب متاخرین سے بھی جرح صادر ہوئی ہے جیسے دارقطنی اور ابن عدی وغیرہ۔ اس پر بہت بھاری دلائل شاہد ہیں کہ یہ جرح حسد اور تعصب کی وجہ سے کی گئی ہے اور اس تعصب سے کوئی بشر بھی محفوظ نہیں رہ سکتا مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور یہ پہلے بیان ہوا کہ اس جیسی جرح مقبول نہیں ہوتی بلکہ وہ جرح کرنے والے پر بھی پڑتی ہے"۔ (362)

بعض محدثین جنہوں نے حاسدوں کے پروپیگنڈے کے باعث امامِ اعظم پر جرح کی تھی، بعد میں اصل حقیقت معلوم ہو جانے پر امامِ اعظم کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا۔ ان محدثین میں حافظ ابن عدی رحمہ اللہ بھی ہیں جن کا مذکورہ بالا حوالے میں ذکر ہے۔ انہوں نے رجوع کے بعد تلافی کے طور پر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بعض روایات ایک مسند میں جمع کر کے مرتب کیں۔

شارح بخاری امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا، وہ ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ

361...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/146

362...التعلیق الممجد علی موطاامام محمد، مقدمہ، ص33

آپ کو ضعیف کہتا ہو۔ شعبہ بن حجاج آپ کو لکھتے ہیں کہ آپ حدیث روایت کریں اور شعبہ اور سعید بھی آپکو روایت کے لیے فرماتے ہیں۔ یحییٰ بن معین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ اور صادق ہیں اور ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے امین اور حدیث میں سچے ہیں"۔ عبد اللہ بن مبارک، سفیان ابن عیینہ، اعمش، سفیان ثوری، عبد الرزاق، حماد بن زید اور وکیع جیسے ائمہ کبار اور ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، احمد بن حنبل اور بہت سے دیگر ائمہ نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس گفتگو سے دار قطنی کا ستم اور تعصب ظاہر ہو گیا۔ پس وہ کون ہے جو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہتا ہے وہ تو خود اس لائق ہے کہ اسے ضعیف کہا جائے، کیونکہ اس نے اپنی مسند میں سقیم و معلول و منکر و غریب و موضوع روایات نقل کی ہیں۔ اس لیے وہ اس کا مصداق ہے کہ "جب لوگ امام صاحب کی عظمت و شان کو نہ پہنچ سکے تو آپ کے مخالف و دشمن بن گئے"۔

مثل سائر میں ہے کہ سمندر مکھی کے گرنے سے گدلا نہیں ہوتا اور کتوں کے پینے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ وحدیث ابی حنیفة حدیث صحیح۔ "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، صحیح حدیث ہے"۔ (363)

غور فرمائیے کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے زمانہ تک تو ایک آدمی بھی امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہنے والا نہ ہو اگر غیر مقلدین و حاسدین ان کو پھر بھی ضعیف قرار دیں، یہ تعصب و حسد نہیں تو پھر کیا ہے؟ غیر مقلدین اپنے امام ابن تیمیہ ہی کا فرمان سن لیں۔ انہوں نے امام مالک و امام شافعی و امام احمد وغیرہ کے ساتھ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ذکر کر کے انہیں بھی ائمة الحدیث و الفقه یعنی "حدیث و فقہ کا امام" قرار دیا ہے رضی اللہ عنہم۔ (364)

پنجم: اب آخر میں ایک امام الحدیث، ایک عظیم مورخ اور جرح و تعدیل کے ایک نامور امام کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

363... بنایہ شرح الهدایة، 2/317

364... منهاج السنة، 1/231

علمِ حدیث کے امام ابو داؤد رحمہ اللہ (جن کی کتاب ''سنن ابی داؤد'' صحاح ستہ کا حصہ ہے) انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فقہ و حدیث کے امام ہونے کی تصریح یوں فرمائی، رحم اللہ مالکاً کان اماماً رحم اللہ الشافعی کان اماماً رحم اللہ اباحنیفۃ کان اماماً۔

''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو امام مالک پر کیونکہ وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو امام شافعی پر کیونکہ وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو امام ابو حنیفہ پر کیونکہ وہ امام تھے''۔(365)

امام ذہبی شافعی رحمہ اللہ نے بھی امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے، ان ابا حنیفۃ کان اماماً۔ ''بیشک ابو حنیفہ امام تھے''۔(366)

مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ رقمطراز ہیں،

ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اعتماد مذہبہ بینہم والتعدیل علیہ واعتبارہ رداً وقبولاً۔

''علمِ حدیث میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ردو قبول میں ان پر اعتبار کیا جاتا ہے''۔(367)

اب ہم متاخر محدثین کے امام، ماہر طبقاتِ رجال، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ الذہبی رحمہ اللہ کی رائے لکھتے ہیں جو امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کے پیروکار تھے اور انہوں نے حفاظِ حدیث کے حالات میں 4 جلدوں پر مشتمل عظیم کتاب لکھی۔ محدثین کی اصطلاح میں حافظ وہ ہوتا ہے جسے کم از کم ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔ آپ اس کتاب میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی حافظِ حدیث قرار دیتے ہوئے ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

''ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق الخ''۔(368)

365... جامع بیان العلم وفضلہ، 315/2
366... تذکرۃ الحفاظ، ابو حنیفہ الامام الاعظم، 126/1
367... مقدمہ ابن خلدون، ص445
368... تذکرۃ الحفاظ، ابو حنیفہ الامام الاعظم، 123/1

ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امامِ اعظم ہیں، کثیر الحدیث اور حافظ الحدیث ہیں، ثقہ اور صادق ہیں نیز آپ کی مرویات صحیح احادیث ہیں۔

جرح کا جواب:

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الخیرات الحسان" میں ایک پوری فصل ان لوگوں کے رد میں تحریر کی ہے جنہوں نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پر جرح کی۔ آپ لکھتے ہیں،

"امام ابو عمر یوسف بن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ان کی توثیق کی اور ان کی تعریف کی، ان لوگوں کی تعداد ان پر جرح کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور جن اہل حدیث نے آپ پر جرح کی، ان کی اکثر جرح یہی ہوتی ہے کہ آپ رائے اور قیاس میں منہمک تھے۔ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ کوئی عیب نہیں۔ یہ مقولہ بھی مشہور ہے کہ آدمی کی عظمتِ شان کا اندازہ اس کے بارے میں لوگوں کے اختلافات سے ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوئے۔ ایک حد سے زائد محبت کرنے والے اور دوسرے بغض کرنے والے۔

امام بخاری کے شیخ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے فرمایا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن عوام اور جعفر بن عون رحمہم اللہ نے روایت کی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ ہیں، ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا، ہمارے اصحاب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں زیادتی کرتے تھے تو ان سے پوچھا گیا، کیا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق جھوٹ کی نسبت صحیح ہے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں وہ اس عیب سے بلند تر اور پاک ہیں۔

طبقاتِ شیخ الاسلام تاج الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ میں ہے کہ محدثین کے اس قاعدہ کو مطلق سمجھنے سے بچو کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ جس کی عدالت ثابت ہو جائے اور اس کی

تعریف کرنے والے بہت ہوں اور اس پر جرح کرنے والے کم ہوں اور یہ قرینہ بھی موجود ہو کہ اس پر جرح کی وجہ مذہبی تعصب ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہے تو ایسے شخص کی جرح لائقِ التفات نہیں.........

پھر طویل گفتگو کے بعد فرمایا، جرح کرنے والے کی جرح اُس شخص کے متعلق قبول نہ کی جائے گی جس کی اطاعت اس کی معصیت پر غالب ہو، اور جس کی تعریف کرنے والے اس کی مذمت کرنے والوں پر غالب ہوں، اور جس کی تعدیل کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں پر غالب ہوں، جبکہ وہاں ایسا قرینہ موجود ہو جو یہ ظاہر کرے کہ یہ جرح مذہبی یا دینوی تعصب کی بناء پر ہے یا کوئی اور وجہ ہو تو اس وقت سفیان ثوری وغیرہ کا کلام امام ابو حنیفہ کے متعلق، ابن ابی ذئب وغیرہ کا امام مالک کے متعلق، یحیٰ بن معین کا امام شافعی کے متعلق کلام لائقِ التفات نہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

اگر مطلقاً جرح کو تعدیل میں مقدم کریں تو کوئی امام نہ بچے گا کیونکہ ہر امام کے بارے میں طعن کرنے والوں نے طعنہ زنی کی ہے اور ہلاک ہونے والے اس میں ہلاک ہوئے ہیں۔......بزرگوں سے ایک دوسرے کے حق میں بہت سی باتیں غصہ کی حالت میں صادر ہو گئیں، بعض تو حسد پر محمول ہوئیں اور بعض کی تاویل کی گئی تاکہ جس کے حق میں بات کہی گئی اس پر کچھ حرف نہ آئے۔[369]

خطیب بغدادی نے اپنی اصولِ حدیث کی کتاب "الکفایہ فی علم الروایہ" میں جرح کے قاعدے کے تحت امام مالک، سفیان ثوری سے لے کر یحیٰ بن معین رحمہم اللہ تک ایک طبقہ قائم کر کے لکھا ہے، "جو اصحاب بلندئ ذکر، استقامتِ حال، صداقت کی شہرت اور بصیرت و فہم میں اصحابِ بالا کی مثل ہوں، اُن کی عدالت کی بابت سوال نہیں کیا جا سکتا"۔ اور یہ روایت بھی لکھی ہے کہ امام احمد بن حنبل سے اسحق بن راہویہ کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا، کیا اسحق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت سوال کیا جا سکتا ہے؟

369...طبقات شافعیہ للسبکی، 2/9

مقامِ غور ہے کہ جب اسحق بن راہویہ جیسی شان کے آدمی کی نسبت بقول امام احمد بن حنبل سوال نہیں کیا جاسکتا تو امامِ اعظم کی شان تو اس سے بہت زیادہ ارفع اور بدرجہا بالاتر ہے۔[370]

کسی نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کہا، فلاں شخص امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، لوگوں نے امامِ اعظم سے اس لیے دشمنی کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فضیلت عطا کی جس سے آپ شرفاء اور معززین پر فائق ہو گئے۔[371]

شیخ طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے محدث ابن الاثیر جزری شافعی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے، "امام ابو حنیفہ کی طرف خلقِ قرآن، قدر، اِرجاء جیسے اقوال منسوب کیے گئے جن سے ان کا دامن پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اُن کو ایسی شریعت دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی اور جس نے روئے زمین کو ڈھانپ لیا، اور ان کے مذہب وفقہ کا مقبولِ عام ہونا، اُن کی پاکدامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سِرّ خفی نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب اسلام اُن کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا"۔[372]

جب کوئی شخص امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے سامنے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کرتا تو وہ دو اشعار پڑھتے جنکا مفہوم یہ ہے، "لوگوں نے اس نوجوان سے حسد کیا کیونکہ وہ اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے لہٰذا لوگ اب اس کے مخالف اور دشمن بنے ہوئے ہیں۔ جس طرح خوبصورت عورت کی سوکنیں حسد اور جلن کی وجہ سے اس کے خاوند سے کہتی ہیں کہ وہ تو بدصورت ہے"۔[373]

اسی لیے مبسوط میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک عالم کی شہادت دوسرے عالم کے خلاف مقبول نہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ حسد و بغض رکھتے ہیں۔[374]

370...امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین، ص53

371...الخیرات الحسان، ص133

372...جامع الاصول فی احادیث الرسول، 14/267

373...الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 2/498

374...الخیرات الحسان، ص134

علماء کرام نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت کے پانچ اسباب کا ذکر کیا ہے۔

اول: حسد ورقابت،

دوم: قاضی صاحبان کے فیصلوں میں غلطیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کرنا،

سوم: آپ کا عجمی ہونا،

چہارم: آپ کے اصولِ اجتہاد، طریقِ استنباط اور دلائل سے ناواقفیت اور

پنجم: مفسد اور فتنہ پرور لوگوں کا پروپیگنڈہ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹی روایتیں گھڑا کرتے تھے۔

آخر الذکر کے متعلق شارح بخاری لکھتے ہیں:

"ایسے لوگوں پر حیرت نہیں، حیرت امام بخاری رحمہ اللہ پر ہے کہ انہوں نے ایسے کذاب وضاع (مثلاً نعیم بن حماد) کی روایتوں پر اعتماد کر کے اپنی کتابوں میں اسے جگہ دی"۔ حالانکہ نعیم بن حماد کے متعلق محدثین کی جرح موجود ہے۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول، "یہ تقویتِ سنت کے لیے جعلی حدیثیں بنایا کرتا اور امام ابو حنیفہ کی توہین کے لیے جھوٹے قصے گھڑ کر پیش کرتا تھا"۔[375]

امام نسفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "حدیث درست نہیں رہتی مگر فقہ کے ساتھ، اور فقہ درست نہیں رہتی مگر حدیث کے ساتھ۔ یہانتک کہ جو دونوں میں سے ایک میں لائق ہو اور دوسری میں نہ ہو وہ منصبِ قضاء وفتوی کے لائق نہیں۔ کیونکہ محدث جو فقیہ نہ ہو اکثر غلطی کرتا ہے"۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی نسبت مروی ہے کہ ان سے دو بچوں کی بابت فتویٰ طلب کیا گیا جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے درمیان حرمتِ رضاعت ثابت ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ اور یہ ان کے بخارا سے نکلنے کا سبب ہوا۔[376]

375...میزان الاعتدال،4/269

376...الاقوال الصحیحہ للتوکلی، ص151

یہ واقعہ امام ابو حفص کبیر حنفی رحمہ اللہ کے زمانے میں ہوا۔ علامہ نور بخش توکلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، اسی واقعہ کے سبب امام بخاری رحمہ اللہ کے دل میں حنفی علمائے کرام کی طرف سے کشیدگی پیدا ہو گئی چنانچہ انہوں نے حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی صحیح میں اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی تاریخ میں توہین آمیز الفاظ سے یاد کیا ہے۔ تجاوز اللہ عنا وعنہ۔ (377)

امام بخاری رحمہ اللہ نے نعیم بن حماد کے علاوہ اپنے شیخ حمیدی کے حوالے سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسی لغو باتیں نقل کیں جو ان کے شایانِ شان نہ تھیں۔ انہوں نے حمیدی کے حوالے سے لکھا کہ امامِ اعظم کو مکہ میں ایک حجام سے تین سنتیں حاصل ہوئیں۔ پھر حمیدی نے کہا، "وہ شخص جس کو مناسکِ حج کی سنتیں معلوم نہ تھیں، احکامِ الٰہی، وراثت، فرائض، زکوٰۃ، نماز اور دوسرے امورِ اسلام میں کس طرح اس کی تقلید کی جاسکتی ہے"۔ (378)

حمیدی کے متعلق امام تاج الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ کی رائے بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ فرمایا، "وہ فقہائے عراق کے بارے میں شدت پسند تھے اور ان کے خلاف برے کلمات استعمال کرتے تھے"۔

حمیدی کے دعوے کے برخلاف جلیل القدر تابعی امام اعمش رضی اللہ عنہ گواہی دیتے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے زیادہ حج کے مسائل جاننے والا کوئی نہیں۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام اعمش رضی اللہ عنہ جب حج پر جانے لگے تو انہوں نے حج کے مسائل امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے لکھوائے اور فرمایا، امامِ اعظم سے مناسکِ حج لکھ لو، میں حج کے مسائل کا ان سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں جانتا"۔ (379)

غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ نے آزاد خیالی کے باوجود ایسے متعصب حاسدوں کی پُرزور تردید کی اور لکھا، "امام ابو حنیفہ سے بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود کوئی شخص بھی ان کے تفقہ، فہم اور علم میں شک وشبہ نہیں کر سکتا۔ کچھ لوگوں نے ان کی توہین وتحقیر کے لیے ان کی طرف ایسی باتیں

377... الاقوال الصحیحہ للتوکلی، ص152
378... تاریخ صغیر، 2/41
379... الخیرات الحسان، ص28

منسوب کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس قسم کے دیگر مسائل"۔[380]

آخر میں علامہ سخاوی رحمہ اللہ کا فیصلہ نقل کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں،

"حافظ ابن حبان نے کتاب السنۃ میں، یا حافظ ابن عدی نے کامل میں، یا ابو بکر خطیب نے تاریخ بغداد میں، یا ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں، یا بخاری اور نسائی نے بعض ائمہ کے بارے میں جو لکھا، یہ ان کی شانِ علم واتقان سے بعید ہے۔ ان باتوں میں ان کی پیروی نہ کی جائے، اس سے احتراز کیا جائے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا کہ اسلاف کی اس قسم کی باتوں کو مشاجراتِ صحابہ کی قبیل سے مانتے تھے اور سب کا ذکر خیر سے کرتے تھے"۔[381]

مقامِ امامِ اعظم اور امام بخاری:

چودھویں صدی ہجری کے مجددِ برحق، شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کے ایک اعتراض کے جواب میں کثیر دلائل دیکر آخر میں فرماتے ہیں،

"امام الائمہ امام اعلم امام اعظم رضی اللہ عنہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے امام ومتبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ "تمام مجتہدین امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں"۔ حفظِ حدیث و نقدِ رجال وتنقیحِ صحت وضعفِ روایات میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والا، صاحبِ رتبۂ بالا، مقبولِ معاصرین ومقتدائے متاخرین ہونا مسلّم۔ کتبِ حدیث میں ان کی کتاب بیشک نہایت چیدہ وانتخاب جس کے تعالیق ومتابعات وشواہد کو چھوڑ کر اصولِ مسانید پر نظر کیجیے تو ان میں گنجائشِ کلام تقریباً شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امامِ اعظم میں۔ رضی اللہ عنہ

اور یہ بھی بحمدللہ حنفیہ وشاگردانِ امام ابو حنیفہ وشاگردانِ شاگردِ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مثل امام عبداللہ بن مبارک وامام یحییٰ بن سعید قطان وامام فضیل بن عیاض وامام مسعر بن کدام وامام وکیع بن

380... منہاج السنۃ، 1/259

381... نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/216

الجراح و امام لیث بن سعد و امام معلی بن منصور رازی و امام یحییٰ بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور ان کے قدم پر قدم رکھا اور خود امام بخاری کے استاذِ اجل امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں، وہ امام محمد کے، وہ امام ابویوسف کے، وہ امام ابو حنیفہ کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (گویا امام بخاری، امام اعظم کے پانچویں درجے میں شاگرد ہوئے)

مگر یہ کارِ اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کارِ اجل و اعظم یعنی فقاہت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے۔ اللہ عزوجل نے انہیں خدمتِ الفاظِ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمتِ معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے۔ عطار دواشناس ہے، اس کی دکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالامال ہے مگر تشخیصِ و معرفتِ علاج و طریقِ استعمال طبیب کا کام ہے۔ عطارِ کامل اگر طبیبِ حاذق کے مدارکِ عالیہ تک نہ پہنچے، معذور ہے خصوصاً ملک اطبائے حذاق امام الائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا، جس کی دقتِ مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا، بھلا امام بخاری رحمہ اللہ تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے، بلکہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں، خود حضرت امام اجل سلیمان اعمش رضی اللہ عنہ کہ اجلہ تابعین و امام ائمہ محدثین سے ہیں، حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادمِ رسول اللہ ﷺ کے شاگرد اور ہمارے امامِ اعظم کے استاد، ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے۔

اس وقت ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ نے ہمارے امام سے فتویٰ لیا۔ آپ نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کیے؟

آپ نے فرمایا، انہی حدیثوں سے جو میں نے آپ سے سنیں۔ اور پھر آپ نے وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتادیں۔ امام اعمش نے فرمایا، "بس کیجیے، میں نے جو حدیثیں سو دن میں بیان کیں وہ آپ

نے گھڑی بھر میں مجھے سنا دیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث سے اسقدر مسائل اخذ کرتے ہیں۔

یا معشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل بکلا الطرفین۔

اے فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے گھیر لیے"۔

یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ شافعیہ نے اپنی تصانیف الخیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی۔ یہ تو یہ، خود ان سے بدرجہا اجل واعظم، ان کے استاذ اکرم واقدم، امام عامر شعبی رضی اللہ عنہ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، حضرت مولیٰ علی وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید و ابوہریرہ وانس بن مالک وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریر بن عبد اللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بکثرت اصحابِ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امامِ اعظم کے استاذ جن کا پایۂ رفیع، حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں، "بیس سال گزرے ہیں کہ کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچتی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو"۔ ایسے مقام والا مقام باآں جلالتِ شان فرماتے ہیں ،"ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں، ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے"۔ اسے شیخ زین نے تذکرۃ الحفاظ میں تحریر کیا ہے۔

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں، دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حنفیہ سے فقہ حاصل فرماتے تو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوالِ شریفہ کی جلالتِ شان وعظمتِ مکان سے آگاہ ہو جاتے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی طرح ائمہ محدثین وائمہ فقہاء دونوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیمِ ازل جو حصہ دے۔

ہر کسے راہبر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

یعنی جس کو کسی کام کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے بلکہ ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب و معیوب قرار پاتے۔ فالی اللہ المشتکی وعلیہ التکلان (اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں فریاد ہے اور اسی پر بھروسا ہے)۔

بالجملہ ہم اہلِ حق کے نزدیک حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کو حضور پُرنور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا و مولٰنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے کہ فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدستِ حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کارِ فجّار۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں (عیاذاً باللہ) اسدُ اللہ رضی اللہ عنہ کے سبقت واولیت وعظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ونسبتِ بارگاہِ رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی۔

یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔ یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوثِ اعظم اور محدث علی قاری کو حضرت خاتمِ ولایتِ محمدیہ شیخِ اکبر سے ہے۔ نہ ہم بخاری وابن جوزی و علی قاری کے اعتراضات سے شانِ رفیع امامِ اعظم و غوثِ اعظم و شیخِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطافی الفہم معترض ہوئے، الجھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشائِ اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ اُن اکابر محبوبانِ خدا کے مدارکِ عالیہ تک درس ادراک نہ پہنچنا لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس۔[382]

اَصح کتب الحدیث:

بعض اہل بدعت یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حنفی بخاری کو "اصح الکتب" مانتے ہیں تو بخاری پر

382...فتاوی رضویہ، 10/199-201

عمل کیوں نہیں کرتے؟اس میں لکھا ہے کہ رفع یدین کرو، آمین بلند آواز سے کہو، امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو وغیرہ، تو پھر حنفی ان پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

اس کے جواب میں شارح بخاری لکھتے ہیں کہ اصح کتب بعد کتاب اللہ کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ قرآن مجید کی طرح اس کا حرف حرف نقطہ نقطہ صحیح اور حق ہے۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ آج تک حدیث میں جتنی کتابیں لکھی گئیں بلا استثناء ان سب میں صحیح کے ساتھ ضعیف احادیث بھی درج ہیں، اس سے بخاری بھی مستثنیٰ نہیں۔ البتہ دوسری کتابوں کے بہ نسبت اس میں ضعیف حدیثیں کم ہیں دوسروں میں تناسب کے لحاظ سے زائد ہیں۔ اب اصح الکتب کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث کی دوسری تمام کتابوں کی بہ نسبت اس میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں ضعیف حدیثیں کم ہیں۔............

امام بخاری سے (بتقاضائے بشریت) اس کتاب میں کئی جگہ لغزش ہوئی ہے اس لیے اصح الکتب کا یہ مطلب لینا کہ بخاری میں جو کچھ ہے خواہ وہ حدیث نہ ہو بلکہ امام بخاری کا قول اور ان کی تحقیق ہو سب حق ہے، یہ اصح الکتب کی معنی کی تحریف ہے۔ جس نے بھی بخاری کو اصح الکتب کہا وہ صرف احادیث کے اعتبار سے کہا۔ امام بخاری کے فرمودات (اور اقوال) کو اس میں کسی نے داخل نہیں کیا۔ مگر کیا کیجیے باطل پرستوں کو جب کوئی دلیل نہیں ملتی تو وہ اسی قسم کی فریب کاری کرتے ہیں"۔[383]

باقی رہے نماز سے متعلقہ امور تو اس بارے میں عرض ہے کہ کئی امور کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے کو ابواب کے عنوان کے طور پر پیش کیا ہے اور کئی امور کے لیے ایسی احادیث سے استدلال کیا ہے جو منسوخ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نماز سے متعلق ہم ایک باب میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔

بعض کم علم و کم فہم یہ کہتے ہیں کہ "صرف وہ احادیث معتبر ہیں جو بخاری میں ہیں، ان کے سوا کوئی حدیث معتبر نہیں"۔ یہ بات بھی بالکل غلط اور گمراہی ہے۔ کیا یہ نظریہ کسی آیت یا حدیث سے

383...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/145

اخذ کیا گیا ہے یا یہ بات امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ارشاد فرمائی ہے؟ ہر گز نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ "میں نے اپنی صحیح میں صرف صحیح حدیثوں کو جمع کیا ہے لیکن کثیر تعداد میں صحیح حدیثوں کو روایت نہیں بھی کیا ہے"۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں"۔ جبکہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں کل سات ہزار دو سو پچھتر (۷،۲۷۵) احادیث ہیں اور اگر تکرار کو حذف کر دیا جائے تو صرف چار ہزار حدیثیں باقی رہ جاتی ہیں۔(384)

اگر صحیح بخاری کی کُل احادیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق ایک لاکھ صحیح احادیث سے نکال لیا جائے تب بھی بانوے ہزار سات سو پچیس (۹۲،۷۲۵) صحیح احادیث کا عظیم ذخیرہ باقی رہ جاتا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نہیں کیا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد تھے اس لیے انہوں نے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صحیح بخاری میں وہی احادیث جمع کیں جو مذہبِ شافعی پر دلیل ہیں۔ اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اس کتاب میں جو احادیث جمع کی ہیں وہ صحیح ہیں لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ جن احادیث کو میں نے چھوڑ دیا ہے، وہ ضعیف ہیں"۔

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ کسی حدیث کا بخاری یا مسلم میں نہ ہونا ہر گز اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اصول و ضوابط کے مطابق اگر وہ حدیث ضعیف ہے تو بخاری و مسلم میں ہونے کے باوجود ضعیف ہے اور اگر راوی قوی ہیں اور وہ حدیث صحاح ستہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں مروی ہے تو وہ حدیث ہر گز ضعیف نہیں ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "یہ دونوں کتابیں اصح کتبُ الحدیث ہیں مگر ان میں تمام احادیثِ صحیحہ کا احاطہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کی اپنی شرائط کے مطابق جو حدیثیں ہیں وہ سب بھی ان

384...الاکمال فی اسماء الرجال، ص138

کتابوں میں درج نہیں ہیں"۔[385]

نیز اہلِ علم کے نزدیک یہ حقیقت بھی ثابت شدہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں ضعیف روایات بھی ہیں۔ ایسے ضعیف راویوں کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "جن راویوں سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں ان کی تعداد 435 ہے جن میں سے 80 راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے۔ اور جو راوی امام مسلم کے ساتھ مخصوص ہیں ان کی تعداد 620 ہے ان میں سے 160 کو ضعیف کہا گیا ہے"۔[386]

385...فتح المغیب، اصح کتب الحدیث، 1/33

386...فتح المغیب، اصح کتب الحدیث، 1/29

باب نہم (9) عمل بالحدیث

بعض لوگوں نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پر یہ بد گمانی کی ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کے خلاف بِلا کسی دلیل کے عمل کرتے تھے (معاذ اللہ)۔ اس عنوان سے امام ابن حجر مکّی شافعی رحمہ اللہ نے الخیرات الحسان میں ایک فصل تحریر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، "جن لوگوں نے یہ گمان کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے سستی کی اور آپ کے اصول و قواعد کی پرواہ نہ کی اور ان میں غور و فکر نہ کیا کیونکہ ان میں سے جیسا کہ ابن عبد البر وغیرہ نے کہا ہے کہ خبرِ واحد جب اجماعی اصولوں کے خلاف ہو تو وہ قابلِ قبول نہیں اس لئے امامِ اعظم رحمہ اللہ ایسی خبر پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں"۔[387]

فقہ حنفی کی معتبر کتب میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ خبرِ واحد قیاس پر مقدم ہے جبکہ وہ اجماعی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ علامہ شامی رحمہ اللہ حنفیوں کے اصل "اصحابُ الحدیث" ہونے کی وجوہ یہ بیان کرتے ہیں، "کیونکہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں (اس لئے وہ اصل اہلحدیث ہیں)"۔[388]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک خبرِ واحد سے عمومِ قرآن میں نہ تو تخصیص ہوتی ہے اور نہ ہی نسخ ہوتا ہے کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن یقینی ہے اور جو دلیل زیادہ قوی ہو، اس پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسی قسم کی حدیث یہ ہے کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں"۔ یہ حدیث قرآن کی آیت فاقرءوا ما تیسر منہ (قرآن سے جو چاہو، تلاوت کرو) کے مخالف ہے۔ اس موضوع پر امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تصنیف الخیرات الحسان کی چالیسویں فصل کا ضرور مطالعہ کیجیے۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ناسخ و منسوخ احادیث کو تلاش کرتے اور ناسخ حدیث پر عمل کرتے۔ ظاہر ہے کہ ناسخ حدیث پر عمل بھی تو حدیث پر ہی عمل ہے۔ امامِ اعظم رضی اللہ

387...الخیرات الحسان، ص 71

388...رد المحتار، 2/469

عنہ محض اپنی رائے سے تو حدیث کو منسوخ نہیں کرتے تھے۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ”راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس کی روایت کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ برتن میں کتے کے منہ ڈالنے سے تین مرتبہ دھونے پر عمل کیا جاتا ہے جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل ہے حالانکہ انہی سے سات مرتبہ دھونے کی روایت موجود ہے“۔(389)

اس کی ایک اور واضح مثال نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مسئلہ ہے جو صحیح احادیث کی رو سے منسوخ ہو چکا ہے۔ اگر صرف صحاح ستہ کو دیکھا جائے تو ناسخ حدیثیں صحیح مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد اور بخاری میں بھی موجود ہیں۔ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس فی التشھد میں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور رفع یدین کا ذکر نہیں کیا اس سے بھی معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔ رفع یدین، آمین بالجھر، قراۃ خلف الامام و دیگر مسائل پر ہم علیحدہ سے ایک باب میں گفتگو کریں گے۔

”مسائل فقہ میں متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث و اثر کی وجہ سے قیاس کو مطلقاً ترک کر دیا ہے مثلاً نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ قیاس کے خلاف ہے امام مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ کا مذہب بھی یہ ہے کہ یہ ناقضِ وضو نہیں۔ امام محمد رضی اللہ عنہ اس بارے میں استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قیاس وہی ہے جو اہلِ مدینہ کہتے ہیں لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے کہ ”روزے میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا“۔ حالانکہ یہ قیاس کے خلاف ہے۔ کیونکہ قیاس یہ کہتا ہے کہ جب کھا پی لیا تو روزہ ختم۔ امام نے فرمایا، ”اگر اس بارے میں احادیث نہ ہوتی تو میں روزہ قضا کرنے کا حکم دیتا“۔(390)

اسی طرح امامِ اعظم رضی اللہ عنہ قرعہ اندازی کو جائز سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیاس کی رو سے

389...الخیرات الحسان، ص111

390...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/207

تو قرعہ اندازی درست معلوم نہیں ہوتی لیکن ہم قیاس کو حدیث اور سنتِ نبوی کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں۔[391]

علی بن عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے کہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے مگر جب آپ کے سامنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت آئی کہ "حیض کی مدت تین دن سے دس دن تک ہے باقی ایام اگر خون آئے تو استحاضہ ہے" تو آپ نے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا اور قیاس ترک کر دیا۔[392]

جب آپ کی امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا، سنا ہے تم قیاس کی بناء پر ہمارے نانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی مخالفت کرتے ہو؟ آپ نے عرض کی، یہ سراسر بہتان ہے۔ دیکھیے! عورت مرد سے کمزور ہے لیکن وراثت میں اس کا حصہ مرد سے نصف ہے۔ اگر میں قیاس کرتا تو فتویٰ دیتا کہ عورت کو مرد سے دوگنا حصہ ملنا چاہیے لیکن میں ایسا نہیں کرتا۔ اسی طرح نماز، روزے سے افضل ہے جبکہ حائضہ عورت پر روزے کی قضا ہے، نماز کی نہیں۔ اگر میں قیاس کرتا تو حیض سے پاک ہونے والی عورت کو نماز کی قضاء کا بھی حکم دیتا مگر میں حدیث کے مطابق روزے ہی کی قضاء کا حکم دیتا ہوں۔ یونہی پیشاب منی سے زیادہ نجس ہے۔ اس لیے اگر میں قیاس کرتا تو پیشاب کرنے والے کو غسل کا حکم دیتا اور احتلام والے کو صرف وضو کے لیے کہتا۔ لیکن میں احادیث کے مقابل قیاس نہیں کرتا۔ یہ سن کر امام باقر رضی اللہ عنہ اسقدر خوش ہوئے کہ انہوں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔[393]

اسی طرح شرعی احکام والی روایت کا ایک سے زیادہ صحابہ سے منقول ہونا ضروری ہے۔ اس لیے عضو خاص کو چھونے سے وضو ٹوٹنے والی حدیث پر عمل نہیں کیا گیا جس کو صرف حضرت بسرہ رضی اللہ

391... عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/ 79

392... مناقب للموفق، ص142

393... مناقب للموفق، ص146

عنہ نے تنہا روایت کیا حالانکہ اس کا جاننا عام لوگوں کے لیے ضروری تھا۔[394]

امام اعظم رضی اللہ عنہ اس حدیث پر بھی عمل نہیں کرتے جو کسی فنی سقم کی بنا پر نامقبول ہو اور اس کے مقابل صحیح حدیث موجود ہو۔ آپ چھوہاروں کے بدلے میں تازہ کھجور کی تجارت جائز قرار دیتے ہیں۔ اہل بغداد نے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے تازہ کھجوروں کو چھوہاروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ حدیث زید بن ابی عیاش پر موقوف ہے اور ان کی روایت متروک سمجھی جاتی ہے اس لئے یہ نامقبول اور شاذ ہے۔ جبکہ صحیح حدیث کی رو سے یہ تجارت جائز ہے۔[395]

امام اعظم رضی اللہ عنہ اس حدیث پر بھی عمل نہیں کرتے جو حضور ﷺ کی خصوصیت ہو اور حضور ﷺ کے بعد کسی صحابی نے اس پر عمل نہ کیا ہو۔ مثال کے طور پر بخاری میں حضور ﷺ کے نجاشی بادشاہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس وقت نجاشی کا جنازہ نبی کریم ﷺ کی نگاہ پاک سے اوجھل نہیں تھا۔[396]

یعنی اس طرح نماز جنازہ ادا کرنا صرف حضور ﷺ ہی کی خصوصیت تھا۔ آپ کے بعد دور صحابہ میں بے شمار مسلمان فوت ہوئے مگر کبھی کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ کی گئی۔ اس بناء پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ ناجائز ہے۔ اس بارے میں تفصیل جاننے کے لیے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کا تحقیقی اور مدلل رسالہ، فتاویٰ رضویہ جلد نہم میں ملاحظہ فرمائیں۔

عمل بالحدیث کے حوالے سے شارح بخاری رقمطراز ہیں، ''احناف عمل بالحدیث میں اتنے آگے ہیں کہ دنیا کا کوئی طبقہ اس میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ علامہ خوارزمی رحمہ اللہ نے معاندین کا جواب دیتے ہوئے جامع المسانید کے مقدمے میں لکھا ہے:

394...الخیرات الحسان، ص66
395...فتح القدیر، کتاب البیوع، باب الربا، 7/29
396...فتاویٰ رضویہ، 9/347

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعنہ وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہو گا۔ جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہو گی اور وہ منصف ہو گا تو اس کو یہ اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور حدیث کی اتباع کرنے والے تھے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

ا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ حدیثِ مرسل کو حجت مانتے ہیں اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا عمل اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں

۔

۲۔ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس موثر، قیاس مناسب، قیاس شبہہ، قیاس طرد۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ قیاس مناسب اور قیاس شبہہ بالکل بے اعتبار ہیں۔ رہ گیا قیاس طرد، تو یہ بھی مختلف فیہ ہے البتہ قیاس موثر کو حجت مانتے ہیں مگر امام شافعی رضی اللہ عنہ قیاس کی ان چاروں قسموں کو حجت مانتے ہیں اور قیاس شبہہ کا تو ان کے یہاں عام استعمال ہے۔

۳۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے احادیث پر عمل کا یہ حال ہے کہ ضعیف احادیث پر بھی قیاس کے مقابلے میں عمل فرماتے ہیں۔ جیسے نماز میں قہقہہ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بالکل خلافِ قیاس بات ہے۔ مگر ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے۔ لہٰذا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نماز میں قہقہہ کو ناقضِ وضو مانتے ہیں۔

یہ وہ نظائر ہیں جو امام خوارزمی رحمہ اللہ نے پیش کیے۔ اس قسم کے نظائر اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب کا استقصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔[397]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بات کہی، وہ فرماتے ہیں، "شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے مذہب حنفی کو بیان کرتے ہوئے اس قدر احادیث پیش کی ہیں کہ قریب ہے کہ یہ کہا جائے کہ امام

397...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/197

شافعی رحمہ اللہ اہل رائے میں سے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اصحابِ ظواہر میں سے ہیں"۔(398)

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "جس شخص نے بھی ان ائمہ کے کسی قول پر طعن کیا ہے محض جہالت کی وجہ سے کیا ہے۔ یا تو وہ آپ کی دلیل نہیں سمجھ سکا اور یا وہ قیاس کی وجوہات کی باریکی کو نہ جان پایا۔ خاص طور پر امام اعظم رحمہ اللہ پر طعن تو التفات کے لائق ہے ہی نہیں کیونکہ سلف و خلف ان کے کثرت علم، ورع و تقویٰ، عبادت، وجوہِ قیاس و مدارک اور استنباطات کی دقت اور باریک بینی پر متفق رہے ہیں"۔(399)

اب آخر میں علامہ شامی رحمہ اللہ کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ فرماتے ہیں، امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، "جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہے"۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ حدیث کا ضعیف ہونا راوی کے ضعف کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین سے۔ اس لیے آپ تک پہنچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں۔

ضعیف حدیث، قیاس پر مقدم ہے:

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے بہترین انداز میں سمجھایا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں، "غیر مقلدین منی کو پاک کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ ناپاک ہے۔ غیر مقلدین کا استدلال قیاس ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ منی کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گئی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول ﷺ کے کپڑے سے منی دھوتی تھی۔ دھونے کا نشان ہوتا اور حضور اقدس ﷺ اسی کپڑے کو پہنے نماز کو جاتے تھے۔ اس کے بالمعارض مسلم کی دوسری حدیث ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی مل دیتی اور حضور ﷺ اسی کپڑے میں

398...تعارف فقہ و تصوف، 206

399...میزان الشریعۃ الکبریٰ، 1/54

نماز پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اولاً یہ ثابت نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے انہیں دھونے کا حکم دیا ہو یہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا اپنا فعل ہے۔ ثانیاً دیا بھی ہو تو یہ تھوک اور کھنکھکار کی طرح گھناؤنی چیز ہے۔ اس لئے دھونے کا حکم دیا۔ ثالثاً اگر یہ ناپاک ہوتی تو مل دینے سے کیسے پاک ہوتی۔ کپڑے پر لگنے والی نجاست محض مل دینے سے پاک نہیں ہوتی۔

ہر منصف دیکھے کہ حدیث صحیح کو غیر مقلدین قیاس سے رد کر رہے ہیں جبکہ احناف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ وارد ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابلے میں منی کی یہ خصوصیت ہے کہ جب سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ نجاست سے پاکی کیسے ہو گی قیاس نہیں بالکلیہ سماعی ہے۔ علاوہ ازیں منی کے نجس ہونے کے بارے میں حدیث میں صراحت ہے۔ امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے دار قطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

انما یغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقیٔ والدم والمنی۔

کپڑا پانچ چیزوں سے دھویا جاتا ہے۔ پاخانہ، پیشاب، قے، خون اور منی سے۔

اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ثابت بن حماد ہے اور یہ ضعیف ہے۔ حالانکہ یہی حدیث ثابت بن حماد کے بغیر طبرانی میں مذکور ہے تو جو ضعف ثابت بن حماد کی وجہ سے تھا وہ دور ہو گیا۔ اسی طرح خود ایک دوسرے راوی علی بن زید پر یہ جرح ہے کہ یہ قابلِ احتجاج نہیں۔ مگر معترض کو یہ معلوم نہیں کہ یہ مسلم کے رجال سے ہیں۔ علاوہ ازیں عجلی نے کہا، لاباس بہ۔ امام ترمذی نے اسے صدوق کہا۔ اسی طرح ایک اور راوی ابراہیم بن زکریا کو بھی کچھ لوگوں نے ضعیف کہا مگر بزار نے اسے ثقہ کہا۔ چلئے یہ حدیث دونوں سند کے اعتبار سے ضعیف ہے مگر دو طریقے سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ ضرور ہوئی۔ اور احکام میں یہ بھی حجت ہے۔ اور آگے چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اب

بھی ضعیف ہی رہی مگر احناف کا اس پر عمل ہے اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ احناف ضعیف حدیث کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کے قریب نہیں جاتے اور اہلحدیث بننے کے مدّعی صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔(400)

علامہ ابن قیّم لکھتے ہیں، "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اتفاق ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے انھوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے سفر میں کھجور کی نبیذ سے وضو کرنے کو قیاس اور رائے پر مقدم کیا ہے اور انھوں نے ضعیف حدیث ہی کی وجہ سے دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے منع کیا ہے۔ اور ایک حدیث کی وجہ سے کہ اس میں ضعف ہے آپ نے اکثر حیض دس دن قرار دیا ہے۔ اور جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لیے شہر کی شرط اسی طرح کی حدیث سے رکھی ہے اور کنوئیں کے مسائل میں آثار غیر مرفوعہ کی وجہ سے قیاس محض کو چھوڑ دیا ہے۔ پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آثارِ صحابہ کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھتے ہیں"۔(401)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ ایسے ہی دلائل دے کر فرماتے ہیں، "جب یہ بات اچھی طرح ثابت ہو چکی (کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل قیاس سے بہتر ہے) تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ان چیزوں سے پاکدامنی ثابت ہو گئی جو آپ کی طرف آپ کے دشمنوں اور آپ کے اصول سے ناواقفوں نے منسوب کی تھیں بلکہ ان لوگوں کو تو مواقع اجتہاد تک کی خبر نہیں کہ ان کے اصول کیا ہیں اور انھوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ نے اخبارِ احاد بلا حجت ترک کر دیں حالانکہ آپ نے کوئی خبر بھی ایسی دلیل کے بغیر نہ چھوڑی جو آپ کے نزدیک زیادہ قوی اور واضح نہ ہو۔

ابن حزم ظاہری نے کہا، احناف کا اجماع ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث ضعیف، رائے پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ تو آپ سوچ لیجیے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو احادیث کا کس

400...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/198

401 ... اعلام الموقعین، فصل، ابوحنیفہ یقدم الحدیث، 1/77

درجہ اہتمام تھا اور احادیث کی عظمتِ شان کا کتنا پاس تھا۔ اس لئے آپ نے احادیثِ مرسلہ پر عمل کو قیاس پر مقدم رکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے قہقہہ سے وضو کو واجب کر دیا صرف خبر مرسل کی بناء پر حالانکہ قیاس کے لحاظ سے یہ حدیث نہیں ہے اور پھر اس کو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں ناقضِ وضو نہ کہا، نص پر اقتصار کرتے ہوئے کیونکہ یہ رکوع اور سجود والی نماز کے بارے میں ہے"۔(402)

ایک صاحب نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی کا یہ قول نقل کیا کہ "نہ ان کے پاس رائے ہے اور نہ حدیث"۔ اس قول کو نقل کر کے امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "اس شخص نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے عقل اس کی تصدیق نہیں کرتی۔ بحمدہٖ تعالیٰ جب میں نے کتاب "ادلۃ المذاہب" تالیف کی تو اس وقت میں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے دلائل دیکھے۔ میں نے ان کا اور ان کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں دیکھا جو کسی آیت یا حدیث یا اثر یا اس کے مفہوم یا ضعیف حدیث جس کے طرق متعدد ہوں یا کسی ایسے مستند قیاس کی بنیاد پر نہ ہوں جو کسی صحیح اصل پر مبنی ہے"۔(403)

احناف صحیح احادیث پر عامل ہیں:

"جب صحیح اور ضعیف حدیث متعارض ہوں تو احناف حدیث صحیح پر عمل کرتے ہیں۔ بخلاف غیر مقلدین وغیرہ کے کہ وہ ضعیف ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ماء قلیل غیر جاری میں نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

احناف کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً ناپاک ہے خواہ نجاست کا کوئی اثر رنگ، بو، مزا پانی میں آئے یا نہ آئے۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب تک پانی میں نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزا ظاہر نہ ہو پانی پاک

402...الخیرات الحسان، ص59

403...میزان الشریعۃ الکبریٰ۔ 1/55

ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ چوہا اگر گھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوہے اور چوہے کے ارد گرد کو پھینک دو باقی گھی کھاؤ۔ (404)

اس حدیث سے ان لوگوں کا مدعا کیسے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خود محل نظر ہے کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ جمے ہوئے گھی کے بارے میں ہے۔ نیز چوہے کے ارد گرد کو پھینکنے کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ چوہے کے گرنے سے گھی کا کچھ حصہ ناپاک ہوا یہ لوگ یہ کہیں گے کہ یہی ہمارا مستدل ہے چونکہ چوہے کا ارد گرد چوہے سے متاثر ہو گا اس لئے ارد گرد ناپاک ہو گیا۔ لیکن اثر کا مطلب اگر رنگ یا بو یا مزے کا گھی میں آجانا مراد ہے تو یہ مسلم نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ چوہے کے مرتے ہی اس کا رنگ یا مزہ یا بو گھی میں آجائے۔ ہاں اگر دیر تک رہے گا تو آسکتا ہے مگر پھر ارد گرد کی تخصیص نہ ہو گی۔ جہاں تک اثر پہنچے سب کو ناپاک ہو جانا چاہیئے۔

اور اگر اثر سے نجس ہونا مراد ہے تو ہمارا مدعا ثابت کہ نجاست کے گرنے سے کسی چیز کے ناپاک ہونے کے لئے رنگ یا بو یا مزے کا سرایت کرنا ضروری نہیں محض نجاست کے گرنے سے وہ چیز ناپاک ہو جائے گی۔ پھر یہ حکم منجمد کا ہے اور پانی رقیق ہے تو منجمد پر رقیق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے پھر آخر یہ قیاس ہی تو ہے لہٰذا آپ نے عمل قیاس پر کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ یہ تفریق کرتے ہیں کہ اگر وہ پانی دو مٹکے ہے تو پاک ہے اس سے کم ہے تو ناپاک۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:-

اذا کان الماء قلتین لا یحمل الخبث۔ جب پانی دو مٹکے ہو تو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا یعنی ناپاک نہیں ہوتا۔ (405)

404... بخاری، کتاب الوضوء، باب مایقع من النجاسات۔۔۔الخ، حدیث:235

405 ... ابو داود، کتاب الطھارۃ، باب ما ینجس الماء، حدیث:65

حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر مٹکے کا تعین بھی مشکل ہے۔ مٹکا چھوٹا بھی ہوتا ہے اور بڑا بھی۔ کس مقدار کا مٹکا ہوگا؟

دونوں فریق کے بالمقابل احناف کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے۔ جسے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لایبولن احد کم فی الماء الراکد الذی لا یجری ثم یغتسل فیه۔ اس پانی میں جو ٹھہرا ہوا ہو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرو۔ پھر اسی میں غسل کرو۔[406]

اب انصاف کرنے والے انصاف کریں کہ حدیث صحیح پر احناف عمل کررہے ہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے بالمقابل حدیث ضعیف پر اور امام بخاری رحمہ اللہ قیاس پر۔ پھر بھی احناف تارکِ حدیث اور عامل بالقیاس ہیں؟؟؟[407]

اگر صحیح احادیث متعارض ہوں تو:

"اگر دو مضمون کی احادیث متعارض ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو احناف ترجیح اس روایت کو دیتے ہیں جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔ اس کی نظیر رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ امام اوزاعی اور حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی نے امامِ اعظم سے کہا، کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے؟ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت نہیں۔ امام اوزاعی نے کہا، کیسے نہیں حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہ سالم سے، سالم اپنے والد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے، جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس کے جواب میں حضرت امامِ اعظم نے فرمایا، ہم سے حماد نے حدیث بیان کی، وہ ابراہیم نخعی

---

406 ... بخاری، کتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم، حدیث:239

407...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/199

سے وہ علقمہ سے اور وہ عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صرف افتتاحِ نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعی نے کہا کہ میں عن الزهري عن سالم عن ابيه۔ حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ کہتے ہیں حدثني حماد عن ابراهيم عن علقمة۔ حضرت امامِ اعظم نے فرمایا، حماد، زہری سے افقہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگرچہ صحابی ہونے کی وجہ سے علقمہ سے افضل ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی فقہ میں برتری سب کو معلوم ہے۔(رضی اللہ عنہم اجمعین)

امام اوزاعی رضی اللہ عنہ نے حدیث کو علو سند سے ترجیح دی اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے راویوں کے افقہ ہونے کی بنیاد پر۔ یہ بات واضح ہے کہ اگر دو متضاد باتیں دو فریق سے مروی ہوں۔ دونوں ثقہ ہوں مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم زیادہ ذہین زیادہ سمجھ دار ہوں تو ہر دیانت دار عاقل اسی بات کو ترجیح دے گا جو فریق ثانی سے مروی ہو۔

اس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی سنتے چلئے۔ غیر مقلدیت کے معلمِ اوّل میاں اسماعیل دہلوی جب رفع یدین کرنے لگے تو کسی نے انہیں ٹوکا تو فرمایا کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی میں اس کو زندہ کر رہا ہوں۔ اور حدیث میں مردہ سنت زندہ کرنے پر سو شہیدوں کے ثواب کی بشارت ہے۔ ٹوکنے والے تو خاموش رہے مگر جب یہ بات شاہ عبد القادر نے سنی تو کہا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آتا ہو گا مگر اسے کچھ نہیں آیا۔ حدیث میں یہ بشارت اس وقت ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو، سنت نہ ہو یہاں تو دونوں سنت ہیں۔[408]

408...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/200

باب دہم (10) مخالفتِ حدیث کا الزام

بعض غیر مقلد یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مسائل صحیح احادیث کے مخالف ہیں۔ اس الزام کے جواب میں آزاد خیال ہونے کے باوجود شبلی نعمانی اپنی تحقیق یوں لکھتے ہیں،

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب کے بہت سے مسائل احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہیں۔ ان لوگوں میں سے بعض نے الزام دیاہے کہ امام صاحب نے دانستہ حدیث کی مخالفت کی ، بعض انصاف پسند وجہ یہ بتاتے ہیں کہ امام صاحب کے زمانے تک احادیث کا استقصاء نہیں کیا گیا تھا اس لیے بہت سی حدیثیں ان کو نہیں پہنچیں لیکن یہ خیال لغو اور بے سروپا ہے۔ امام صاحب کے زمانہ تک تو حدیثیں جمع نہیں ہوئیں تھیں لیکن جب جمع ہو چکیں، اس وقت بڑے بڑے محدثین ان کے مسائل کو کیوں صحیح تسلیم کرتے رہے۔

وکیع بن الجراح رحمہ اللہ جن کی روایتیں صحیح بخاری میں بکثرت موجود ہیں اور جن کی نسبت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ "میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو حافظ العلم نہیں دیکھا"، وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل کی تقلید کرتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کے متعلق لکھاہے، کان یفتی بقول ابی حنیفۃ۔ (وہ امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق فتوی دیا کرتے تھے) یحیٰ بن سعید بن القطان رحمہ اللہ جو فنِ جرح وتعدیل کے موجد ہیں اکثر مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پیرو تھے۔ خود ان کا قول ہے، قد اخذنا باکثر اقوالہ۔ (ہم نے امامِ اعظم کے اکثر اقوال کو اختیار کیا ہے) امام طحاوی رحمہ اللہ حافظ الحدیث تھے جو مجتھد فی المذہب کا درجہ رکھتے تھے پہلے شافعی تھے پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل اختیار کیے اور کہا کرتے تھے، میں ابو حنیفہ کا مقلد نہیں ہوں بلکہ مجھ کو ان سے توارد ہے۔ امام طحاوی، امام بخاری اور مسلم کے ہمعصر تھے اور یہ وہ زمانہ ہے جب حدیث کا دفتر کامل طور سے مرتب ہو گیا تھا۔ متاخرین میں علامہ مارد ینی، حافظ زیلعی ، ابن الہمام ، قاسم بن قطلوبغا وغیرہم کی نسبت

قلّتِ نظر کا کون گمان کر سکتا ہے؟ یہ لوگ عموماً حنفی مسائل کے حامی ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

اس کے علاوہ جو لوگ حافظ الحدیث تسلیم کیے گئے ہیں ان کے مسائل امام ابو حنیفہ سے کیوں موافق ہیں؟ طبقہ اولیٰ میں سب سے بڑے محدّث امام احمد بن حنبل ہیں جن کی شاگردی پر امام بخاری و مسلم کو ناز تھا اور جن کی نسبت محدّثین کا عام قول ہے کہ جس حدیث کو احمد بن حنبل نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مخالف اور امام ابو حنیفہ کے موافق ہیں۔

خوارزمی نے لکھا ہے کہ "فروع و جزئیات چھوڑ کر امہاتِ فقہ کے متعلق ۱۲۵ مسئلوں میں ان کو امام ابو حنیفہ کے ساتھ اتّفاق ہے اور امام شافعی سے اختلاف"۔ ہم نے خود بہت سے مسائل میں تطبیق کی ہے جس سے خوارزمی کے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

سفیان ثوری کو محدثین نے امام الحدیث تسلیم کیا ہے، ان کے مسائل امام ابو حنیفہ کے مسائل کے موافق ہیں۔ قاضی ابو یوسف کہا کرتے تھے کہ واللہ سفیان اکثر متابعة منی لابی حنیفة۔ "خدا کی قسم! سفیان مجھ سے زیادہ ابو حنیفہ کی پیروی کرتے ہیں"۔ ترمذی میں سفیان ثوری کے مسائل مذکور ہیں جو زیادہ تر امام شافعی کے مخالف اور امام ابو حنیفہ کے موافق ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

اس خیال کے پیدا ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض محدّثین مثلاً امام بخاری، ابن ابی شیبہ نے امام ابو حنیفہ کے متعدد مسائل کی تصریح کی ہے کہ حدیث کے خلاف ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے امام ابو حنیفہ کے ردّ میں ایک مستقل باب لکھا ہے۔ لیکن یہ خیال کرنے والوں کی کوتاہ نظری ہے۔ اکثر ائمہ نے ایک دوسرے پر جرح اور اعتراض کیا ہے۔ امام شافعی، امام مالک کے مخلص شاگرد تھے اور کہا کرتے تھے، "آسمان کے نیچے موطا امام مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں"۔ باوجود اس کے انہوں نے امام مالک کے ردّ میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں دعویٰ کیا ہے کہ امام مالک کے بہت سے مسائل احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہیں۔ امام رازی نے مناقب الشافعی میں اس رسالہ کا دیباچہ نقل کیا ہے

اور خود ہماری نظر سے گزرا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

لیث بن سعد رحمہ اللہ جو مشہور محدث ہیں، کہا کرتے تھے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ستّر مسئلوں میں حدیث کی مخالفت کی ہے چنانچہ میرا ارادہ ہے کہ میں ان کو اس امر کی نسبت خط لکھوں۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس اعتراض سے نہیں بچ سکے اور کیونکر بچ سکتے تھے، جهر بسم الله وقنوت فی الفجرو ترك توریث ذوی الارحام وغیرہ میں ان کا مذہب صریح حدیثوں کے مخالف معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اجتہادی امور ہیں اور ان کی بناء پر ہم کسی کو مخالفِ حدیث نہیں کہہ سکتے۔ جس حدیث کو ایک مجتہد صحیح سمجھتا ہے ضروری نہیں کہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک بھی صحیح ہو۔ پھر اس مرحلہ کے طے ہونے کے بعد استنباط و استدلال کی بحث باقی رہتی ہے جس میں مجتہدین بہت کم متفقُ الرّائے ہو سکتے ہیں کیونکہ استنباط و استدلال کے اصول جداگانہ ہیں"۔ (409)

جب کسی مسئلہ میں متعدد متعارض روایات آجائیں تو ایسی صورت میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان روایات میں تطبیق دی جائے تاکہ تمام روایات پر عمل ہو سکے۔ اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو پھر آپ اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو دین اور اصولِ روایت کے قریب ترین ہو۔ ایسی صورت میں امام مالک رضی اللہ عنہ اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس پر اہلِ مدینہ کا عمل ہو اور امام شافعی رضی اللہ عنہ قوتِ سند کے اعتبار سے کسی ایک روایت کو لیتے ہیں اور دیگر روایات کو چھوڑ دیتے ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ متقدمین کی اکثریت کا لحاظ رکھتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں۔

مخالفتِ حدیث کی حقیقت:

سابقہ عنوانات کے تحت ہم نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہرگز حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ آپ تو سرکار دوعالم ﷺ کی احادیث کے سچے عاشق تھے۔ بعض کم فہم

409... سیرۃ النعمان، ص297-300

لوگوں کی ہدایت کے لیے اس عنوان پر قلم اٹھانا ضروری خیال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کے ظاہری الفاظ کی تو مخالفت کرتا ہے لیکن درحقیقت اس حدیث سے جو معنی مستنبط ہوتے ہیں، ان کی اطاعت کرتا ہے تو کیا اس شخص کو کوئی الزام دینا صحیح ہے؟ اگر حضور ﷺ نے کسی چیز سے منع فرمایا ہے تو کیا ہر موقع پر اس منع سے حرمت اور کراہت تحریمی مراد ہوگی یا اس سے کراہت تنزیہی اور ترکِ اولیٰ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ نیز اگر کوئی شخص حدیث کے ظاہری حکم کو کسی علت کی بناء پر یا کسی اور حدیث کی وجہ سے قبول نہ کرے تو کیا اسے کوئی الزام دینا جائز ہے؟

(۱) صحیح بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام کو یہ حکم دیا کہ "تم بنو قریظہ کے پاس پہنچو اور تم عصر کی نماز بنو قریظہ کے پاس جا کر ہی پڑھنا"۔ چنانچہ راستے میں عصر کا وقت آگیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ ہم تو بنو قریظہ میں جا کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض نے کہا کہ ہم تو نماز یہیں پڑھیں گے کیونکہ ہمیں یہ تو نہیں کہا گیا کہ ہم نماز نہ پڑھیں۔ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ جب اس کا ذکر آقا و مولیٰ ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ نے کسی کو ملامت نہ فرمائی۔ (410)

اب غور کیجیے کہ ایک جماعت نے تو مرادی معنی ملحوظ رکھتے ہوئے نماز عصر اس کے وقت پر پڑھ لی اور دوسری جماعت نے ظاہری الفاظ پر عمل کیا اور نماز عصر عشاء کے بعد بنو قریظہ پہنچ کر ادا کی۔ اولُ الذکر گروہ زیادہ فقیہ تھا وہ دوہرے اجر کا مستحق ہوا اور دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا مگر وہ ایک اجر کا مستحق ہوا۔

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "اس حدیث سے جو فقہ حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی حدیث یا آیت کے ظاہر پر عمل کیا تو ان پر کوئی عیب و الزام نہیں اور ان لوگوں پر بھی کوئی الزام نہیں جنھوں نے نص سے کوئی معنی استنباط کیا جو اس کو مخصوص کرتا ہو"۔ (411)

---

410 ... بخاری، کتاب صلاۃ الخوف، باب صلاۃ الطالب والمطلوب۔۔۔ الخ، حدیث: 946

411 ... فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، تحت الحدیث: 4119

اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ ظاہری الفاظ کے بجائے مستنبط شدہ معانی پر عمل کرنے والا بھی عامل بالحدیث ہی ہوتا ہے۔

(۲) صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک لونڈی نے زنا کیا تو حضور ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا کہ جا کر اسے کوڑے مارو۔ جب میں گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو کہیں یہ مر ہی نہ جائے۔ چنانچہ میں بغیر سزا دیے واپس بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور سارا معاملہ عرض کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اَحْسَنْتَ "تو نے اچھا کیا"۔ (412)

اس حدیث میں غور کیجیے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا ظاہری حکم مشروط اور مقید نہ تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فقہی بصیرت اور اجتہاد و رائے سے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا حکم در حقیقت مشروط و مقید ہے۔ زچگی کی حالت میں سزا دینا اس لونڈی کی ہلاکت کا باعث ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کے ظاہری حکم کی تعمیل نہ کی۔ سرکار دوعالم ﷺ نے اَحْسَنْتَ فرما کر آپ کے اس اجتہاد کی تائید و تحسین فرمائی۔

(۳) صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عہد نامہ پر یہ تحریر کیا، "یہ وہ عہد نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے فریق ثانی سے طے کیا ہے"۔ اس پر کافروں نے اعتراض کیا اور "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ کے الفاظ لکھنے کا مطالبہ کیا، "تو رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ الفاظ مٹا دیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، "خدا کی قسم میں ان کو نہیں مٹاؤں گا"۔ (413)

غور فرمایئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صریح حکم کے جواب میں حلفیہ فرماتے ہیں

412... مسلم، کتاب الحدود، باب تاخیر الحد عن النفساء، حدیث:1705

413... مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب صلح الحدیبیہ فی الحدیبیہ، حدیث:1783

کہ میں یہ ہر گز نہ کروں گا۔ ظاہری الفاظ سے تو نہ جانے ان پر کیا الزام عائد ہو مگر اہلِ عقل و فہم اور دیدۂ بصیرت رکھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جو دل عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہو اور جو زمین پر دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو مٹانے کا عزم کیے ہوئے ہو، وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نام کاغذ سے مٹانا کیونکر گوارا کر سکتا ہے؟

امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں، "حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ انکار کرنا ادب مستحب کے باب سے ہے کیونکہ وہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہی سمجھے تھے کہ اس تحریر کا مٹانا خود اُن پر لازم نہیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کوئی گرفت نہیں کی"۔ [414]

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقیہانہ بصیرت تھی جس کے باعث انہوں نے یہ حقیقت سمجھ لی کہ سرکار کا یہ حکم مستحب ہے۔ ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کا ترک ہر گز جائز نہ ہوتا۔

(۴) حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم عورتوں کو جنازے میں شریک ہونے سے منع کیا گیا ہے لیکن ہم پر اس کی تاکید نہیں کی گئی۔ [415]

اس کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازوں میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے لیکن یہ ممانعت تنزیہی کے درجہ کی ہے یہ ممانعت تاکیدی اور تحریمی کے درجہ کی نہیں ہے"۔ [416]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی فقہی بصیرت اور اجتہاد سے اس ممانعت کا درجہ متعین کیا کہ یہ ممانعت تحریم کے درجہ کی نہیں بلکہ تنزیہی ہے حالانکہ حدیث میں صرف ممانعت کا حکم ہے اور تحریم و تنزیہہ کی تقسیم مذکور نہیں ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے

414... شرح مسلم للنووی، کتاب الجهاد والسیر، باب صلح الحدیبیہ فی۔۔۔الخ، 137/12

415 ... بخاری، کتاب الاعتصام، باب نهی النبی علی التحریم

416 ... شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب نهی النساء عن اتباع الجنائز، 2/7

ہوئے اوامر ونواہی کی حقیقت اور ان کا درجہ سمجھنا نہایت اہم ہے اور اسی حقیقت کو پا لینے کا نام تفقہ فی الدین ہے۔

"خلفائے راشدین سے بڑھ کر کون احکام شریعت کا نکتہ شناس ہو سکتا ہے انہوں نے کیا کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغازِ خلافت تک امہاتِ اولاد یعنی وہ لونڈیاں جن سے اولاد ہو چکی ہو عموماً خریدی بیچی جاتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رواج کو بالکل روک دیا۔ آنحضرت ﷺ نے تبوک کے سفر میں غیر مذہبوں پر جو جزیہ مقرر کیا وہ فی کس ایک دینار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران میں ۴۸، ۱۲، ۶ کے حساب سے شرحیں مقرر کیں۔ آنحضرت ﷺ جب مال غنیمت تقسیم کرتے تھے تو اپنے عزیز و اقارب کا حصّہ لگاتے تھے۔ خلفائے راشدین میں سے کسی نے حتّٰی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہاشمیوں کو کبھی حصہ نہیں دیا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد تک تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منادی کرادی کہ تین طلاقیں تین سمجھی جائیں گی۔ (اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب "خواتین اور دینی مسائل" ملاحظہ فرمائیں) آنحضرت ﷺ کے عہد میں شراب پینے کی سزا میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی حد ۴۰ درّے مقرر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب اس کے کہ ان کے دور میں شراب نوشی کا زیادہ رواج ہو چلا تھا، ۴۰ سے ۸۰ درّے کر دئے۔

یہ وہ واقعات ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جن کے ثبوت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ خلفائے راشدین کسی حکم کو آنحضرت ﷺ کا تشریعی حکم سمجھ کر اس کی مخالفت کرتے تھے؟ (ہرگز نہیں)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ رات دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور فیضِ صحبت کی وجہ سے شریعت کے اداشناس ہو گئے تھے۔...... امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر صحابہ

ہی کو دلیلِ راہ بنایا۔ اور اس قسم کے مسائل میں ان کی رائے عموماً خلفائے راشدین کے طرز عمل کے موافق ہے لیکن جن لوگوں کی نگاہ اس نکتہ تک نہیں پہنچی وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بلکہ صحابہ کو بھی موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔

طلاق کے مسئلہ میں قاضی شوکانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں بے چارے عمر کی کیا حقیقت ہے؟ لیکن قاضی شوکانی یہ نہ سمجھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاضی صاحب سے زیادہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ رسول ﷺ کے مقابلے میں ان کی کوئی حقیقت نہیں"۔ (417)

اگر محض ظاہر بینوں کے اعتراضات کو دیکھا جائے تو یہ محسوس ہو گا کہ فلاں نے حدیث کی مخالفت کی، فلاں نے حدیث کا انکار کیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن انصاف پسند قارئین کے لیے مذکورہ بالا احادیثِ صحیحہ کی مثالوں سے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ کے علاوہ اس میں کچھ اسرار و رموز بھی ہوتے ہیں، کہیں کوئی علت پوشیدہ ہوتی ہے تو کہیں قیود و شرائط پنہاں ہوتی ہیں، کہیں امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو کہیں استحباب و اباحت کے لیے، کہیں نہیں تحریم کے لیے ہوتی ہے تو کہیں تنزیہہ و احتیاط کے لیے۔ چنانچہ حق یہی ہے کہ احادیث کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اور ان سے مسائل کا استنباط کرنے کے لیے فقہی بصیرت اور عقل و فراست و دانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اہلِ رائے یا اہلِ حدیث:

جب احادیث میں تعارض ہوتا تو فقیہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے اجتہاد کی بناء پر ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صحابہ کا اختلاف لوگوں کے لیے رحمت ہے۔ (418)

417... سیرۃ النعمان، ص 243
418... الخیرات الحسان، ص 48

یعنی اگر صحابہ کرام کسی فروعی مسئلے میں اختلاف نہ کرتے تو لوگوں کے لیے رخصت نہ ہوتی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی بھی ہے کہ میری امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہے۔

اس کے باوجود بعض جہلاء خود کو اہلِ حدیث اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اہلِ رائے قرار دیتے ہیں اور عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ احادیث کے بجائے اپنی رائے پر عمل پیرا تھے۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اس بارے میں تفصیلی گفتگو پہلے بھی ہو چکی لیکن مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی" میں اور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ نے اپنی شرح بخاری کے مقدمے میں جو مدلل اور تحقیقی گفتگو کی ہے اس سے چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔

امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضرات عالیہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے لے کر پچھلے ائمہ مجتہدین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں کہ جس نے بعض احادیثِ صحیحہ کو ماؤل یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو۔

(۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیثِ عمار رضی اللہ عنہ دربارۂ تیمم جنب پر عمل نہ کیا اور فرمایا، اے عمار! اللہ سے ڈرو۔ [419]

(۲) حضرت امیر معاوضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: انه لانستلم هذين الركنين۔ ہم ان دو رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ پر اور فرمایا: لیس شیئ من البیت مهجورا۔ [420]

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

الوضؤ مما مست النار۔ [421] جسے آگ نے چھوا ہو، اس سے وضو ہے۔

419... مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، حدیث:368

420... بخاری کتاب المناسک، حدیث:1608

421 ... ترمذی ابواب الطھارۃ باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث:79

یعنی آگ پر پکی ہوئی کوئی چیز کھائی تو وضوٹوٹ جائے گا۔ اسی بناء پر بعض ائمہ اس کے قائل ہیں کہ گوشت کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ معارضہ پیش کیا:

انتوضأ من الدھن انتوضأ من الحمیم۔ کیا تیل کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے وضوٹوٹ جائے گا۔[422]

اس کے جواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے بھتیجے! جب حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کروں تو مثالیں نہ دیا کرو۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی رائے پر قائم رہے۔ اور یہی جمہور کا مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہیں جاتا۔ کیا جمہور امت کو یہ الزام دیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے قیاس کی بناء پر حدیث کو ترک کر دیا؟

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ جو جنازہ اُٹھائے وضو کرے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ھل یلزمنا الوضوٴ من حمل عیدان یابسة۔ کیا سوکھی لکڑیاں اُٹھانے سے ہم پر وضولازم ہے۔[423]

بعض حضرات نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ جنازہ اُٹھانے والا وضو کر کے جنازہ اُٹھائے تاکہ نماز جنازہ پڑھنے میں تاخیر نہ ہو۔ لیکن اگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی تو انہیں جواب دیناچاہئے تھا کہ میری مراد یہ ہے، اپنی بیان کردہ حدیث کو وہ زیادہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤاخذہ پر خاموشی اس کی دلیل ہے کہ ان کی مراد یہی تھی کہ جنازہ اُٹھانے سے وضوٹوٹ جاتاہے۔ معاندینِ احناف، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کیا کہیں گے ؟۔

---

422 ... ترمذی ابواب الطہارۃ، باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث:79

423...اصول السرخسی، 1/ 340

(۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ مقرر نہیں کیا، پھر مر گیا۔ اس کی یہ زوجہ مہر پائے گی یا نہیں؟ پائے گی تو کتنا؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ تک غور و خوض کیا پھر یہ فتویٰ دیا، میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا، میں اپنی رائے بتاتا ہوں۔ اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر درست نہیں تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اس عورت کو مہر مثل دیا جائے نہ کم نہ زیادہ۔

اسی مجمع میں معقل بن سنان رضی اللہ عنہ موجود تھے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ بردع بنتِ واشق کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اتنے خوش ہوئے کہ کبھی اتنے مسرور نہ دیکھے گئے تھے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معقل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تسلیم نہیں کی اور یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا۔

ما نصغی بقول اعرابی بو ال علی عقبیه و حسبها المیراث ولا مهرلها۔ اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے گنوار کی بات پر ہم کان نہیں دھرتے، اس عورت کو صرف میراث ملے گی۔ مہر اس کے لئے نہیں ہے۔(424)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہ بھی ثابت ہو تو اتنا تو طے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے کہ ایسی عورت کو صرف میراث ملے گی۔ اور کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور یہی حضرت زید بن ثابت، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی مذہب ہے۔ اب بتایئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تینوں فقہاء صحابہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ یہ اہل رائے تھے یا اہل حدیث؟۔

(٦) ترمذی میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر سے نہ عدت کا نفقہ دلایا اور نہ رہنے کے لئے مکان دلایا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب یہ حدیث ابراہیم سے ذکر کی تو انھوں نے کہا،

424... تبیین الحقائق، 2/542

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:

لا ندع کتاب اللہ و سنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول امرأۃ لا ندری احفظت ام نسیت فکان عمر جعل لھا السکنیٰ والنفقۃ۔ [425] ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے پتہ نہیں اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی عورت کو نفقہ بھی دلایا اور مکان بھی۔

شارحین نے کہا کہ کتابُ اللہ سے مراد سورۃ طلاق کی یہ دو آیتیں ہیں:

ولا تخرجوھن من بیوتھن۔ [426] انھیں (عدت کے دوران) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

اسکنوھن من حیث سکنتم۔ [427] جہاں خود رہتے ہو وہیں انہیں رکھو اپنی طاقت بھر۔

لیکن گذارش یہ ہے کہ ان آیتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ طلاق والی کے لئے ہیں۔ اور آپ کے نزدیک خبر واحد سے کتابُ اللہ کی تخصیص جائز تو کیوں نہ اسے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص فرمایا۔ آپ لوگوں کی زبان میں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قیاس تھا کہ انھوں نے آیتوں کو اپنے عموم میں رکھا تو یہ قیاس سے حدیث کا رد کرنا ہوا۔

بولئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا تحقیق ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مجمع عام میں یہ فیصلہ فرمایا سب نے سکوت کیا۔ کیا سب صحابہ کرام قیّاس تھے؟۔

رہ گئی وہ حدیث جو اس کے معارض ہے وہ ترمذی میں مذکور نہیں البتہ احناف کے اصولِ فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسی عورت کے

---

425 ... ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المطلقۃ۔۔۔الخ، حدیث:1180

426...پ28، طلاق:1

427...پ28، طلاق:6

لئے نفقہ اور سکنی ہے۔ یہاں بھی احتمال ہے کہ کہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا وہ مطلق مطلقہ کے لئے ہو اور اسی پر مطلقہ ثلثہ کو قیاس فرمایا جیسا کہ کتابُ اللہ کے سلسلے میں ظاہر ہو گیا اور اگر بالفرض یہ ارشاد خاص مطلقہ ثلثہ کے بارے میں ہی ہو تو ایک حدیث کی دوسرے پر ترجیح کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا افقہ ہونا ہے۔ اور یہی احناف بھی کہتے ہیں کہ تعارض کے وقت ترجیح اس روایت کو ہو گی جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں لیکن اب ہمیں یہ بتایئے کہ حضرت امام مالک، امام شافعی، لیث بن سعد رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا مگر نفقہ نہیں ملے گا۔

ترمذی میں ہے: "بعض اہل علم نے کہا، اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا مگر نفقہ نہیں ملے گا یہ مالک بن انس، لیث بن سعد اور شافعی کا مذہب ہے"۔

ان تینوں ائمہ کو کس زمرہ میں داخل مانتے ہو؟۔ اہل رائے کے یا اہل حدیث کے؟

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، علماء کا عمل حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔ اور ان کے اتباع نے فرمایا، ایسی جگہ حدیث سنانا پوچ بات ہے۔ ائمہ تابعین کی ایک جماعت کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں تو وہ فرماتے، ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف پر گذر چکا۔

امام محمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا ان کے بھائی کہتے، تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ وہ فرماتے، میں نے علماء کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔ امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ عبد الرحمن بن مہدی فرماتے، اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔ ان اقوال کو امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں روایت کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

اب ان ائمہ تابعین کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو علماء و فقہاء کرام کے عمل کو احادیث پر ترجیح دے رہے ہیں؟ بلکہ غیر مقلدوں کے پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی اپنی کتاب معیار الحق میں لکھتے ہیں کہ "بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرعِ تحقیق ان کی ہے کیونکہ انہوں نے ان احادیث کو

قابلِ عمل نہیں سمجھا، بدعوے نسخ یا بدعوے ضعف اور امثال اس کے...الخ"۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "اس امثال کے بڑھانے نے کھول دیا کہ بے دعوے نسخ یا ضعف بھی ائمہ بعض احادیث کو قابلِ عمل نہیں سمجھتے۔ اور بیشک ایسا ہی ہے خود اسی "معیار" میں حدیثِ جلیل صحیح بخاری شریف حتیٰ ساوی الظل التلول کو بعض مقلدین شافعیہ کی ٹھیٹھ تقلید کر کے بحیلۂ تاویلات باردہ کاسدہ ساقطہ فاسدہ متروک العمل کر دیا اور عذرِ گناہ کے لیے بولے کہ جمعاً بین الادلۃ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ اور اس کے سوا اور بہت سی احادیثِ صحاح کو محض اپنا مذہب بنانے کے لیے بدعاوئ باطلہ عاطلہ ذاہلہ زائلہ بیدھڑک واہیات و مردود بتا دیا۔ جس کی تفصیلِ جلیل، فقیر کے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین میں مذکور ہے"۔[428]

اِشعار کا مسئلہ:

احناف کو حدیث کے بالمقابل قیاس پر عمل کرنے کا بہت زیادہ طعن، اِشعار کی کراہت کے قول سے دیا جاتا ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایامِ حج میں جو جانور قربانی کے لئے مکّہ معظّمہ لے کر جاتے ہیں جنھیں ہَدی کہتے ہیں انھیں شناخت کے لئے یا تو گردن میں کچھ پہنا دیا جاتا ہے یا ان کے کوہان میں معمولی سا زخم لگا دیا جاتا ہے اسے اِشعار کہتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ خود رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِشعار کیا۔

حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اِشعار کو منع فرمایا۔ اس پر قیامت سر پر اٹھالی گئی حالانکہ ہم اس کی بھی بکثرت نظیریں پیش کر سکتے ہیں کہ احادیث کی صحت تسلیم کرتے ہوئے صحابہ کرام نے حدیث کے صریح منطوق کے خلاف اپنی رائے دی۔ مثلاً صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا: لا تمنعوا آماء اللہ مساجد اللہ۔[429] اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں میں داخل ہونے سے مت روکو۔

اور عیدین کی حاضری کے لئے فرمایا: ولیشهدن الخیر ودعوة المسلمین۔[430] بھلائی اور

428...فتاویٰ رضویہ، 27/70

429...بخاری، کتاب الجمعۃ، حدیث:900

430 ... بخاری، کتاب الحیض، باب شهود الحائض العیدین، حدیث:324

مسلمانوں کی دعاء میں حاضر ہوں۔

لیکن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے فرمایا:

آج عورتوں نے جو حال بنا رکھا ہے اگر نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم دیکھتے تو انہیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

اور بالآخر آج پوری امت نے بالاتفاق عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا ہے۔ بولیے پوری امت نے بھی وہی جرم کیا یا نہیں جو جرم حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کیا؟ جو اس کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

اِشعار جو مسنون تھا وہ صرف یہ تھا کہ اونٹ کے دائیں یا بائیں کوہان کے نیچے تھوڑا سا چمڑے میں شگاف لگا دیں کہ کچھ خون بہہ جائے لیکن جب لوگوں نے اس میں تعدی کی اور گہرے گہرے زخم لگانے لگے جو گوشت تک پہنچ جاتے۔ اس میں بلا ضرورت شرعیہ جانور کو ایذا بھی دینی تھی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ یہ زخم بڑھ کر جانور کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بن جائے تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے اِشعار کو مکروہ بتایا۔ مذہبی ارکان کی ادائیگی میں کبھی کبھی عوام کا جوش تعدی کی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ یہی حال اِشعار میں بھی ہونے لگا تھا۔

اس لئے فتنہ کے سدباب کے لیے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے مکروہ بتایا۔ جیسے عورتوں کو اس زمانے میں مسجد میں نماز کے لئے جانے سے روکنا حدیث کے منافی نہیں، اسی طرح اِشعار میں تعدی کی بناء پر اِشعار کو مکروہ کہنا، حدیث کے منافی نہیں۔ یہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہے۔ (431)

معانیٔ حدیث کا فہم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام اجل سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جو

431... نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/206

امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ کے استاذ الاستاذ ہیں فرماتے ہیں، الحدیث مضلة الا للفقھاء۔ "حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے سوائے مجتہدوں کے"۔ (432)

اس کی شرح میں امام ابن الحاج مکی رحمہ اللہ مدخل میں فرماتے ہیں، "ان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی ظاہر حدیث سے جو معنے سمجھ میں آتے ہیں ان پر جم جاتا ہے حالانکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے۔ یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں، یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ان سب باتوں پر قدرت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو علم کا دریا بنا اور منصبِ اجتہاد تک پہنچا (یعنی فقیہ ہوا)"۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، "اللہ عزوجل جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے"۔ (433)

اور یہ حدیث پاک بھی پہلے مذکور ہوئی کہ "اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث سن کر اچھی طرح یاد کی اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ اکثر کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر وہ اس کے فہم و فقہ کی قابلیت نہیں رکھتے یعنی وہ غیر فقیہ ہوتے ہیں اور وہ اسے ان تک پہنچا دیتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہوتے ہیں"۔

اس حدیث کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر فقط حدیث معلوم ہو جانا فہمِ حکم کے لیے کافی ہوتا تو اس ارشادِ اقدس کے کیا معنی تھے؟ (434)

ایک بار مشہور محدث و امام اعمش نے امام ابو یوسف سے ایک مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے جواب بتادیا۔ آپ نے کہا، اس کی دلیل؟ امام ابو یوسف نے کہا، فلاں حدیث جو آپ سے روایت کی ہے۔ امام اعمش نے ہنس کر فرمایا، یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے جب تمہارے والد کی شادی بھی

---

432 ... المدخل لابن الحاج، فصل فی ذکر النعوت، 122/1

433 ... بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا الخ، حدیث: 71

434 ... فتاویٰ رضویہ، 71/27

نہ ہوئی تھی مگر اس کے معنی مجھے آج معلوم ہوئے ہیں۔[435]

پس معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ پھر سمجھنے والے بھی مختلف مدارج کے ہوتے ہیں۔ ایک چیز سے ایک بات ایک کے سمجھ میں آتی ہے اور دوسرے لوگ اسے نہیں سمجھ پاتے۔ دو مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

(۱) حضور اقدس ﷺ نے اخیر عمر مبارک، دورانِ خطبہ فرمایا: ”اللہ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ دنیا پسند کرے یا حضوریٔ بارگاہ، اس بندے نے حضوریٔ بارگاہ کو پسند کیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راویٔ حدیث کہتے ہیں، ہم لوگوں کو اس پر تعجب ہوا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندۂ مختار خود حضور اقدس ﷺ تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔[436]

(۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ یہ بات دوسرے بزرگوں کو ناپسند ہوئی کہ ہمارے لڑکوں کو اتنا قریب کیوں نہیں کرتے۔ خدمت میں عرض کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے صاحبزادوں کو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی بلایا اور دریافت کیا کہ سورۃ النصر سے کیا سمجھتے ہو، کچھ صاحبزادے تو بالکل خاموش رہے۔ کچھ نے عرض کیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد ہوئی ہمیں فتح نصیب ہوئی تو ہم اللہ کی تسبیح اور تحمید کریں، استغفار کریں، یعنی اس کا شکر کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو تو انہوں نے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس ﷺ کے وصال کے قرب کی خبر دی جارہی ہے۔

435... تاریخ بغداد، 14/246

436 ... بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی سدوا۔۔۔الخ، حدیث:3654

کچھ اسی قسم کا معاملہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے معاصرین و معاندین کا بھی ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن واحادیث کے معانی کے سمجھنے کی ایسی قوت و صلاحیت عطافرمائی تھی جو دوسروں میں نہ تھی۔ دوسروں کی نظریں الفاظ کی سطح تک رہتیں اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نکتہ رس نظریں فہم معانی کے دقیق سے دقیق، ادق سے ادق بطون تک پہنچ جاتی جس پر یہ لوگ خود حیران رہ جاتے۔ ان میں جسے اللہ چاہتاوہ امام کی جلالت کو تسلیم کرلیتااور نہ معاندانہ روش پر اڑا رہتا۔

علامہ ابن حجر مکّی شافعی رحمہ اللہ نے الخیرات الحسان میں خطیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا، حدیث کی تفسیر اور حدیث میں جہاں جہاں فقہی نکات ہیں، ان کا جاننے والا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے جب ان کا خلاف کیا پھر غور کیا تو ان کا مذہب آخرت میں زیادہ نجات دہندہ نظر آیا۔

ایک بار حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ، امام سلیمان اعمش رضی اللہ عنہ کے یہاں تھے۔ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔ انہوں نے امام اعظم رحمہ اللہ سے پوچھا، آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے ان سب کے حکم بیان فرمائے۔ امام اعمش نے پوچھا، کہاں سے یہ کہتے ہو؟ فرمایا، آپ ہی کی بیان کردہ ان احادیث سے۔ اور پھر آپ نے اُن احادیث کو مع اسناد کے بیان کر دیا۔

امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا، بس بس، میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سو دن میں بیان کی آپ نے وہ سب ایک دن میں سناڈالیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث پر یوں عمل کرتے ہیں۔

یامعشر الفقھاء انتم الاطباء و نحن الصیادلۃ و انت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ اے گروہِ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں یعنی دوائیں ہمارے پاس ہیں مگر ان کا طریق استعمال تم جانتے ہو اور اے مردِ کامل! تم نے تو فقہ و حدیث دونوں کو حاصل کر لیا۔[437]

437...نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/210

اللہ تعالیٰ امام اعمش رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے محدثین اور فقہاء کے مراتب کے متعلق تمام مباحث کو ان چند لفظوں میں سمیٹ کے رکھ دیا ہے۔

ایک جاہلانہ اعتراض:

"حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان گھٹانے کے لیے ایک جاہلانہ سوال بہت اچھالا جاتا ہے۔ آجکل کے غیر مقلدین اسے بطور وظیفہ پڑھتے بھی ہیں اور اپنے غیر مقلد طلبہ کو پڑھاتے بھی ہیں۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے باآں جلالتِ شان کہیں کہیں لغوی، صرفی لغزش ہو گئی ہے، جن پر شارحین نے کلام کیا ہے۔ علامہ عینی نے بھی ان لغزشوں کا تذکرہ اپنی شرح میں کر دیا ہے بس کیا تھا بھڑ کے چھتّے میں لکڑی چلی گئی!!!

ساری دنیا امام بخاری پر اعتراض کرے تو کرے ایک حنفی کیوں کچھ کہے۔ دیانت خدا ترسی سب کو بالائے طاق رکھ کر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پر لعن طعن سب و شتم پر اتر آئے۔ امام بخاری سے بڑی عقیدت تھی تو ان لغزشوں کی تصحیح کرتے۔ یہ تو ان سے ہو نہ سکا، کِیا یہ کہ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک قول ڈھونڈ نکالا جو ان معاندین کی پڑھی ہوئی نحو کے خلاف ہے۔

قصہ یہ ہے کہ ابو عمرو علاء نحوی مقری نے حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ قتل بالمُثَقَّل سے قصاص واجب ہے یا نہیں؟ فرمایا، نہیں۔ اس پر ابو عمرو نے کہا اگر وہ منجنیق کے پتھر سے مارے پھر بھی نہیں؟ فرمایا،

لوقتله باباقبيس۔ اگرچہ (پہاڑ) ابی قبیس سے قتل کرے۔

چونکہ ابو قبیس پر 'با' حرفِ جار داخل ہے اس لیے اس کو یاء کے ساتھ "بابی قبیس" ہونا چاہیے تھا۔ اور حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے الف کے ساتھ فرمایا۔ یہ نحو کے قاعدے سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس سے ایک طرف حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نحوی تبحر ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف معاندین کی جہالت اور علم نحو میں ان کی بے مائیگی ثابت ہوتی ہے اور حد یہ ہے کہ بخاری سے بھی واقفیت نہیں۔

بخاری قتل ابی جهل میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابو جہل کا سر قلم کرنے گئے تو اس سے کہا، انت اباجهل۔ جو روایت بطریق محمد بن مثنیٰ ہے اس میں معتمد روایت یہی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے، حالانکہ ہونا چاہیے ابو جہل۔ اپنے مخالف پر اعتراض کرنے چلے تھے اور وہ ان کے ہی امام پر لوٹ آیا۔ اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت کا یہی حال ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ "بابا قبیس" غلط ہے ااور نہ "انت ابا جہل" غلط۔ اسمائے ستہ مکبرہ میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ "جب غیر یائے متکلم کی جانب مضاف ہو تو ہر حالت میں الف کے ساتھ ان کا اعراب ہوگا"۔

چنانچہ اسی لغت پر مندرجہ ذیل شعر ہے،

ان اباها و ابا اباها
قد بلغا فی المجد غايتاها

مگر ان غریبوں کو یہی معلوم ہے کہ چونکہ نحو میر میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب یہ لکھا ہے کہ حالت جر میں "یا" کے ساتھ اور حالت رفع میں "واؤ" کے ساتھ اس لئے "انت اباجهل" اور "ولو قتله باباقبيس" غلط ہے"۔[438]

438...نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/211

باب یازدہم (11) امام اعظم کے اساتذہ

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے علم فقہ کے حصول کے لیے حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس سے وابستگی اختیار کی۔ اس دوران آپ علم حدیث کے حصول کے لیے دنیائے اسلام کے نامور محدثین کرام کی خدمت میں حاضری دیتے رہے کیونکہ فقہی مسائل کی مجتہدانہ تحقیق کے لیے علم حدیث کی تحصیل و تکمیل از حد ضروری تھی۔

امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمارے زمانے میں یہ اختلاف ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی میں سے کون افضل ہے؟ (رضی اللہ عنہما) یہ طے ہوا کہ دونوں کے مشائخ و اساتذہ شمار کر لیے جائیں، جس کے مشائخ زیادہ ہوں وہ افضل ہے۔ چنانچہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اساتذہ اَسّی (۸۰) شمار ہوئے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔[439]

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چار ہزار شیوخ تابعین میں سے تھے۔ اب آپ خود سوچئے کہ ان کے سوا اور کتنے ہوں گے۔[440]

علامہ موفق رحمہ اللہ نے اسی باب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے 244 اساتذہ کرام کے نام تحریر کیے ہیں جبکہ علامہ محمد بن یوسف شافعی رحمہ اللہ نے عقود الجمان میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے 324 مشائخ کے نام لکھے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ نے آپ کے مشائخ میں تابعین و تبع تابعین سے 74 حضرات کے نام لکھے ہیں جن سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں جبکہ سات صحابہ کرام کے نام تحریر کیے ہیں۔[441]

439... مناقب للموفق، ص104
440... الخیرات الحسان، ص33
441... تبییض الصحیفہ، ص13

آپ کے معروف اساتذہ حضرت ابراھیم نخعی اور حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہما کا ذکر ہم اگلے عنوان "فقہ حنفی کا سلسلہ" کے تحت کریں گے۔ یہاں ہم آپ کے بعض نامور اساتذہ کرام کا مختصر ذکر کرتے ہیں:

امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما:

آپ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے پوتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد امام زین العابدین، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے حدیث سماعت فرمائی۔ آپ کو وسیع العلم اور کثیر الحدیث ہونے کی وجہ سے باقر العلوم کہا جاتا تھا۔ آپ کے فقیہ اور محدث ہونے پر امام نسائی رحمہ اللہ اور دیگر اکابر محدثین نے گواہی دی۔ آپ کو سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت تھی۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے، "میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں اور اہلبیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکہ میں نے اپنے اہلبیت میں سے ہر کسی کو ان سے محبت کرتے ہوئے پایا ہے"۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے امام محمد بن علی بن حسین بن علی المعروف امام محمد باقر رضی اللہ عنہم سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ ایک بار ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابو حنیفہ! ہم سے کچھ پوچھیے۔ آپ نے چند سوالات دریافت کیے اور پھر اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا، "ابو حنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی وروحانی علوم کے ذخائر ہیں"۔ (442)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، امام باقر رضی اللہ عنہ سے علمی گفتگو کر کے رخصت ہوئے تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "ان (ابو حنیفہ) کا طریقہ اور انداز

442...مناقب للموفق، ص232

کتنا اچھا ہے اور ان کی فقہ کتنی زیادہ ہے"۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت لی ہے کہ امام باقر محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کے پاس گئے۔ اور جنازے پر چادر پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا، کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ میں اس کا نامۂ اعمال لے کر اللہ کے پاس جاؤں سوائے اِس چادر پوش کے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فخر تھا)"۔[443]

۱۱۸ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی آپ سے پہلی ملاقات کے وقت کی گفتگو بہت مشہور ہے جو کہ پہلے مذکور ہو چکی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

آپ امام باقر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں امامِ اعظم کے علاوہ امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحیٰی بن سعید، ابن جریج وغیرہ رضی اللہ عنہم کئی اکابر محدثین شامل ہیں۔ آپ بیحد متقی اور مستجابُ الدعوات تھے۔ بلا وضو کبھی حدیث روایت نہ کرتے۔ ایک بار امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے چند مسائل پر گفتگو ہوئی تو فرمایا، "یہ شخص بڑا عالم و فاضل اور فقیہ ہے"۔ ۱۴۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اپنے بالکل قریب بٹھالیا۔ میں نے عرض کی، آپ کا حضراتِ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا نظریہ ہے؟ کیونکہ بعض لوگ آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ جھوٹے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ اے ابو حنیفہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی اُمِ کلثوم بنت فاطمہ رضی

443...سوانح امامِ اعظم، ص195

اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سیدُ الانبیاء اور ان کی نانی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اُمُّ المومنین ہیں اور ان کے بھائی حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے اہل نہ ہوتے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کبھی اس پر راضی نہ ہوتے۔(444)

علماء نے فرمایا ہے کہ جس طرح حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ طریقت میں حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کے مجاز اور خلیفہ ہیں اسی طرح آپ امامِ اعظم کے بھی مجاز اور خلیفہ ہیں۔ اور اسی طرح امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی طریقت میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مجاز اور خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک و طریقت کے مراحل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دو سال میں طے کیے ہیں پھر فرمایا ہے، لَوْلاَ السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ۔ "اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا"۔(445)

امام قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں۔ علم و عمل میں تمام اہلِ مدینہ سے افضل مانے جاتے تھے۔ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قاسم بن محمد سے زیادہ ہم نے کسی کو افضل نہ پایا۔ آپ حدیث میں اپنے والد محمد بن ابو بکر، اپنی پھوپھی حضرت عائشہ، عبداللہ بن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، امیر معاویہ وغیرہ کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں امام شعبی، سالم بن عبداللہ، امام زہری، امامِ اعظم اور دیگر سینکڑوں تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ آپ زیادہ وقت خاموش رہتے اور احادیث کی روایت کم کرتے۔ اکثر وقت عبادتِ الٰہی میں گزارتے۔ آپ کا وصال ۱۰۱ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوا۔

444... سوانح امامِ اعظم، ص416

445... سوانح امامِ اعظم، ص41

حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ:

امام شعبی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے پانچ سو صحابہ کرام کا دیدار کیا۔ یہی وہ بزرگ ہستی ہیں جنہوں نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو علمِ دین کے حصول کی طرف راغب کیا تھا۔

علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے ایک بار آپ کو مغازی کا درس دیتے سناتو فرمایا، "واللہ یہ شخص اس فن کو مجھ سے اچھاجانتاہے"۔

امام زہری فرماتے تھے، "عالم صرف چار ہیں۔ مدینہ میں سعید بن مسیب، بصرہ میں حسن بصری، شام میں مکحول اور کوفہ میں شعبی"۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

آپ اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور مفتی تھے۔ امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام شعبی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے سامنے فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کا فرمانِ عالیشان ہے، "بیس سال ہو چکے ہیں کہ کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچتی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو"۔ (446)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام شعبی رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بڑے استاد تھے۔ آپ کا وصال ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوا۔

حضرت ابو اسحاق سبیعی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، براء بن عازب، زید بن ارقم اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ بعض کے بقول اٹھائیس (۲۸) صحابہ کرام سے آپ کو بالمشافہ روایت کا شرف حاصل ہے۔

446... فتاوی رضویہ، 10/200

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد علی بن المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ابو اسحق رضی اللہ عنہ کے شیوخ شمار کیے تو تین سو (۳۰۰) شمار ہوئے جن میں اسّی (۸۰) صحابہ کرام شامل ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۹ھ میں ہوا۔

امام شعبہ بن الحجاج رضی اللہ عنہ:

علمِ حدیث میں آپ کا لقب "امیر المومنین فی الحدیث" ہے۔ آپ کو دو ہزار حدیثیں یاد تھیں ۔امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، "اگر امام شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی حدیث کا پہچاننے والا نہ ہوتا"۔

آپ کو اپنے شاگردِ رشید امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔ آپ ان کی بڑی تعریف کیا کرتے۔ ایک بار ان کے ذکر پر فرمایا، "جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح مجھے یقین ہے کہ علم اور ابو حنیفہ ساتھی اور ہم نشین ہیں"۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد یحیٰی بن معین رحمہ اللہ سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا،

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ انہیں امام شعبہ رحمہ اللہ نے حدیث وروایت کی اجازت دی ہے اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں"۔

عراق میں یہ پہلے محدث ہیں جنہوں نے جرح وتعدیل کے مراتب مقرر کیے۔ ۱۶۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ:

آپ نہایت مشہور تابعی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں سب سے وسیع حلقۂ درس آپ ہی کا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے دو سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ علمِ حدیث میں آپ کو ابن عباس،

ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ مجتہدین صحابہ نے آپ کے علم و فضل کی تعریف کی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔

امام اوزاعی، امام زہری وغیرہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جب بھی مکہ مکرمہ جاتے، ان کے درس میں ضرور شریک ہوتے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذہانت کی وجہ سے آپ دوسروں کو ہٹا کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو سب سے آگے اپنے پہلو میں جگہ دیتے۔ ۱۱۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام اور شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ آپ حضرت علی، ابوہریرہ، ابن عمر اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی تعلیم و تربیت کر کے اپنی حیات میں ہی آپ کو اجتہاد اور فتوی کی اجازت دی۔ تقریباً ستر (۷۰) مشہور تابعین تفسیر و حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، دنیا میں آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے؟ فرمایا، ہاں، عکرمہ رحمہ اللہ۔ امام شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، قرآن جاننے والا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر میں نے نہیں دیکھا۔ ۱۰۷ھ میں آپکا وصال ہوا۔

حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ:

آپ مشہور محدث اور تابعی ہیں۔ حضرت جندب بن عبد اللہ، عبد اللہ بن ابی اوفٰی، ابوالطفیل اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے تھے، "سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ ارکان میں سے ایک رکن ہیں"۔

ابنِ سعد نے انہیں "کثیر الحدیث" تحریر کیا ہے۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ "کوفہ میں چار لوگ سب سے زیادہ صحیح الروایت تھے۔ منصور بن معتمر، عمرو بن مرہ، ابو حصین اور سلمہ بن کہیل"۔ رضی اللہ عنہم

حضرت محارب بن وثار رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت جابر، عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام احمد، ابن معین، ابوزرعہ، دار قطنی، ابو حاتم اور امام نسائی وغیرہ نے آپ کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ محارب عموماً حجت ہیں۔

آپ نہایت متقی پرہیز گار تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے، میں نے محارب بن وثار رحمہ اللہ سے زیادہ عابد وزاہد کوئی نہ دیکھا۔ آپ کوفہ میں منصبِ قضا پر مامور تھے۔ ۱۱۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ:

آپ عظیم محدث اور مشہور تابعی ہیں۔ آپ بے پناہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے اس لیے احادیث من وعن سنانے میں شہرت رکھتے تھے۔ حضرت انس، حضرت ابوالطفیل اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کیں۔

آپ فرماتے تھے، "جو بات میرے کان میں پڑتی ہے اسے میرا دل محفوظ کر لیتا ہے"۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی اکتسابِ علم کیا۔ ۱۰۷ھ میں وصال ہوا۔

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ:

آپ جلیل القدر تابعی اور محدث ہیں اور حدیث میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ "مجھے اسّی (۸۰) صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہے"۔ آپ سے دو

سو(۲۰۰) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ "سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے کبھی حدیث میں غلطی نہیں کی"۔ آپ جابر بن سمرہ، نعمان بن بشیر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۲۳ھ میں وصال ہوا۔

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ:

آپ معروف محدث اور تابعی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ نے بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ، ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

محدث ابو حاتم رحمہ اللہ نے آپ کو امام الحدیث قرار دیا۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام مالک، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ کے شاگرد تھے۔

حضرت سلیمان بن مہران رضی اللہ عنہ:

آپ امام اعمش کے نام سے مشہور ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔ آپ عبد اللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

حضرت امام اعظم، سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض وغیرہ رضی اللہ عنہم آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے عمر بھر کسی امیر یا بادشاہ کا نذرانہ قبول نہ کیا۔ ۱۴۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت عون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

آپ بھی مشہور تابعی اور عظیم محدث ہیں۔ آپ کے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔ آپ حدیث میں ثقہ مانے جاتے ہیں۔ زہد و تقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ:

آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء میں علم و فضل کے اعتبار سے ان کا دوسرا نمبر تھا۔ آپ تابعین کرام کی جماعت میں نہایت عابد و زاہد اور کامل فقیہ سمجھے جاتے تھے۔ ۱۰۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں اور مدینہ منورہ کے نامور فقہاء میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے والد گرامی اور حضرت ابوہریرہ و ابو رافع وغیرہ رضی اللہ عنہم سے دینی علم حاصل کیا۔ تابعین کی جماعت میں علم و فضل کے لحاظ سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ اپنے زمانے کے صلحاء و عابدین میں بے مثال اور زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں بے نظیر تھے۔ ۱۰۶ھ میں وصال ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں فقہائے مدینہ سے اکتسابِ علم کیا اور ان سے حدیثیں روایت کیں۔

فقہ حنفی کا سلسلہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب پہلی بار عباسی خلیفہ منصور کے دربار میں آئے تو مشہور عابد و زاہد عیسیٰ بن موسیٰ رحمہ اللہ نے خلیفہ سے کہا، یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا، آپ نے کس سے علم حاصل کیا؟

آپ نے فرمایا، ”میں نے حضرت عمر کے ساتھیوں سے اور انہوں نے سیدنا عمر سے، اور میں نے حضرت علی کے ساتھیوں سے اور انہوں نے سیدنا علی سے، نیز میں نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے اصحاب سے اور انہوں نے سیدنا ابن مسعود سے“۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) خلیفہ نے کہا، علم تو بہت پختہ حاصل کیا ہے۔

مشہور فقیہ و محدث امام مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ”میں نے صحابہ کرام کی صحبت سے فیض پایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سب صحابہ کرام کا علم سمٹ کر ان چھ اکابر صحابہ کی طرف لوٹتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو الدرداء اور حضرت زید بن ثابت۔ پھر میں نے ان چھ حضرات سے اکتسابِ فیض کیا تو دیکھا کہ ان سب کا علم حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے علم پر ختم ہو گیا“۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (447)

گویا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کے علم کا خزینہ دار اور محافظ کہا جا سکتا ہے۔ امام شعبی رضی اللہ عنہ جو کوفے کے عظیم محدث و فقیہ اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے بعد کوفہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہی دین کے فقہاء تھے۔ (448)

آپ کے خاص شاگردوں میں حضرت علقمہ، حضرت اسود، قاضی شریح، امام مسروق اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم زیادہ مشہور ہوئے۔

پس فقہ حنفی کا سلسلہ یہ ہے کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ نے امام حماد سے، انہوں نے حضرت ابراھیم نخعی سے، انہوں نے علقمہ و اسود سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اور انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا۔

اب ہم اس سلسلے کے جلیل القدر ائمہ کرام کے بارے میں مختصر گفتگو کرتے ہیں۔

447... تذکرۃ الحفاظ، ابو درداء، 1/23

448... تاریخ بغداد، 12/299

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

آپ اسلام قبول کرنے والے چھٹے شخص ہیں۔ بارگاہِ نبوی میں آپ کے خصوصی مقام کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے آپ سے یہ فرمایا، "تمہیں اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں، پردہ اٹھا کر اندر آ جاؤ اور ہماری خاص باتیں سنو جب تک کہ میں تم کو روکوں"۔

آپ رسول کریم ﷺ کے خاص خادم اور رازدار صحابی تھے۔ آپ صحابہ کرام میں "صاحبُ النعلین والسواک والسِواد" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے ذمہ یہ خدمتیں تھیں مثلاً آقا کریم ﷺ کی نعلین پاک اٹھانا، مسواک ساتھ رکھنا، آپ کے آگے چلنا، وضو کے لیے پانی فراہم کرنا، سفر میں بستر مبارک اٹھانا، خواب سے بیدار کرنا۔[449]

حضرت ابو وائل بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے حلقوں میں بیٹھا ہوں، میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات سے انکار کرتے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی صحابی نے آپ کا رد کیا۔[450]

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مجمع میں دعویٰ کیا کہ "تمام صحابہ جانتے ہیں کہ میں قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہوں"۔ آپ کے اس دعویٰ کا کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم اپنے دنیوی امور کے لیے اس ہستی کو پسند کرتے ہیں جس کو ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے ہمارے دینی کام کے لیے پسند کیا۔ یعنی حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں نماز پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا (اس لیے وہی ہمارے خلیفہ ہوں گے)

449...سوانح امامِ اعظم، ص104
450...سوانح امامِ اعظم، ص107

۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس دلیل کو صحابہ نے تسلیم کیا۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ رسول کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد پہلا اجتہاد تھا۔ (451)

نبی کریم ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت یوں بیان فرمائی کہ "تم ابن مسعود کے حکم کو مضبوط پکڑے رہو"۔ (452)

ایک اور حدیث پاک میں آقا و مولیٰ ﷺ نے چار صحابہ سے قرآن سیکھنے کا حکم فرمایا، ان میں سب سے پہلے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ (453)

یہ وہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جن کے متعلق امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے، "یہ ایک تھیلا ہیں علم سے بھرا ہوا"۔ اور نہایت یہ کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا، "میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند فرمالیا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے لیے پسند کریں"۔ (454)(455)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، ایسے شخص کے بارے میں بتائیے جو صورت و سیرت میں نبی کریم ﷺ سے قریب تر ہو تاکہ ہم اس سے کچھ سیکھیں۔ فرمایا، میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے قریب ہو۔ (456)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، "ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھ کر جو اس میں حلال تھا اس کو حلال کیا اور جو حرام تھا اس کو حرام کیا، وہ دین کے فقیہ ہیں اور سنت کے عالم"۔ امام شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے، رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ہمارے استاد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی

451... سوانح امامِ اعظم، ص106

452 ... ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، حدیث:3805

453 ... ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، حدیث:3810

454 ... مستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، حدیث:5387

455... فتاوی رضویہ، 5/311

456 ... بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، حدیث:3762

فقیہ نہ تھا"۔ (457)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علوم مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مرجع اخیر اور فقہ کے مرجعِ کل ہیں اور آپ پہلے صحابی ہیں جو باقاعدہ طور پر فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ سے کثیر صحابہ اور تابعین احادیث روایت کرتے ہیں جن میں ابن عباس، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ آپ ۲۰ھ تا ۳۰ھ کوفہ میں مقیم رہے۔ ۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ، محدث علی قاری رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلفاء اربعہ کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اسی لیے ہمارے امام اعظم ان کی روایت و قول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔ (458)

حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، "علقمہ کا علم میرے علم سے کم نہیں ہے"۔

امام یافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا علم و فضل اس قدر تھا کہ ان سے صحابہ کرام بھی فتوے لیا کرتے تھے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے آئینے کہلائے۔ یہ دونوں حضرات کامل طور پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے احوال سے متصف تھے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۲ ھ میں ہوا۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر

457... امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین، ص66

458... فتاویٰ رضویہ، 5/312

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا"آج علم کا سرپرست فوت ہو گیا"۔[459]

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حماد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ جب میں ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو ان کی سیرت و عادات دیکھنے والا ہر کوئی یہ کہتا کہ ان کی خصلت و سیرت عین حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی عادات و سیرت ہے اور جو علقمہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتا وہ کہتا، ان کی عادات و سیرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عادات و سیرت ہے اور جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عادات و سیرت دیکھتا تو وہ یہ کہتا، یہ تو بعینہ رسول اللہ ﷺ کی عادات و سیرت ہے۔[460]

خوش نصیبی دیکھیے کہ یہ خود تابعی و فقیہ و محدث، ان کے دو بھتیجے اسود اور عبد الرحمن بلند پایہ تابعی فقیہ و محدث، اور ایک نواسہ ابراھیم نخعی تابعی فقیہ و محدث۔ یعنی ایک گھر میں چار تابعی اور عالی قدر محدث و فقیہ۔ سبحان اللہ! آپ کا وصال ۶۲ھ یا ۷۴ھ میں ہوا۔

حضرت اسود بن یزید نخعی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں ۔ آپ صاحبِ علم و فضل اور متقی و پرہیز گار تھے۔ آپ کثرت سے نوافل پڑھتے اور سار اسال روزے رکھتے۔ آپ نے اسّی حج اور عمرے کیے۔ کوفہ میں آپ کی عبادات و کرامات اسقدر مشہور ہوئیں کہ لوگ آپ کو "اَسود جنتی" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ۷۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خشک سالی ہوئی تو انہوں نے حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ کر کہا، الٰہی! ہم اپنے میں سب سے اچھے افضل شخص اسود بن یزید رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔ اور پھر آپ سے بھی دعا کا کہا۔ چنانچہ آپ نے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کی

459...سوانح امامِ اعظم، ص102

460...مسند امامِ اعظم، ص310

تو اسی وقت بارش ہو گئی۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا، مجھ سے زیادہ رونے کا حقدار اور کون ہے؟ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے مجھے بخش دے تو بھی مجھے اپنے مولیٰ سے شرمندگی رہے گی۔ دیکھو کوئی شخص معمولی خطا کرتا ہے اور جس کی خطا کی ہو وہ اس کو معاف بھی کر دیتا ہے پھر بھی وہ ہمیشہ اس شخص سے شرمندہ رہتا ہے۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسود رضی اللہ عنہ میں سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا، "خدا کی قسم! میری کیا بساط ہے جو دونوں کا موازنہ کروں، میرا کام یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کروں"۔ (461)

امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ:

حضرت ابراہیم بن یزید نخعی رضی اللہ عنہ عراق کے نامور فقیہ اور علم الحدیث کے امام ہیں۔ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کئی صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اکثر صحابہ کرام سے بطریق ارسال اور تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت مسروق اور حضرت اسود رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

حضرت علقمہ بن قیس آپ کے ماموں جبکہ حضرت اسود بن یزید آپ کے ماموں زاد بھائی تھے اور یہ دونوں حضرات ابن مسعود کے خصوصی اصحاب میں سے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

آپ کا لقب "صیرفی الحدیث" تھا یعنی کھری کھوٹی احادیث کا پرکھنے والا۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "محدثین تو بہت ہیں مگر حدیث کو پرکھنے والا ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہیں"۔

آپ کا وصال ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوا۔

461...اولیاء رجال الحدیث: ص37

جب آپ کا وصال ہوا تو امام شعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حدیث و فقہ کا سب سے بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔ کسی نے کہا، کیا وہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ عالم تھے؟ فرمایا، صرف حسن بصری رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں بلکہ وہ پورے عراق و شام و حجاز میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔[462]

امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ:

آپ کوفے کے عظیم فقیہ، جلیل القدر محدث اور اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، زید بن وہب، ابو وائل اور امام شعبی وغیرہ رضی اللہ عنہم جیسے فقہاء و محدثین کے مایہ ناز شاگرد ہیں خصوصاً حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے تمام علوم کے وارث اور جانشین ہیں۔

امام مسلم اور اصحابِ سنن نے آپ کی مرویات لکھی ہیں۔ حدیث شریف روایت کرتے وقت آپ پر حال طاری ہو جاتا، بعض اوقات آپ پر بیخودی کا غلبہ ہو جاتا۔ امام یحییٰ بن معین، امام نسائی، امام بخاری اور ابن حبان وغیرہ بڑے بڑے نقادِ حدیث اماموں نے آپ کو کثیر الحدیث، ثقہ اور فقیہ تحریر کیا ہے۔

آپ کے شاگردوں میں امام ابو حنیفہ، امام اعمش، سفیان ثوری، امام شعبہ، امام عاصم احول وغیرہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر ائمہ فقہ و حدیث ہیں۔ ۱۲۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔[463]

462...سوانح امامِ اعظم، ص100

463...اولیاء رجال الحدیث، ص97

باب دوازدہم (12) فقہ کی ضرورت

''انسان کی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنادیا ہے کہ ایک انسان اگر لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہو جائے تو محال ہے۔ مسلمان چونکہ عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے اس لئے اسے عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم لحظہ لحظہ احکامِ شریعت کی ضرورت ہے۔

آپ صرف عبادات ہی کو لیجئے اس کے فروع وجزئیات کتنے کثیر ہیں اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معنی و مطالب کے حفظ رکھے اور تمام احادیث کو مع سند و مالہ وماعلیہ یاد رکھے، تکلیف مالایطاق ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ انسان میں تقسیم کار ہو۔ اس کے نتیجے میں ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو۔ جس کا صریح حکم سورۃ التوبۃ کی آیت ۱۲۲ میں موجود ہے، کہ فرمایا:

لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ۔ ''ہر گروہ سے ایک جماعت فقہ حاصل کرے''۔ (464)

رہ گئے عوام تو انھیں یہ حکم ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

''علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں''۔ (465)

عوام کو اس کا مکلف کیا گیا کہ وہ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علماء کی اطاعت کریں۔ ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

464...پ11، توبہ:122

465...پ14، نحل:42

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا حکم مانو۔[466]

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی وہ آیت پڑھ کے سنائی جائے یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے۔ اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے۔ اور اگر یہ ضروری قرار دیں تو اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں امت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے۔

اس لئے ضروری ہوا کہ امت کے جن علماء کو اللہ عزوجل نے یہ صلاحیت اور استطاعت دی ہے کہ وہ قرآن واحادیث کے حفظ وضبط کے ساتھ ساتھ ان کے معانی اور مطالب سے کماحقہٗ واقف ہیں اور ان کے ناسخ ومنسوخ کو جانتے ہیں، جن میں اجتہاد و استنباط کی پوری قوت ہے، وہ خدا داد قوت اجتہاد سے احکام شرعیہ کا ایسا مجموعہ تیار کر دیں جن میں منقح احکام مذکور ہوں۔

اس ضرورت کو سب سے پہلے امام الائمہ، سراج الامۃ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا۔ اور آپ نے اپنی پوری خداداد صلاحیت کو قرآن واحادیث واقوالِ صحابہ سے مسائل کے استخراج و استنباط میں صرف فرمادیا جس کے احسان سے امتِ مرحومہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جب کہ وہ دور شروع ہو چکا تھا کہ سینکڑوں نت نئے فتنے اٹھ رہے تھے۔ بد مذہب اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں گھل مل کر ہزارہا ہزار احادیث گڑھ کر پھیلا چکے تھے۔ اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امت کا کیا حال ہوتا وہ کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں"۔[467]

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ کے قسم عبادات کے مقدمہ میں لکھا ہے، "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام حماد رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا، انہوں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے علقمہ

466...پ5، نساء:59

467...نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/190

بن قیس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم سیکھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا میلان رائے سے اجتہاد کی طرف تھا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ بھیجا تو وہاں ان کے خیال کو تقویت ملی اور ان کے میلانِ رائے میں اضافہ ہوا کیونکہ عراق میں بہت سے ایسے مسائل پیش آئے جن سے مدینہ منورہ کے قیام میں سابقہ نہیں پڑا تھا۔ روز روز نئی جزئیات پیش آتی تھیں لہٰذا ضروری ہوا کہ ان پیش آمدہ مسائل کو قواعدِ شرعیہ پر پیش کیا جائے اور اس کے حکم کے مطابق ان کا جو حکم ہو، استنباط کیا جائے"۔ (468)

فقہ کی ابتدا:

"شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں احکام کی قسمیں نہیں پیدا ہوئی تھیں۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صحابہ کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے۔ صحابہ آپ کو دیکھ کر اسی طرح وضو کرتے تھے، نماز کا بھی یہی حال تھا، یعنی صحابہ فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل و تدقیق نہیں کیا کرتے تھے جس طرح رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے کسی قوم کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا لیکن انھوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں تیرہ مسئلوں سے زیادہ نہیں پوچھے جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں البتہ جو واقعات غیر معمولی طور سے پیش آتے تھے ان میں لوگ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے استفتاء کرتے اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جواب دیتے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا اور آپ نے اس پر تحسین کی یا اس سے نارضامندی ظاہر کی۔ اس قسم کے فتوے عام مجمعوں میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اقوال کو ملحوظ رکھتے تھے۔

468... سوانح امام اعظم، ص109

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔ مثلاً کسی شخص نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل ترک کر دیا۔ اب بحث پیش آئی کہ نماز ہوئی یا نہیں اس بحث کے پیدا ہونے کے ساتھ یہ تو ممکن نہ تھا کہ نماز میں جس قدر اعمال تھے سب کو فرض کہہ دیا جاتا۔ صحابہ کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز میں کتنے ارکان فرض و واجب ہیں؟ کتنے مسنون اور مستحب؟ اس تفریق کے لیے جو اصول قرار دیے جاسکتے تھے ان پر تمام صحابہ کی آراء کا متفق ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لیے مسائل میں اختلافِ آراء ہوا اور اکثر مسئلوں میں صحابہ کرام کی مختلف آراء قائم ہوئیں۔

بہت سے ایسے واقعات پیش آئے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ان کا عین و اثر بھی پایا نہیں گیا تھا۔ صحابہ کو ان صورتوں میں استنباط، تفریع، حمل النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا۔ ان اصولوں کے طریقے یکساں نہ تھے اس لیے ضروری اختلاف پیدا ہوئے۔ غرض صحابہ ہی کے زمانے میں احکام اور مسائل کا ایک دفتر بن گیا اور جدا جدا طریقے قائم ہوگئے"۔ (469)

مجتہد صحابہ کرام اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے لیکن بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر تابعین کے دور میں علماء وفقہاء نے احادیثِ نبوی اور فقہ و فتاویٰ کی تدوین کا کام شروع کیا۔ شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

"مدینہ کے فقہاء حضرت عائشہ، ابن عمر، ابن عباس اور ان کے بعد کے تابعین کے فتاویٰ جمع کرنے لگے، وہ ان کو دوسرے مسائل کے لیے مبنیٰ قرار دیتے تھے۔ عراق کے فقہاء ابن مسعود اور حضرت علی کے فتاویٰ اور قاضی شریح وغیرہ دیگر قاضیوں کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ راویوں کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعہ میں جمع کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ کے استاد امام حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا تاہم یہ مجموعے کتابوں کی حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی حیثیت ایک ذاتی

469... سیرۃ النعمان، ص 219

ڈائری کی تھی کہ مجتہد ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کرتا تھا"۔[470] رضی اللہ عنہم اجمعین

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسائل کے استنباط کے قواعد وضع کیے جس کی وجہ سے فقہ، جو ابتدا میں جزئیاتِ مسائل کا نام تھا، ایک مستقل فن بن گیا۔ بعد میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے مرتب، منظم اور کتابی شکل میں علمِ فقہ کی اشاعت کی۔

فقہی احکام کی اقسام:

مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں،

"رواۃ کی قلت اور کثرت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، خبر واحد۔

اب یہ بالکل بدیہی ہے کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا ثبوت ایسا یقینی و قطعی ہے کہ اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں اور یہی حال حدیثِ متواتر کا ہے۔ حدیث مشہور کا ثبوت بھی یقینی ہے مگر متواتر کی طرح نہیں۔ اور خبر واحد میں یہ یقین اور کم درجہ کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ راوی لاکھ قوی الحافظہ سہی، لاکھ متدین سہی، لاکھ محتاط و متیقظ سہی مگر ہے تو انسان ہی۔ بہر حال اس سے سہو، نسیان، خطا، بھول چوک مستبعد نہیں۔ اس لئے جو درجہ دو اور دو سے زائد راویوں کا ہے وہ تنہا ایک کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعداد جتنی بڑھتی جائے گی قوت بڑھتی جائے گی۔ اور تعداد گھٹنے میں قوت گھٹتی جائے گی۔ اگرچہ راوی قوی الحافظہ، صدوق، ثقہ، تام الضبط، وغیرہ جامع شرائط ہو۔

اب چونکہ فقہ کی بنیاد جن پر تھی وہ سب ایک درجہ کے نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان سے ثابت ہونے والے امور بھی ایک درجہ کے نہ ہوں بلکہ ان میں بھی مختلف مدارج ہوں۔ اس لئے احناف کے یہاں احکام کی ابتدائی تین قسمیں ہوئیں۔ مامور بہ، منہی عنہ، مباح۔ پھر مامور بہ کی سات قسمیں ہیں۔ فرض اعتقادی، فرض عملی، واجب اعتقادی، واجب عملی، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب۔

470...حیات امام ابو حنیفہ، ص338

منہی عنہ کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ حرام قطعی، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ۔

یہ سب صرف اس لئے کہ قرآن کی عظمت اور قطعیت اپنی جگہ رہے اور احادیث کی عظمت اپنی جگہ۔ اور ثابت ہونے والے امور کی ان کے ثبوت کی نوعیت کے اعتبار سے حیثیت اپنی جگہ رہے۔

احکام کے ان فرق مراتب کے موجد حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرق مراتب کو سبھی مجتہدین نے قبول کیا۔ اس تقسیم سے بہت سے وہ خلجان جو قرآن واحادیث میں بظاہر نظر آتے ہیں خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز کے سلسلے میں صرف قیام، قرأت، رکوع، سجود کا حکم ہے احادیث میں ان کی تفصیل ہے۔

مثلاً قیام میں قرأت ہو اور قرأت میں سورۃ فاتحہ ہو۔ رکوع، سجود میں تسبیح پڑھی جائے۔ فقہاء نے جتنی باتیں قرآن مجید یا احادیث متواترہ سے ثابت ہوئی ان کو فرض قرار دیا بقیہ باتوں کو احادیث کی نوعیت کے لحاظ سے واجب، سنّت، مستحب قرار دیا۔ اس کو آپ ایک جزئی مثال سے ذہن نشین کیجئے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔[471]

جتنا تم پر آسان ہو قرآن پڑھو۔

اس آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے کہ نمازی قرآن کی جو بھی سورۃ، آیت پڑھ لے نماز ہو جائے گی مگر احادیث میں ہے کہ:

لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔[472] اور کثیر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ سورۃ فاتحہ کے بعد اور بھی قرآن مجید کچھ نہ کچھ پڑھا کرتے تھے جو باعتبارِ معنی حدِ شہرت تک پہنچی ہیں۔ ان احادیث کا مفاد یہ ہوا کہ بغیر سورۃ فاتحہ اور ضم سورۃ کے نماز نہیں ہو گی۔ فقہاء نے فرق مراتب سے

471...پ29، مزمل:20

472 ... بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراۃ للامام، حدیث:756

فائدہ اٹھا کر اس تعارض کو دور فرمایا کہ مطلق قرأت فرض اور خاص سورۃ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورۃ واجب۔

اگر (معاذاللہ) احناف احادیث کو قابل عمل نہ جانتے تو بہت آسانی سے کہہ سکتے تھے کہ چونکہ یہ احادیث قرآن کے معارض ہیں لہذا متروک العمل ہیں، اسی لئے احناف کے اصول فقہ کا مسلمہ کلیہ مشہورہ ہے کہ جب قرآن و حدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے۔ تطبیق ہو جائے فبہاورنہ بدرجۂ مجبوری کتاب اللہ کے مقابلہ میں خبر آحاد ضرور متروک ہوں گی۔ کیا کوئی اسے عمل بالحدیث کا ترک کہہ سکتا ہے؟ نہیں لیکن عناد کا کوئی علاج نہیں"۔ [473]

فقہ حنفی کی بنیاد:

معروف دانشور ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اسلامی قانون کے دو مستقل، غیر تبدل پذیر ماخذ یعنی قرآن وحدیث مکمل ہو جاتے ہیں۔ قانونی نکتۂ نظر سے جب کوئی نئی گتھی پیدا ہوتی تو اسے سلجھانے کے لیے مسلمان سب سے پہلے قرآن اور پھر حدیث سے رجوع کرتے اور اگر ان دونوں میں کوئی حل نہ ملتا تو پیغمبر کے عطا کردہ عظیم الشان اصول یعنی اجتہاد پر عمل کرتے۔ یہ اصول بعد میں مسلمانوں کے بہت کام آیا ورنہ اسلامی قانون منجمد ہو جاتا اور مسلمان اسے ناکافی پاکر شاید غیر اسلامی قوانین اختیار کر لینے پر مجبور ہو جاتے۔ اجتہاد کے ذریعے سے ہر نئی چیز کے بارے میں قانون بنانے کا موقع مل گیا"۔ [474]

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ کوفہ میں گزارا اور درس و تدریس کے ذریعہ اپنے کئی شاگردوں کو حدیث وفقہ کا ماہر بنا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی مدتِ خلافت میں کوفہ ہی میں مقیم رہے اور آپ نے بھی کئی طالبانِ علم کو فیضیاب کیا۔ ان دونوں صحابہ کی وجہ سے ہی کوفہ کو "فقہ کا دارالعلوم" کہا گیا۔

473...نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/194

474...خطبات بہاولپور، ص 81

معروف دانشور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قانون میں خاص ملکہ حاصل تھا اس لیے ان کے درس میں قانونی مباحث اور فقیہانہ عناصر ہمیشہ زیادہ ہوتے تھے۔ (475)

چونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اجتہاد و فتوے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طریقِ کار سے متاثر تھے اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوفہ میں فقہ کی اساس حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے منقول فتاویٰ تھے جو آگے چل کر فقہ حنفی کی بنیاد بنے۔ ان فقہاء صحابہ کی تعلیمات کو حضرت علقمہ، حضرت اسود اور قاضی شریح وغیرہ نے کوفہ میں خوب پھیلایا پھر ان سے حضرت ابراہیم نخعی نے اکتسابِ علم و فضل کر کے تمام علم حضرت حماد کو منتقل کیا جو امامِ اعظم ابو حنیفہ کے استاد تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، "جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے ان تین اکابر صحابہ کی فقہ نقل کر کے حضرت حماد رضی اللہ عنہ تک پہنچائی پھر یہ فقہی ورثہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا تو کوئی وجہ نہیں کہ امام نخعی رضی اللہ عنہ نے نقدِ حدیث میں ان کے طرزِ فکر اور نقلِ روایت میں ان کی شدید احتیاط کو امام حماد رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچایا ہو۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ عالم تھا کہ حدیث روایت کرتے وقت ان پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی مبادا وہ ایسی چیز بیان کر دیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو مگر اپنی رائے سے فتویٰ دینے میں انھیں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو قلتِ روایت کی تلقین کرتے تھے مبادا وہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دروغ گوئی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی ثقہ راوی بھی حدیث بیان کرتا تو اسے حلف دلاتے اور اس طرح ان کی روایت کا تزکیہ کرتے"۔ (476)

475... خطبات بہاولپور، ص83

476... حیات ابو حنیفہ، ص506

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ حدیث کی روایت میں ارسال کے عادی تھے اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے سے ڈرتے تھے۔ قال رسول اللہ ﷺ کہنے پر قال الصحابی کہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ سے کہا جاتا، کیا آپ کوئی حدیثِ نبوی بیان نہیں کرسکتے؟ تو فرماتے، "حدیث تو بیان کرسکتا ہوں مگر میں قال عمر، قال عبد اللہ، قال علقمہ، قال اسود کہنے کو آسان تر اور پسندیدہ خیال کرتا ہوں"۔

بعض دفعہ آپ الفاظِ حدیث روایت کرنے کے بجائے حدیث کا مفہوم خود اپنی طرف سے بیان کردیا کرتے تھے۔[477]

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے شریعت اخذ کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کے دو طریقے رائج تھے۔

اول: ظاہری طریقہ یعنی اسناد کے ساتھ حدیث بیان کرنا (متواتر ہو یا غیر متواتر)۔ (بطریقِ ظاہر)

دوم: حضور ﷺ کے اقوال و افعال و تقریر سے جو مسئلہ سمجھنا، اسے آپ ﷺ کی طرف انتساب کیے بغیر بیان کرنا۔ (بطریقِ دلالت)

اول الذکر طریقے سے احادیث بیان کرنے میں صحابہ بیحد احتیاط کرتے بلکہ دوسروں کو بھی منع فرماتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کثرتِ روایت سے منع فرمایا۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا روایات میں احتیاط کرنا اوپر مذکور ہوا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے روایت کیں ان کی تعداد سترہ سے زیادہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے پچاس حدیثیں بھی ثابت نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال ہے"۔[478]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظاہری طریقے سے احادیث بیان کرنے کے بجائے مسائل کے

477... حیات ابو حنیفہ، ص399
478... سیرۃ النعمان، ص178

استنباط کے لیے اجتہاد کرتے تھے چنانچہ آپ عہدِ نبوی ہی میں فقیہ اور مفتی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ معروف دانشور ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ تمہیں کوئی چیز معلوم کرنا ہو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک ماہرِ قانون تھے اور صحابہ کرام رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہر چھوٹی چیز کے متعلق زحمت دینے کے بجائے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان سے پوچھ لیتے۔ انہیں ایک طرح اجازت تھی کہ وہ چھوٹے موٹے مسائل میں فتویٰ دیں۔[479]

سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اس قانون پر عمل کیا اور حدیث کی پہلی قسم کی روایت میں کثرت نہ کی۔[480]

یہ اکابر صحابہ کرام حدیث کی روایت موخر الذکر طریقے سے کیا کرتے یعنی جو کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو اس پر قرآن و سنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرماتے۔ چنانچہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مرویات جو فقہ حنفی کے نام سے جانی جاتی ہیں، دراصل مذکورہ جید صحابہ کرام کی فقہ یا باالفاظِ دیگر محمدی فقہ ہے۔

مذہب حنفی کے اصول:

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ علماء کی اس بات سے کہ "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب اہلِ رائے ہیں" کوئی یہ نہ سمجھے کہ علماء نے ان کی توہین کی ہے اور نہ ہی یہ سمجھے کہ یہ حضرات اپنی رائے کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات متعدد طریقوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپ سب سے پہلے قرآن مجید سے راہنمائی لیتے ہیں اگر قرآن میں حکم نہیں ملے تو سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر سنت میں نہ ملے تو صحابہ کرام کا قول لیتے

479... خطبات بہاولپور، ص79

480... فقہ الفقیہ، ص34

ہیں اور اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن و سنت کے زیادہ قریب ہو اور اگر صحابہ کا قول نہیں ملتا تو پھر آپ تابعین کے قول کے پابند نہیں رہتے بلکہ خود اجتہاد کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے تابعین اجتہاد کرتے ہیں"۔ (481)

محدث علی قاری رحمہ اللہ نے بھی آپکے اصحابِ رائے ہونے کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ "ان کو اصحابِ رائے اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی رائے دقیق اور عقل تیز ہوتی ہے"۔ (482)

اس سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو اصحاب الرائے اس لیے نہیں کہا جاتا کہ وہ (معاذ اللہ) اپنی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ انہیں اس لیے اہلِ رائے کہا جاتا ہے کہ وہ عقل و دانائی سے حدیث کے مشکل معانی سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ امام ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۳۶ھ) جو ربیعۃ الرائے کے نام سے مشہور تھے، ان کی وجہ تسمیہ کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "وہ امام، حافظ الحدیث، فقیہ، مجتہد اور رائے و قیاس کے ماہر تھے، اسی وجہ سے انہیں ربیعۃ الرائے کہا گیا ہے"۔ (483)

اسی طرح امام مالک، امام شافعی، امام سفیان ثوری و دیگر مجتہدین حضرات بھی صاحب الرائے ہیں لیکن فقہ و اجتہاد اور قیاس و رائے میں جو بلند مقام امامِ اعظم اور آپ کے اصحاب کو ملا، وہ کسی اور کو نہ مل سکا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "اگر حدیث معروف ہو اور اس میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کی رائے ملحوظ رکھنی چاہیے اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ان سب میں فقہ کی تہ تک پہنچنے والے ہیں اور ان تینوں میں بڑے فقیہ ہیں"۔ (484)

481...الخیرات الحسان، ص55
482...مرقاۃ المفاتیح، مقدمہ، 2/347
483...تذکرۃ الحفاظ، 1/148
484...الخیرات الحسان، ص67

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں تو حدیث سے فتویٰ دیتا ہوں۔“

آپ نے ان سے یہ بھی روایت کیا کہ ”کتابُ اللہ میں حکم ہوتے ہوئے کسی کو بھی اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں ہے، اور سنتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم میں حکم ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں ہے، اور اسی طرح صحابہ کرام کے اجماع کے ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں ہے البتہ جس مسئلے میں صحابہ کا اختلاف ہوا ہے تو ہم ان کے اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن و سنت کے زیادہ قریب ہو اور جو ان کے علاوہ ہے اس میں اجتہاد کیا جاتا ہے اور اپنی رائے سے اجتہاد وہ شخص کر سکتا ہے جس کو اختلاف کا صحیح علم ہو اور وہ قیاس کے اصول و ضوابط جانتا ہو“۔ (485)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذہب حنفی کی بنیاد و اساس دین کے چار معروف اصول یعنی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس ہیں۔ ان چاروں اصولوں کے حجت ہونے پر احادیث پہلے ہی پیش کی جا چکی ہیں۔

ایک دن امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کسی سے قیاس کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے چیخ کر کہا، قیاس کو چھوڑ دو کیونکہ پہلا قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا، تم نے ٹھیک بات نہیں کی کیونکہ ابلیس نے اپنے قیاس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کیا۔ اس لیے وہ کافر ہوا جبکہ ہمارا قیاس تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اتباع کے لیے ہے کیونکہ ہم قیاس کے ذریعے مسئلہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سنت اور صحابہ و تابعین کرام کے اقوال کی طرف لے جا رہے ہیں اور اتباع کے ارد گرد ہی رہتے ہیں تو ہم کس طرح ابلیس ملعون کے مساوی ہو سکتے ہیں؟

یہ سن کر اس شخص نے کہا، ”مجھ سے غلطی ہوئی میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو منور کرے جس طرح آپ نے میرے دل کو منور کیا“۔ (486)

485...الخیرات الحسان، ص56

486...الخیرات الحسان، ص47

امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ”امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ قرآن و سنت سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کرتے۔ اگر قرآن و سنت میں حکم نہ ملے تو وہ صحابہ کرام کے اقوال و اعمال کو مشعلِ راہ بناتے ہیں اور اگر ان ذرائع سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر قرآن و سنت کی روشنی میں قیاس کرتے ہیں“۔ (487)

ولی کامل حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی گواہی بھی ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کا ارشاد ہے، ”اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث مل جاتی تو امام اعظم رحمہ اللہ اس کی اتباع کرتے اور اگر صحابہ کرام و تابعین عظام سے اس کا حکم ملتا تو ان کی پیروی کرتے ورنہ قیاس کرتے اور بہترین قیاس کرتے“۔ (488)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، ”تم یہ نہ کہا کرو کہ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہا کرو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے“۔ آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے، ”حدیث و اثر کا سیکھنا بیشک ضروری ہے مگر اس کی تشریح اور وضاحت کے لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عقل و فہم کی ضرورت ہے تاکہ حدیث کی تفسیر اور اس کا مفہوم سمجھا جا سکے“۔ (489)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے اقوال و آثار کے ہوتے ہوئے ہر گز قیاس و رائے کو اختیار نہ کرتے تھے۔ اور جب آپ قیاس و اجتہاد کرتے تو اس کی بنیاد قرآن و سنت اور اجماعِ صحابہ پر قائم ہوتی، اس لیے امت کی اکثریت اس کی تعریف اور پیروی کرتی۔ اس کے باوجود آپکی انکساری اور وسعت نظری کا یہ عالم تھا کہ آپ فرماتے ہیں،

”یہ ہمارا قیاس و اجتہاد ہے۔ ہم اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس اس سے بہتر رائے ہو تو وہ لے آئے ہم اس کو قبول کرنے کو تیار ہیں“۔ (490)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ابتدا میں یہ گمان تھا کہ آپ قیاس کو احادیث پر مقدم رکھتے ہیں چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ”ایک دن جامع مسجد کوفہ میں سفیان ثوری،

487... مناقب للموفق، ص158
488... الخیرات الحسان، ص45
489... مناقب للموفق، ص403
490... الخیرات الحسان، ص48

مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، امام جعفر صادق اور دوسرے علماء رضی اللہ عنہم آئے اور انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ دین میں بکثرت قیاس کرتے ہیں۔ آپ نے ان علماء سے گفتگو شروع کی اور ظہر تک یہ گفتگو جاری رہی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا مذہب یہ بیان کیا، ''میں سب سے پہلے کتابُ اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنتِ نبوی پر اور پھر صحابہ کرام کے فیصلوں پر۔ اگر ان سب میں مجھے کوئی مسئلہ نہ ملے تو پھر قیاس کرتا ہوں''۔ یہ سن کر علماء کرام کھڑے ہوئے اور آپکے سر اور گھٹنوں کو چوما اور فرمایا، ''آپ علماء کے سردار ہیں۔ ماضی میں جو کچھ ہم نے آپ کے متعلق ناروا کہا وہ لاعلمی میں تھا۔ آپ اسے معاف کردیں''۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہماری اور آپکی مغفرت فرمائے۔[491]

قرآن وحدیث میں تطبیق:

''احناف کے اصولِ فقہ کا مشہور کلیہ ہے کہ جب قرآن وحدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے۔ تطبیق ہو جائے تو بہتر ورنہ بدرجۂ مجبوری کتابُ اللہ کے مقابلہ میں خبر آحاد ضرور متروک ہوں گی۔

بات یہ ہے کہ جب قرآن مجید کے قطعی الدلالت معنی کے معارض کوئی روایت ہے تو وہ حدیث ہی نہیں اگرچہ وہ سب طرح سے درست ہو۔ یہ قاعدہ بھی احناف کا تراشیدہ نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

ان المیت یعذب ببکاء الحی۔[492] زندہ کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اللہ عزوجل ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ یہ یقین

491... نہیں ملی

492 ... بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی یعذب المیت۔۔۔الخ، حدیث:1286

ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے مگر بھول گئے یا چوک گئے۔ قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی عورت کا جنازہ گزرا۔ فرمایا، یہ لوگ اس پر رورہے ہیں حالانکہ اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی یہ تنقید اس حدیث کے قرآن کی اس آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے تھی کہ فرمایا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔[493]

کوئی دوسرے کا وبال نہیں اٹھائے گا۔

قرآن و احادیث دونوں پر احناف کبھی کبھی ایسے اہم نازک موقعوں پر عمل کر لیتے ہیں کہ ہر منصف، دیانت دار اور ذی فہم داد دیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اس کی مثال قرأت خلف امام ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

احناف کا مسلک یہ ہے کہ جب جماعت سے نماز پڑھی جائے تو مقتدی قرأت نہیں کرے گا، خاموش رہے گا، خواہ نماز سرّی ہو یا جہری۔

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ مقتدی سورۃ فاتحہ ضرور پڑھے گا ان کی دلیل یہ حدیث ہے: لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب او کما قال۔[494] سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

احناف کی دلیل قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔[495]

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔

یہ آیت نماز ہی میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ اپنے مورد کے اعتبار سے نماز میں قرآن پڑھے جانے کے بارے میں اور قطعی ہو جاتی ہے۔ اور اگر نماز کے بارے میں نہ بھی ہوتی جیسا کہ معاندین احناف کی ضد ہے تو بھی اذا قرئ القرآن کا عموم نماز میں قرآن پڑھے

493... پ22، فاطر:18

494... بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام، حدیث:756

495... پ9، اعراف:204

جانے کو بھی بلا شبہ شامل ہے۔ اس لئے نماز میں قرآن مجید پڑھے جانے کے وقت استماع اور سکوت بنصِ قرآنی ثابت ہے۔ اور حکم صرف بغور سننے کا نہیں بلکہ خاموش رہنے کا بھی ہے۔ حالانکہ بغور سننے کے لئے خاموش رہنا لازم ہے جو خاموش نہ رہے اور خود بولے جائے وہ کیا سنے گا۔ بغور سننے کے بعد خاموش رہنے کو علیحدہ ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کچھ نمازوں میں قرآن مجید بلند آواز میں پڑھا جاتا ہے، اور کچھ میں آہستہ جن میں بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے ان میں بغور سننے کے ساتھ خاموش رہنا پایا ہی جائے گا۔ جن نمازوں میں آہستہ پڑھا جاتا ہے ان میں چونکہ سنائی نہیں دیتا تو بغور سننا تو نہ ہو گا مگر چپ رہنا ضروری ہو گا۔ اس لئے نماز خواہ سرّی ہو خواہ جہری، امام جب قرأت کرے تو مقتدی پر چپ رہنا بہر حال ضروری ہے، کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں۔

اس پر ایک اعتراض امام بخاری نے جزء القراۃ میں یہ کیا کہ یہ آیت خطبے کے وقت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی جب خطبہ ہو رہا ہو اور کوئی آئے تو دو رکعت نماز پڑھے، اس نماز میں یہ قرآن پڑھ رہا ہے اور حاضرین خاموش ہیں۔ مگر اس کے متعلق وہ کوئی سند نہیں پیش کر سکے۔ ان کے بر خلاف امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا، اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مطلقاً نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی بناء پر وہ جہری نمازوں میں مقتدی کو قرأت کی اجازت نہیں دیتے۔ اس سے قطع نظر نص جب عام ہو تو حکم مورد کے ساتھ خاص نہیں رہتا، عام ہی رہتا ہے۔

جب آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی قرآن پڑھے تو تم لوگ بغور سنو اور خاموش رہو۔ قرأت اور خاموش رہنے کی تاویل تو امام بخاری نے کر لی کہ آنے والا قرأت کر رہا ہے لوگ چپ ہیں۔ اگرچہ یہاں حاضرین کا چپ رہنا اس کی قرأت کی وجہ سے نہیں بلکہ خطبہ کی وجہ سے ہے۔ مگر بغور سننے کا یہاں کیا محل؟ اسے امام بخاری نے نہیں بتایا۔ یہ اشکال لاینحل ہے۔ لہٰذا اگر اس آیت کو خطبے کی حالت کے ساتھ خاص کریں تو لازم آئے گا کہ **فاستمعوا له** کا ارشاد حشو اور بے معنیٰ ہو جائے"۔ (496)

496... نزھۃ القاری شرح البخاری، 1/ 193-196

باب سیزدہم (13) فقہ حنفی کی تدوین

فقہ اپنی وسعت و جامعیت کے اعتبار سے زندگی کے تمام مسائل پر حاوی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے تک اگرچہ فقہ کے بعض مسائل مدون ہو چکے تھے لیکن اسے باقاعدہ ایک کامل دستور اور جامع قانون کی حیثیت حاصل نہ تھی۔ اس وقت تک نہ تو استدلال و استنباطِ مسائل کے قواعد مقرر ہوئے تھے نہ ہی ایسے اصول وضوابط طے ہوئے تھے جن کی روشنی میں احکام کی تفریع کی جاتی۔

بارہا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکاری قاضیوں اور حکام کو فیصلوں میں غلطیاں کرتے دیکھا، یہ بھی تدوینِ فقہ کا ایک سبب تھا۔ نیز تمدن میں وسعت کی وجہ سے روز بروز نئے مسائل پیدا ہوتے جارہے تھے۔ اطراف و بلاد سے آنے والے سینکڑوں استفتاء امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنے لگے تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ احکام و مسائل کے وسیع و کثیر جزئیات کو اصولوں کے ساتھ ترتیب دیکر ایک جامع فن کی شکل دیدی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے اسلامی دستور مشعلِ راہ بن جائے۔

چنانچہ آپ نے تدوینِ فقہ کے عظیم کام کے لیے اپنے شاگردوں میں سے چالیس نامور افراد جو اپنے اپنے فن کے ماہر تھے، ان کا انتخاب کرکے ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی۔ یہ سب ائمہ حضرات درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان اراکینِ کمیٹی میں امام ابویوسف، امام داؤد طائی، حضرت یحیٰی بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت عبداللہ بن مبارک کو روایت اور حدیث و آثار میں خاص کمال حاصل تھا۔ حضرت قاسم بن معن اور امام محمد عربیت اور ادب میں مہارت رکھتے تھے جبکہ امام زفر قوتِ استنباط میں مشہور تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

معروف دانشور ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "امام اعظم ابوحنیفہ نے ایک کارنامہ انجام دیا جو اسلامی قانون کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم اور یادگار کارنامہ ہے۔ اس زمانے میں امام مالک، امام اوزاعی وغیرہ بڑے بڑے فقیہ موجود تھے۔ انہوں نے کتابیں بھی لکھیں لیکن ان کی کوششیں انفرادی

تھیں۔ امام ابو حنیفہ نے سوچا کہ انفرادی کوشش کی جگہ، اسلامی قانون کی تدوین اگر اجتماعی طور پر کی جائے تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بہت سے شاگردوں میں سے چالیس ماہرینِ قانون منتخب کر کے ایک اکیڈمی قائم کی۔

انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا کہ جو لوگ قانون کے علاوہ دیگر علوم اور معاملات کے ماہر ہوں، انہیں بھی اکیڈمی کا رکن بنایا جائے غرض مختلف صلاحیتوں کے ماہرین کو اس اکیڈمی میں جمع کیا گیا''۔ (497)

چونکہ فقہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مسائل پر مبنی ہے اس لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو جمع کیا اور پھر ان کی معاونت سے اسلامی قوانین کو مرتب کرنے میں مصروف ہو گئے۔

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی مسند پر رونق افروز ہوتے، آپ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا اور پھر اس مسئلہ پر آپ کے تلامذہ گفتگو کرتے۔ بعض اوقات بحث و تمحیص میں ان کی آوازیں بلند ہونے لگتیں اور دیر تک بحث ہوتی رہتی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نہایت خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے رہتے پھر جب آپ گفتگو شروع کرتے تو ہر طرف خاموشی چھا جاتی۔

ایک دن امام اعظم رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے اور یہ سب حضرات خاموش بیٹھے سن رہے تھے۔ ایک شخص نے یہ منظر دیکھ کر کہا، ''پاک ہے وہ ذات جس نے امام ابو حنیفہ کے لیے ان حضرات کو خاموش کرایا''۔ (498)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ اپنے تلامذہ سے بحث کرتے۔ کبھی تو آپ کے اصحاب دلائل سن کر آپ کی بات مان لیتے اور کبھی آپ کے دلائل کے مقابل اپنے دلائل پیش کرتے۔ امام اعمش رحمہ اللہ آپ کے طریقہ کار پر یوں تبصرہ کرتے ہیں، ''جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ پیش

497... خطبات بہاولپور، ص85
498... مناقب للموفق، ص454

ہوتا ہے تو اس کے اراکین اس مسئلے کو اس قدر گردش دیتے ہیں اور اس کے ہر پہلو کا اس قدر غور سے جائزہ لیتے ہیں کہ بالآخر اس حل روشن ہو جاتا ہے"۔[499]

صدر الائمہ علامہ موفق رحمہ اللہ لکھتے ہیں، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے مذہب کی اساس اپنے تلامذہ کی شوریٰ پر رکھی اور ان پر اپنی رائے مسلط نہ کی۔ اس سے آپ کا مقصد دین میں احتیاط اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پر خلوص تعلق میں انتہائی حد تک کوشاں رہنا تھا۔ آپ ایک مسئلہ پیش کر کے اپنے تلامذہ کی رائے سنتے اور پھر اپنا نظریہ بیان فرماتے۔ ضرورت ہوتی تو ایک ماہ یا زیادہ عرصہ بحث ہوتی۔ حتیٰ کہ جب کسی ایک قول پر آکر بات ٹھہر جاتی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسے اصول میں درج کر لیتے اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کر لیے۔[500]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں بحث شروع ہو جاتی اور امام عافیہ رحمہ اللہ اس وقت موجود نہ ہوتے تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے، اس بحث کو عافیہ کے آنے تک ختم نہ کرو۔ جب عافیہ آجاتے اور وہ سب کی رائے سے متفق ہو جاتے تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے، اب اس مسئلہ کو لکھ لو۔[501]

ان چالیس میں سے دس یا بارہ ائمہ کی ایک اور خصوصی مجلس تھی جس میں امامِ اعظم کے علاوہ امام ابو یوسف، امام زفر، داؤد طائی، عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ بن زکریا، حبان بن علی، امام مندل بن علی، عافیہ بن یزید، علی بن مسہر، علی بن ظبیان، قاسم بن معن اور اسد بن عمرو شامل تھے جو فیصلہ کو حتمی شکل دیتی اور پھر اسے تحریر کر دیا جاتا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

دستورِ اسلامی کی تدوین کا یہ عظیم الشان کام ۱۲۱ھ میں شروع ہوا اور کئی سال جاری رہا حتیٰ کہ آپ کی اسیری کے ایام میں بھی یہ کام جاری تھا۔ اس دستور کے جتنے اجزاء تیار ہو جاتے، ساتھ ہی ساتھ

499...مناقب للکردری، 2/3
500...حیات امام ابو حنیفہ، ص341
501...تاریخ بغداد، 12/108

انہیں شائع کر دیا جاتا۔ یہ مجموعہ "کتبِ فقہ ابی حنفیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ محدث علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تراسی ہزار (83،000) مسائل طے کیے، ان میں سے اڑتیس ہزار (38،000) عبادات سے متعلق اور دیگر پینتالیس ہزار (45،000) مسائل معاملات سے متعلق تھے"۔[502]

آزاد خیال عالم شبلی نعمانی بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہ نے جس قدر مسائل مدوّن کیے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔ شمس الائمہ کردری نے لکھا ہے کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے۔ یہ خاص تعداد شاید صحیح نہ ہو لیکن کچھ شبہ نہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی۔ امام محمد کی جو کتابیں آج موجود ہیں، ان سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے"۔[503]

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے شاگردوں کو تدوینِ فقہ کا اس قدر ماہر بنا دیا تھا کہ یہ کام آپ کے وصال کے بعد بھی جاری رہا۔

ایک شخص نے امام وکیع رحمہ اللہ سے کہا، "امام ابو حنیفہ سے غلطی ہوئی"۔ تو امام وکیع الجراح رحمہ اللہ نے فرمایا، جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر جیسے فقہ کے امام تھے اور یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، حفص بن غیاث، امام حبان، امام مندل جیسے محدثین تھے اور قاسم بن معن جیسے لغت و عربیت کے ماہر تھے اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد و تقویٰ کے امام موجود تھے۔ تو جس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں اس سے خطا کیونکر ممکن ہے، کیونکہ اگر وہ غلطی کرتے تو یہ لوگ ان کو حق کی طرف لوٹا دیتے"۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین[504]

502... الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 2/472

503... سیرۃ النعمان، ص109

504... الخیرات الحسان، ص51

امام وکیع رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تدوینِ فقہ میں جو لوگ شریک تھے وہ سب علم و فضل کے اعتبار سے استادِ زمانہ اور رہبر و راہنما کی حیثیت کے حامل تھے۔ ان اکابرینِ امت نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت اور مجتہدانہ راہنمائی میں فقہ حنفی کی تدوین کر کے اسے مذاہبِ ثلاثہ (مالکی، شافعی اور حنبلی مذاہب) کے لیے نشانِ راہ اور سنگِ میل بنا دیا۔

فقہاء نے کیا خوب فرمایا ہے، ”فقہ کا کھیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اسے سیراب کیا، حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹا، حضرت حماد رضی اللہ عنہ نے اس کا اناج جدا کیا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے پیسا، امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اسے گوندھا اور امام محمد رضی اللہ عنہ نے اس کی روٹیاں پکائیں جبکہ باقی لوگ اس کے کھانے والے ہیں“۔[505]

کتبِ فقہ کی تدوین:

امتِ مسلمہ کی سہولت اور علماء کی آسانی کے لیے سب سے پہلے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تدوینِ کتب کی ضرورت محسوس کی اور علمِ شریعت کی تدوین فرمائی۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں،

”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ صفت منفرد اور خاص ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمِ شریعت کی تدوین کی اور اسے ابواب میں تقسیم فرمایا پھر اس کی پیروی امام مالک نے ”موطا“ کی ترتیب میں کی۔ امام صاحب سے پہلے کسی نے ایسا نہ کیا کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین نے علمِ شریعت کو نہ تو ابواب میں تقسیم کیا اور نہ ہی کوئی کتاب مرتب کی بلکہ وہ اپنے حافظہ کی قوت پر اعتماد کرتے تھے۔ جب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ علم منتشر ہوتا جا رہا ہے تو انہیں اس کے ضائع ہونے کا خوف ہوا تو آپ نے اسے مدون کر کے ابواب میں تقسیم کیا۔ آپ نے علم الفقہ کو باب الطہارۃ سے شروع کیا پھر باب الصلوٰۃ، پھر تمام عبادات پھر معاملات اور آخر میں وراثت کا باب مرتب کیا“۔[506]

505...ردالمحتار، مقدمہ، 1/56

506... تبییض الصحیفہ، ص45

"امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پہلے مسائل بیان کیے جاتے تھے مگر جس ترتیب اور ضبط سے امام صاحب نے تدوین فرمائی وہ آپ ہی کی اولیت ہے"۔[507]

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، "آپ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جس نے علمِ فقہ کی تدوین کی اور اس کو ابواب میں مدون کیا اور اس کی کتابیں مرتب کیں جیسا کہ آج کل موجود ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "موطا" میں انہیں کی پیروی کی۔ اس سے قبل لوگ اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے تھے۔ آپ ہی سب سے پہلے شخص ہیں جس نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کی"۔[508]

"تعجب ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب سے ہمسری کا دعویٰ تھا وہ بھی (امامِ اعظم کی) اس کتاب سے بے نیاز نہ تھے۔ امام سفیان ثوری نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن کی نقل حاصل کی اور اس کو اکثر پیشِ نظر رکھتے تھے۔ زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جسکا وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ ان سے اجازت مانگ کر میں اس کو دیکھنے لگا تو وہ امام ابو حنیفہ کی کتاب الرہن نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا، کہ آپ ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟، بولے، "کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں"۔ یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہیں کہ اس وقت بڑے بڑے مدعیانِ فن موجود تھے اور ان میں بعض امام ابو حنیفہ کی مخالفت بھی رکھتے تھے تاہم کسی کو اس کتاب کی ردو قدح کی جرأت نہیں ہوئی۔[509]

حنفی فقہ جس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ ان کے نامور شاگردوں کے مسائل بھی شامل ہیں ، دنیائے اسلام کا بہت بڑا مجموعۂ قوانین تھا۔ اگرچہ بعد میں علمائے حنفیہ نے اس میں بہت سا اضافہ کیا، لیکن امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ اور آپکے دیگر شاگرد آپکے طریقۂ اجتہاد کی پیروی کرتے ہوئے اور آپکے مرتب کردہ فقہی قواعد واصول کے مطابق ہی قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کرتے رہے۔ اسی

507...مناقب للموفق، ص419
508...الخیرات الحسان، ص51
509...سیرۃ النعمان، 228

بناء پر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ "مجتہد فی الشرع" ہیں اور آپکے ان شاگردوں کو "مجتہد فی المذہب" کا درجہ حاصل ہے اور وہ اصول میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے مقلد ہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے کئی مسائل میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگ اس وجہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حقیقت کو خود امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد رحمہم اللہ نے بیان کیا۔ ان کے بقول، ہم نے جو اقوال بظاہر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہے وہ بھی دراصل امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے اقوال ہیں کیونکہ بعض مسائل میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مختلف اور متعدد آراء ظاہر کی تھیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا، "میں نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے کسی قول کی سوائے ایک قول کے مخالفت نہیں کی"۔ (510)

اس طرح امام زفر رحمہ اللہ کا ارشاد ہے،

ما خالفت اباحنیفۃ فی قول الا وقد کان ابوحنیفۃ یقول بہ۔

"میں نے کسی قول میں امام ابو حنیفہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ وہ بھی امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی کا ایک قول ہوتا تھا"۔ (511)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فقہی مجموعہ جو کتب فقہ ابی حنفیہ کے نام سے موسوم ہے، اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے، اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔

1۔ کتب ظاہر الروایۃ: اس میں چھ کتابیں ہیں۔ جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، السیر الصغیر، السیر الکبیر۔

امام ابو الفضل محمد بن احمد مروزی رحمہ اللہ نے ظاہر الروایۃ کی تمام کتب کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب "کافی" لکھی۔ امام سرخسی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تیس (۳۰) جلدوں میں شرح لکھی جو "

510...ردالمحتار، 1/49

511...الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 1/244

مبسوط" کے نام سے مشہور ہے۔

2۔ کتب نوادر:

کتب ظاہر الروایۃ کے علاوہ جو دیگر کتب امام محمد رحمہ اللہ نے تصنیف فرمائیں انہیں نوادرات کہتے ہیں۔ اس میں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات، امالی امام محمد، نوادر ابن رستم وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ حدیث و فقہ میں امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کی دوسری کتب مثلاً کتاب الحج، کتاب الآثار، کتاب الخراج، اختلاف ابی حنفیہ و ابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الاوزاعی اور موطا امام محمد وغیرہ پر بھی کتب نوادر کا اطلاق ہوتا ہے۔

تصانیفِ امامِ اعظم:

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں کتابیں لکھنے کا باقاعدہ رواج نہیں تھا۔ لوگ اپنے حافظے اور یادداشت پر اعتماد کرتے۔ دوسری صدی ہجری میں تصنیف و تالیف کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تدوینِ فقہ کے لیے کوفہ میں مجلسِ فقہ قائم کی جس میں آپ اپنے شاگردوں کو احادیث اور فقہ کا املا کراتے تھے۔

اس علمی ذخیرہ کو آپ کے تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں میں بیان کیا اس طرح یہ روایات انہی کی طرف منسوب ہو گئیں۔ گویا آپ کے تلامذہ کی طرف منسوب تصانیف درحقیقت امامِ اعظم ہی کی تصانیف ہیں۔

ان کے علاوہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تصانیف کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

امامِ اعظم ابوحینفہ رضی اللہ عنہ کی نہایت معروف تصنیف "فقہ اکبر" ہے جو کہ اہلسنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں جن میں محدث علی قاری رحمہ اللہ کی شرح سب سے زیادہ مقبول ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں:

کتاب السیر۔ الکتاب الاوسط۔ الفقہ الابسط۔ کتاب الرد علی القدریہ۔ العالم والمتعلم۔ کتاب الرائ۔ رسالۃ الامام ابی عثمان التیمی فی الارجاء۔ کتاب اختلاف الصحابہ۔ کتاب الجامع۔ مکتوب وصایا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث پر مشتمل کئی کتب تھیں جنہیں امام محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ نے یکجا جمع کر دیا ہے۔ مقدمے میں انہوں نے ان سب کو جمع کرنے کا سبب یہ لکھا، کہ بعض جاہلوں نے شام میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ کو حدیث میں زیادہ دخل نہیں اسی وجہ سے حدیث میں ان کی کوئی تصنیف نہیں۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان تمام مسانید کو جو علماء نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی احادیث سے جمع کیے تھے، اکٹھا کر دیا۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مسند حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری۔

۲۔ مسند امام ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

۳۔ مسند حافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔

۴۔ مسند حافظ ابو نعیم الاصبہانی۔

۵۔ مسند شیخ ابو بکر محمد بن عبد الباقی محمد الانصاری۔

۶۔ مسند امام ابو احمد عبد اللہ بن بن عدی الجرجانی۔

۷۔ مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشنانی۔

۸۔ مسند ابو بکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی۔

۹۔ مسند امام قاضی ابو یوسف یعقوب۔

۱۰۔ مسند امام محمد بن حسن الشیبانی۔

۱۱۔ مسند امام حماد بن امام ابو حنیفہ۔

۱۲۔ آثار امام محمد بن حسن۔

۱۳۔ مسند امام عبد اللہ بن ابی العوام۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے اپنی جامع المسانید میں ان مسانید کو جمع کیا ہے اور ان کی اکابر محدثین تک اسناد بھی بیان کر دی ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی مسانید ہیں مثلاً:-

۱۴۔ مسند حافظ ابو عبد اللہ حسنین بن محمد بن خسرو بلخی۔

۱۵۔ مسند امام حصکفی، محدث علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح لکھی ہے۔

۱۶۔ مسند امام ماوردی۔

۱۷۔ مسند ابن البزازی، ان دونوں کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

علامہ کوثری مصری رحمہ اللہ نے "تانیب الخطیب" میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے جن کی سندیں متصل ہیں۔ حافظِ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ نے "عقود الجمان" میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سترہ مسانید کا سلسلۂ روایت بالاتصال مسانید کے جامعین تک بیان کیا ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے مناقب الامام الاعظم میں کہا، "امام اعظم رضی اللہ عنہ سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے کہ جن کا شمار نہیں"۔ علامہ مزنی رحمہ اللہ نے تہذیب الاکمال میں ایک سو کے لگ بھگ ایسے کبار محدثین کو شمار کیا ہے۔ جامع المسانید دیکھیں تو سینکڑوں محدثین کی امام صاحب سے روایات مذکور ہیں جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث ہیں جو ائمہ ستہ اور ان کے بعد کے دوسرے محدثین کے شیوخ واساتذہ بواسطہ یا بلاواسطہ ہیں۔

ان مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے براہ راست صحابہ کرام سے سنی ہیں اور ثلاثیات تو اکثر ہیں جن میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں۔[512]

512... نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، 1/185

باب چہاردہم (14) امامِ اعظم کے تلامذہ:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا ان کا شمار ناممکن ہے۔ بعض ائمہ کا قول ہے کہ کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد نہیں ہوئے جتنے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہوئے اور علماء اور عوام کو کسی سے اسقدر فیض نہ پہنچا جتنا کہ امامِ اعظم اور ان کے اصحاب سے مشتبہ احادیث کی تفسیر، اخذ کردہ مسائل، جدید پیش آنے والے مسائل اور قضاواحکام میں فائدہ پہنچا۔ خدا ان حضرات کو جزائے خیر دے۔ بعض متاخر محدثین نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان کے شاگردوں کی تعداد تقریباً آٹھ سو لکھی ہے اور ان کے نام ونسب بھی لکھے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم اسے حذف کرتے ہیں۔[513]

حافظ ابوالمحاسن شافعی رحمہ اللہ نے ۹۱۸ لوگوں کے نام بقید نام ونسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے۔[514]

اب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے چند مشہور شاگردوں کے مختصر احوال تحریر کیے جارہے ہیں، بعد ازاں آپ کے اُن چالیس مشہور شاگردوں کی فہرست تحریر کی جائے گی جنہوں نے تدوینِ فقہ کے کام میں حصہ لیا تھا۔

1۔ امام ابو یوسف:

آپ کا نام یعقوب اور کنیت ابو یوسف رضی اللہ عنہ ہے۔ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بصیرت وفراست سے آپ کی پیشانی پر علم وفضل کے آثار دیکھے اور پھر آپکے علم حاصل کرنے کا شوق ملاحظہ کیا تو آپ کے اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔ آپ نے علم فقہ وحدیث امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا نیز اس زمانے میں کئی اکابر محدثین سے بھی

513...الخیرات الحسان، ص44   514...سیرۃ النعمان، ص319

استفادہ کیا۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ قاضی، فقیہ، عالم اور حدیث کے حافظ تھے۔ حدیث حفظ کرنے میں مشہور تھے۔ آپ پچاس ساٹھ حدیثیں سنتے اور پھر کھڑے ہو کر دوسروں کو لکھوا دیتے تھے۔ آپ کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کے عہدے پر فائض رہے۔(515)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں"۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بیس کتابوں کے نام علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ نے تحریر کیے ہیں۔(516)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے جبکہ جرح وتعدیل کے نامور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ کو "صاحبِ حدیث وصاحبِ سُنۃ" فرمایا ہے۔(517) شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ کے بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ آپ نے چالیس گرانقدر کتب تصنیف کیں۔(518)

ایک موقع پر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص شاگردوں کے متعلق فرمایا،

"یہ میرے ۳۶ اصحاب ہیں جن میں سے ۲۸ میں قاضی بننے کی پوری اہلیت ہے اور چھ افراد میں فتویٰ دینے کی صلاحیت ہے جبکہ میرے دو شاگرد امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اور امام زُفر رضی اللہ عنہ یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قاضیوں اور مفتیوں کو مہذب اور مؤدب بنائیں"۔(519)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، جب کسی مسئلہ میں یہ تین حضرات متفق ہوں تو ان کی

515...سوانح امام اعظم، ص151
516...سوانح امام اعظم، ص152
517...تذکرۃ الحفاظ، ابو حنیفہ، 1/122
518...حیات ابو حنیفہ، ص351
519...حیات ابو حنیفہ، ص351

مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ پوچھا گیا، وہ تین حضرات کون ہیں؟ فرمایا، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد ابن الحسن۔ امام ابو حنیفہ قیاس میں بہت بصیرت رکھتے ہیں، امام ابو یوسف آثار پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور امام محمد عربیت میں تمام لوگوں سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں (رضی اللہ عنہم)"۔(520)

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد کے اساتذہ امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین نیز امام بخاری کے شیخ علی بن مدینی یہ تینوں امام ابو یوسف ہی کے مشہور شاگرد ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ(521) آپ کا وصال ۱۸۲ھ میں ہوا۔

2۔ امام محمد بن حسن:

امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ ۱۳۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق اس قدر تھا کہ والد کی میراث سے آپکو تیس ہزار درہم ملے۔ نصف رقم علم نحو، لغت اور ادب وغیرہ کی تحصیل پر خرچ کی اور بقایا نصف حدیث و فقہ کا علم حاصل کرنے میں خرچ کیے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو خاص صلاحیتوں سے نوازا تھا اسی بناء پر آپ نے صرف ایک ہفتہ میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔(522)

گمان یہ ہے کہ علم نحو اور عربی زبان وادب میں مہارت کے باعث آپ کو امام اعظم نے کم عمری ہی میں اپنی مجلس کا رکن بنالیا تھا۔ بعد ازاں آپ نے دو سال تک امام اعظم رضی اللہ عنہ سے درس لیا پھر ان کے وصال کے بعد امام ابو یوسف، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اکتسابِ فیض کیا۔ اس طرح آپ کم عمری ہی میں عالم وفقیہ بن گئے۔ امام اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد کی روایت کے مطابق، امام محمد کا حلقۂ درس کوفہ میں قائم ہو چکا تھا حالانکہ اس وقت وہ صرف بیس برس کے تھے۔(523)

آپ کے تلامذہ بیشمار ہیں جن میں امام شافعی، ابو حفص کبیر، محمد بن سماعہ، خلف بن ایوب، قاسم

520...مقدمہ موطا امام محمد، ص28
521...مناقب للموفق، ص504
522...تقدیم موطا امام محمد، ص17
523...مناقب للکردری، 2/150

بن سلام، عیسیٰ بن ابان رحمہم اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے نو سو سے زیادہ دینی کتب تصنیف فرمائیں ۔ آپ نے امام شافعی کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا۔[(524)]

آپ ہی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دینی تربیت فرمائی جس کے باعث امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "علمِ فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد رحمہ اللہ کا ہے"۔

ایک اور ارشاد ہے، "میں نے ان سے زیادہ فصیح کوئی نہیں پایا، وہ جب گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے"۔[(525)]

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ "میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی قرآن مجید کا عالم نہیں دیکھا"۔[(526)] ابراہیم حربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ آپ ایسے دقیق مسائل کہاں سے بیان فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، یہ سب امام محمد رضی اللہ عنہ کی کتابوں کا فیض ہے۔[(527)]

خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو "رُقہ" کا قاضی مقرر کیا۔ آپ قاضی مقرر ہوئے اور کچھ مدت بعد بغداد چلے گئے۔ ۱۸۹ھ میں وصال ہوا۔

ایک بار خلیفہ کے دربار میں بیٹھے تھے کہ خلیفہ کی آمد ہوئی سب لوگ کھڑے ہوگئے، لیکن آپ کھڑے نہ ہوئے۔ خلیفہ نے آپ کو خلوت میں بلا کر سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، آپ نے مجھے علماء کی صف میں شامل کیا ہے اس لئے میں نے آپ کے خادموں کی صف میں شامل ہونا پسند نہ کیا۔[(528)]

3۔ امام زفر بن ہذیل:

آپ ۱۱۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بہت محبوب و متعمد شاگرد ہیں۔ امام صاحب کی مجلس میں سب سے آگے بیٹھتے اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہر موقع پر آپکی تعظیم اور مدح و ثنا فرماتے۔

524...اولیاء رجال الحدیث، ص231
525...تاریخ بغداد، 2/175
526...الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 2/43
527...تاریخ بغداد، 2/177
528...سوانح امام اعظم، ص166

آپ کو حدیث میں امامت اور فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں چار لوگ فقہ کے ایسے حافظ تھے جیسے قرآن کے حافظ ہوا کرتے ہیں۔ زفر، ابو یوسف، اسد بن عمرو، علی بن مسہر۔ رحمہم اللہ تعالیٰ [529]

جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا قول ہے، زفر صاحب الرائ ثقة مامون۔ امام زفر نے فقہ کی تحصیل سے پہلے اپنے دور کے نامور تابعین سے علم حدیث حاصل کیا اور اس میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ لوگ آپ کو "صاحبُ الحدیث" کہتے اور آپ کے پاس اکتسابِ علم کے لیے آتے۔ بعد ازاں آپ نے امامِ اعظم سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ امام زفر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ہر تربیت یافتہ شاگرد امت کا فقیہ ہے۔ [530]

ایک شخص امام مزنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دریافت کیا، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟ فرمایا، اہلِ عراق کے سردار، پھر پوچھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ فرمایا، وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنے والے ہیں۔

اس نے پھر پوچھا، امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا، وہ تعریفات میں سب پر فائق ہیں۔ وہ بولا، امام زفر رحمہ اللہ کے متعلق فرمایئے۔ فرمایا، وہ قیاس و اجتہاد میں سب سے زیادہ تیز ہیں"۔ [531]

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح پڑھایا تو خطبہ کے دوران فرمایا، "اے حاضرین! یہ زفر ہیں جو مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام اور شرافت و علمیت کے لحاظ سے مسلمانوں کی عظمت کا ایک نشان ہیں"۔

امام زفر رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ میں بھی بے مثال تھے۔ دو مرتبہ حکومت نے آپ کو قاضی بننے پر مجبور

529...اخبار ابی حنیفہ، ص66
530...مناقب للموفق، 435
531...حیات امام ابو حنیفہ، ص484

کیا مگر دونوں مرتبہ آپ نے اپنے استاد امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح انکار کر دیا اور گھر چھوڑ کر روپوش ہو گئے۔ غصہ کے باعث دونوں بار حکومت نے آپ کا مکان گرا دیا۔ چنانچہ آپ کو دو مرتبہ اپنا مکان تعمیر کرنا پڑا۔

علوم القرآن، معرفتِ حدیث اور فنِ رجال کے علاوہ قیاس و استنباط میں آپ کی حد درجہ مہارت کے باعث امامِ اعظم رضی اللہ عنہ آپ کو امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے تھے۔ دیگر اصحاب کے مقابلے میں کم عمری میں آپ کا انتقال ہو گیا اس لیے آپ تصنیف و تالیف کا کام نہیں کر سکے۔ آپ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی جگہ تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۵۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔[532]

4۔ امام مالک بن انس:

چالیس اراکینِ شوریٰ کے علاوہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دیگر اصحاب میں امام مالک رضی اللہ عنہ سرِ فہرست ہیں۔ آپ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ جب بھی امامِ اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں حاضری دیتے تو امام مالک رضی اللہ عنہ آپ سے استفادہ کرتے۔ یہ بھی پہلے بیان کیا گیا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے موطا کی تصنیف میں امامِ اعظم کی کتب سے استفادہ کیا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اکثر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کو بیان فرمایا کرتے تھے اور آپکے اقوال کی تلاش میں رہتے تھے۔ اسحاق بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسائلِ دینیہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال کو معتبر سمجھتے تھے۔[533]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ دینی مسائل میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال کو معتبر سمجھتے تھے۔ یہ بھی واضح رہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی نماز میں رفع یدین منسوخ ہے۔ آپ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا بہت ادب کیا کرتے۔

532...اولیاء رجال الحدیث، ص127

533...مناقب للموفق، ص368

محمد بن اسمٰعیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہے تھے جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا۔[534]

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد امام مالک رضی اللہ عنہ اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی علمی گفتگو شروع ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بات کرتے تو امام مالک رضی اللہ عنہ ادب اور خاموشی سے سنتے اور اس پر اعتراض نہ کرتے اور جب امام مالک رضی اللہ عنہ بات کرتے تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ خاموشی سے سنتے۔ اس طرح یہ سلسلہ فجر کی اذان تک جاری رہا۔[535]

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اگر امام مالک رضی اللہ عنہ اور ابن عیینہ رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو حجازیوں کا علم نیست و نابود ہو جاتا۔

بعض لوگ امام مالک رضی اللہ عنہ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا شاگرد ماننے کی بجائے ان کا استاد قرار دیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے امام مالک رضی اللہ عنہ کی روایتِ حدیث ثابت ہے مگر امام مالک رضی اللہ عنہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت امام مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور دار قطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں وہ محلِ نظر ہیں کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں نہ کہ تحدیث بالقصدِ روایت۔[536]

آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو اس قدر محبت تھی کہ آپ ایک بار حج کے ایام کے سوا ساری عمر مدینہ منورہ میں رہے مگر زمانۂ بیماری کے سوا کبھی شہر مدینہ میں قضائے حاجت نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ حرم سے باہر تشریف لے جاتے۔ آپ مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے اور یہی فرماتے رہے کہ ”مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنی سواری کے جانور کے سُموں سے اس زمین کو روندوں

534...مناقب للموفق، ص365
535...مناقب للموفق، ص455
536...انوار الباری شرح صحیح البخاری، 1/54

جس کے چپے چپے کو میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے"۔

5۔ امام مسعر بن کدام:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں ایک اہم نام امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ کا آتا ہے جو عظیم محدث تھے۔ آپ پہلے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسد کرتے اور آپ کی غیبت بھی کرتے۔ ایک بار امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے تو آپ کا زہد و تقویٰ دیکھ کر سخت نادم ہوئے۔ (یہ واقعہ "عبادت و ریاضت" کے عنوان کے تحت مذکور ہو چکا ہے) چنانچہ توبہ کر کے آپ کی صحبت اختیار کر لی یہاں تک کہ آپ ہی کی مسجد میں حالتِ سجدہ میں انتقال کیا۔[537]

سلیم بن سالم رحمہ اللہ نے فرمایا، ہم امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ کے درس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم ان سے سوال کرتے تو وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال سے بات شروع کرتے۔ ایک شخص نے کہا، ہم آپ سے اللہ اور رسول ﷺ کی بات پوچھتے ہیں تو آپ بدعتیوں کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ امام مسعر رحمہ اللہ اس شخص سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا، تمہاری اس بیہودہ بات کا جواب صرف یہ ہے کہ تم میری مجلس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا چھوٹا سا شاگرد حج کے ایام میں خانہ کعبہ کے پاس کھڑا ہو جائے تو ساری دنیا کے علماء اسے سنتے رہیں۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی، "اے اللہ میں تیرا قرب چاہتا ہوں اور اس کے لیے امام ابو حنیفہ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔"[538]

جب امام اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو امام مسعر رحمہ اللہ تعظیم میں کھڑے ہو جاتے اور جب ان کے سامنے بیٹھتے تو دوزانو بیٹھتے اور آپ کی رائے رد نہ کرتے۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے مسند میں کئی احادیث ان سے روایت کی ہیں۔[539]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب کسی حدیث میں ہمارا اختلاف ہو جاتا تو ہم امام مسعر

537...مناقب للموفق، ص303

538...ایضا، ص458

539...ایضا، ص369

بن کدام سے پوچھتے تھے۔ وہ آپ کو حدیث کا "میزان" کہا کرتے تھے۔ (540)

امام مسعر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، آپ اصحابِ ابی حنیفہ کی رائے چھوڑ کر امامِ اعظم رحمہ اللہ کی رائے کی طرف کیوں مائل ہوئے؟ فرمایا، اس کی صحت کی بنا پر۔ تو اب تم اس سے بھی زیادہ صحیح لاؤ تا کہ میں اسے اپناؤں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا، "میں نے امام مسعر رحمہ اللہ کو امامِ اعظم سے سوال کرتے اور استفادہ کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔ (541) آپ کا وصال ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ میں ہوا۔

6۔ امام عبد اللہ بن مبارک:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امامِ اعظم کے نہایت مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے کشف المحجوب میں آپ کو "زاہدوں کا سردار، اوتاد کا پیش رو اور اہلِ طریقت وشریعت کا امام" فرمایا ہے۔ آپ علمِ حدیث میں اس قدر بلند مقام کے حامل تھے کہ محدثین آپ کو "امیر المومنین فی الحدیث" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں آپ کا ذکر یوں کیا ہے، "وہ امام جس کی امامت وجلالت پر ہر باب میں اجماع کیا گیا ہے، جس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جس کی محبت سے مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے"۔

ایک موقع پر انہیں کسی نے "عالمِ مشرق" کہہ دیا تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا، "صرف مشرق کے عالم نہیں، وہ تو مشرق ومغرب کے عالم ہیں"۔ آپ کا ارشاد ہے، میں نے چار ہزار مشائخ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور ایک ہزار شیوخ سے احادیث روایت کیں۔ آپ نے فقہ وحدیث میں کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے زمانے میں ان سے بڑھ کر

540...الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 2/167

541...الخیرات الحسان، ص55

کسی نے حدیث کے حصول کی کوشش نہیں کی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے سینکڑوں حدیثیں مروی ہیں۔

آپ امام اعظم کی مجلسِ فقہ اور اس کی ذیلی بارہ رکنی خصوصی کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ آپ نے امام اعظم سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام اعظم کی شاگردی پر آپ کو اس قدر فخر تھا کہ آپ علانیہ فرماتے، "اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں جیسا ہوتا"۔[542] آپ ہی کا ایک اور ارشاد گرامی ہے، "کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہ کو زیبا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ میری رائے ہے"۔[543]

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے تھے، "میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہوئے نہ پایا جیسا کہ ابن مبارک ان کے اوصاف بیان کرتے اور ان کو بھلائی کے ساتھ یاد کرتے تھے"۔[544]

ایک موقع پر آپ نے فرمایا، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اللہ کی آیات (نشانیوں) میں سے ایک آیت (نشانی) ہیں۔ کسی نے سوال کیا، آیت خیر ہیں یا آیت شر؟ فرمایا، تم قرآن کی روشنی میں آیت کا لفظ تلاش کرو۔ وجعلنا ابن مریم وامه آية۔ ترجمہ: "اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو آیت کیا"۔[545] (المومنون:۵۰) کیا آیت شر سے بھی بن سکتی ہے؟[546]

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے متعلق آپ کا ارشاد ہے، اگر امام ابو حنیفہ تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے جب صحابۂ کرام کی کثرت تھی تو کئی تابعین بھی آپ کے علوم سے بہرہ ور ہوتے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قیاس دراصل حدیث کی تفسیر و تشریح تھا۔[547] آپ کا وصال ۱۸۱ھ میں ہوا۔

542... تبیض الصحیفہ، ص19
543... تبیض الصحیفہ، ص20
544... الخیرات الحسان، ص71
545... پ18، مؤمنون:50
546... مناقب للموفق، ص357
547... ایضا، ص397

7۔ امام وکیع بن الجراح:

آپ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے رکن تھے۔ فنِ حدیث ورجال کے متعلق آپ کی روایات اور آراء معتمد و مستند سمجھی جاتی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے آپ کی روایت سے کئی حدیثیں صحیحین میں درج کی ہیں۔ بلکہ امام بخاری نے تو امام عبد اللہ بن مبارک، امام وکیع اور امامِ اعظم کے دیگر شاگردوں کی کتابیں حفظ کر رکھی تھیں۔(548)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام وکیع کا تعارف ان القابات سے کرایا ہے، الامام الحافظ الثبت محدث العراق احد الائمہ الاعلام وکیع بن الجراح۔ آپ کے علم وفضل کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، "میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے امام وکیع پر ترجیح دوں"۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ کے ممتاز شاگرد تھے۔ انہیں آپ کی شاگردی پر اس قدر ناز تھا کہ جب وہ آپ کی روایت سے کوئی حدیث سناتے تو سننے والوں سے فرماتے، "یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی کہ تمہاری آنکھوں نے اس جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا ہو گا"۔(549)

امام وکیع رحمہ اللہ اکثر مسائل میں امامِ اعظم کی تقلید کیا کرتے اور انہی کے فتوے کے موافق فتویٰ دیا کرتے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ویفتی بقول ابی حنیفۃ۔ یعنی امام وکیع امام ابو حنیفہ کے قول کے موافق فتوے دیا کرتے تھے۔(550) امام وکیع رحمہ اللہ نے امامِ اعظم سے کثیر حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔(551) خطیب بغدادی نے بھی تاریخِ بغداد میں اس کی تصدیق کی ہے۔

یہ مشہور واقعہ پہلے تحریر ہو چکا کہ ایک شخص نے امام وکیع رحمہ اللہ سے کہا، "امام ابو حنیفہ سے

548...طبقات الکبریٰ الشافعیہ، 2/4
549... تہذیب الاسماء واللغات، الجزء الثانی من القسم الاول، ص145
550...تذکرۃ الحفاظ، یحیٰ بن معین، 1/280
551...تذکرۃ الحفاظ، ابو حنیفہ، 1/151

غلطی ہوئی"۔ تو آپ نے فرمایا، جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر جیسے فقہ کے امام تھے اور یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، حفص بن غیاث، امام حبان، امام مندل جیسے محدثین تھے اور قاسم بن معن جیسے لغت و عربیت کے ماہر تھے اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد و تقویٰ کے امام موجود تھے۔ تو جس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں اس سے خطا کیونکر ممکن ہے، کیونکہ اگر وہ غلطی کرتے تو یہ لوگ ان کو حق کی طرف لوٹا دیتے"۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین[552]

8۔ امام یحییٰ بن سعید قطان:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلسِ فقہ کے رکن، امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ وہ جلیل القدر محدث ہیں جن کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ فنِ رجال میں جس محدث نے سب سے پہلے لکھنے کا آغاز کیا وہ یحییٰ بن سعید القطان ہیں، پھر آپ کے بعد آپ کے شاگردوں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اس فن میں گفتگو کی اور ان کے بعد ان کے شاگردوں امام بخاری، امام مسلم وغیرہ نے فنِ رجال میں کام کیا۔

امام احمد بن حنبل کا معروف قول ہے کہ "میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا"۔ رحمہم اللہ تعالیٰ[553]

حدیث کے راویوں کی تحقیق و تنقید میں آپ کو اس قدر بلند مقام حاصل تھا کہ ائمہ حدیث عموماً کہا کرتے تھے، "یحییٰ جس راوی کو چھوڑ دیں گے ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے"۔ علم و فضل کے اس قدر بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ امام اعظم کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے، ان کی شاگردی پر فخر کرتے اور ان کے مخالفین کے پروپیگنڈے کا جواب دیتے۔

552... الخیرات الحسان، ص59

553... تہذیب الاسماء و اللغات، الجزء الثانی من القسم الاول، ص154

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان امام اعظم ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔[554]

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن سعید کو یہ فرماتے ہوئے سنا، "ہم اللہ تعالیٰ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابو حنیفہ کے اجتہاد سے بہتر کسی سے نہیں سنا، اور ہم نے آپ کے اکثر اقوال اختیار کیے ہیں"۔ رحمہم اللہ تعالیٰ[555]

آپ کا یہ ارشاد بھی خاص توجہ کے لائق ہے۔ فرمایا، "میں عمر بھر فقہی مسائل میں تمام لوگوں پر چھایا رہا مگر جب میں امام اعظم کے پاس پہنچا تو یوں محسوس ہوا کہ میں ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ جو مقام امام اعظم کو حاصل تھا کوئی دوسرا اس تک نہ پہنچ سکا"۔[556]

زُہیر بن نعیم کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ یحییٰ بن سعید قطان کے بدن پر ایک کُرتا ہے جس پہ لکھا ہے، "اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریر ہے کہ یحییٰ بن سعید کے لیے جہنم سے نجات ہے"۔[557]

9۔ امام یحییٰ بن زکریا:

حافظِ حدیث، امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو امام المحدثین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ امام احمد بن حنبل، ابو بکر بن ابی شیبہ، یحییٰ بن معین، قتیبہ اور علی بن المدینی کے بھی استاد ہیں۔ آپ کے متعلق امام بخاری کے استاد، امام علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے، "یحییٰ کے زمانہ میں یحییٰ پر علم کا خاتمہ ہو گیا"۔[558]

یہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ خود اتنے بڑے عالم تھے کہ ان کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے تھے، "میں نے علی بن المدینی کے سوا کسی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھا"۔[559]

554...تذکرۃ الحفاظ، 1/280
555...تہذیب التہذیب، ص450
556...مناقب للموفق، ص379
557...اولیاء رجال الحدیث، ص262
558 ... میزان الاعتدال، یحیٰ بن زکریا، 7/175، 176
559...تذکرۃ الحفاظ، علی بن مدینی، 2/16

گویا امام بخاری جن کے سامنے خود کو چھوٹا سمجھتے تھے وہ امامِ اعظم کے ایک شاگرد امام یحییٰ بن زکریا کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ ان پر علم کا خاتمہ ہو گیا۔ اب آپ فیصلہ کیجیے کہ جس کے شاگرد کا یہ مقام ہے اس امامِ اعظم کا کس قدر اعلیٰ مقام و مرتبہ ہو گا؟

امام یحییٰ بن زکریا رحمہ اللہ، امامِ اعظم کے ایسے خاص شاگردوں میں سے ہیں کہ علامہ ذہبی شافعی رحمہ اللہ نے آپ کو "صاحبِ ابی حنیفہ" قرار دیتے ہوئے آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے، الحافظ الثبت المتقن الفقیہ ابوسعید الھمدانی الوداعی مولاھم الکوفی صاحب ابی حنیفة۔[560]

آپ امامِ اعظم کے محبوب شاگردوں میں سے ہیں اور مجلسِ فقہ کے علاوہ بارہ رکنی ذیلی مجلس کے بھی رکن ہیں۔ آپ کو طویل عرصہ تک مجلسِ فقہ کے کاتب یعنی تحریر و تصنیف کی خدمت انجام دینے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ صحاح ستہ خصوصاً صحیح بخاری میں آپ کی روایت سے کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں۔ آپ مدائن میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۸۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

10۔ امام یزید بن ہارون:

آپ امامِ اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے اہم رکن تھے۔ امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین جیسے بڑے بڑے ائمہ حدیث آپ کے شاگرد تھے۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام یزید بن ہارون کو امامِ اعظم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے امامِ اعظم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ[561]

آپ کے متعلق امام بخاری کے نامور استاد امام علی بن المدینی کا ارشاد ہے، "میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو احادیث کا حافظ نہیں دیکھا"۔[562]

560... تذکرۃ الحفاظ، یحیی بن زکریا، 1/ 243

561... تذکرۃ الحفاظ، یزید بن ہارون، 1/ 151

562... تذکرۃ الحفاظ، یزید بن ہارون، 1/ 151

امام بخاری کے ایک اور استاد ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں، "یزید بن ہارون سے زیادہ ہم نے کسی کو حفظِ حدیث میں کامل نہیں دیکھا"۔ آپ کے درس میں ستر ہزار حاضرین کا مجمع ہوتا تھا۔(563)

یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، میں بیشمار لوگوں سے ملا ہوں مگر میں نے کسی کو امامِ اعظم سے بڑھ کر عاقل، فاضل اور پرہیز گار نہیں پایا۔(564)

مقامِ غور ہے کہ امام یزید بن ہارون جو اصحابِ صحاح ستہ خصوصاً امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، انہوں نے امامِ اعظم کی کیسی تعریف فرمائی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو لوگ بغض و عناد کے باعث امامِ اعظم کا ذکر پسند نہ کرتے، آپ ان سے ناراض ہو جاتے۔

ایک دن امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ درس کے دوران امامِ اعظم کے ارشادات سنا رہے تھے کہ کسی نے کہا، ہمیں حدیثیں سنائیے اور لوگوں کی باتیں نہ کیجیے۔

آپ نے اس سے فرمایا، "اے احمق! یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حدیثیں سننا اور جمع کرنا ہے، اگر تمہیں علم حاصل کرنا ہوتا تو تم حدیث کی تفسیر اور معانی معلوم کرتے اور امامِ اعظم ابو حنیفہ کی کتابیں اور ان کے اقوال دیکھتے جو تمہارے لیے حدیث کی تفسیر کرتے ہیں"۔ پھر آپ نے اس کو ڈانٹ کر مجلس سے نکال دیا۔(565)

11۔ امام عبد الرزاق بن ہمام:

آپ جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں۔ انہی اوصاف کی بناء پر سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو تدوینِ فقہ کی مجلس میں شامل کیا تھا۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں شروع کیا ہے، احد الاعلام الثقات۔ آپ نے امامِ اعظم سے احادیث روایت کی ہیں۔(566)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے، میں نے امامِ اعظم سے بڑھ کر کسی کو حلم والا

563...اولیاء رجال الحدیث، ص263
564... تبییض الصحیفہ، ص25
565...مناقب للموفق، ص386
566...تذکرۃ الحفاظ، عبد الرزاق بن ہمام، 1/153

نہیں دیکھا۔(567)

بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، علی بن المدینی رحمہم اللہ تعالیٰ نے فنِ حدیث میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ علم حدیث میں آپ کی شہرت اس قدر تھی کہ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں حدیث سیکھنے آتے تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کسی شخص کے پاس اِس قدر دور دراز سے طویل فاصلے طے کر کے لوگ نہیں گئے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے کثیر حدیثیں موجود ہیں۔ حدیث کی ضخیم کتاب ''مصَنَّف عبد الرزاق'' آپ ہی کی تصنیف ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو علم کا خزانہ فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب سے استفادہ کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ حدیث کی روایت میں کیا آپ نے امام عبد الرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا، ''نہیں''۔(568)

12۔ امام ابو عاصم النبیل:

آپ کا نام ضحاک بن مخلد اور لقب نبیل ہے۔ آپ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد اور ان کی مجلسِ فقہ کے رکن تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ آپ نے امام اعظم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔(569)

امام بخاری کہتے ہیں کہ امام ابو عاصم نے فرمایا، جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے، اس وقت سے میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔(570)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں، ابو عاصم کے ثقہ ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ عمر بن شیبہ کا قول ہے، اللہ

567...الخیرات الحسان، ص 63
568...میزان الاعتدال، ابن ہمام، 4/346
569...تبییض الصحیفہ، ص 14
570...طبقات الحنفیۃ، 1/265

کی قسم! میں نے امام ابو عاصم کا مثل نہیں دیکھا۔[571]

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ سفیان ثوری زیادہ فقیہ ہیں یا امام ابو حنیفہ؟ فرمایا، موازنہ تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔ امامِ اعظم نے فقہ کی بنیاد رکھی جبکہ سفیان صرف فقیہ ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک امامِ اعظم تو ابن جُریج سے بڑھ کر فقیہ ہیں، میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ میں امامِ اعظم سے بڑھ کر قدرت رکھتا ہو۔[572]

13۔ امام مکی بن ابراہیم:

آپ کا نام عمر بن ہارون ہے، بلخ کے رہنے والے ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کو حافظ و امام اور شیخِ خراسان فرمایا ہے۔ ابتداء میں آپ ایک تاجر تھے۔ ایک بار آپ کی ملاقات امامِ اعظم سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا، تم تجارت تو کرتے ہو مگر علم بھی سیکھو کیونکہ جب تک انسان عالم نہ ہو اس کی تجارت میں بڑی خرابی رہتی ہے۔

یہ نصیحت آپ کے دل پر اثر کر گئی اور آپ نے امامِ اعظم سے فقہ و حدیث کا علم سیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ ان علوم میں امامت کے مقام پر فائز ہوئے۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نامور شاگرد امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۵ھ) امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام بخاری رحمہم اللہ کے بھی استاد ہیں اور صحیح بخاری میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہیں اور نو ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ سے۔

گویا امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ بیس ثلاثیات درج کرنے کا شرف سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں ہی کا صدقہ ہے۔

امام مکی رحمہ اللہ کو امامِ اعظم سے والہانہ عقیدت تھی چنانچہ آپ ہر مجلس اور ہر نماز کے بعد امامِ اعظم کے لیے دعائے خیر کرتے اور فرماتے تھے کہ انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے علوم کا

571... میزان الاعتدال، ضحاک بن مخلد، 3/446
572... الخیرات الحسان، ص64

دروازہ کھولا۔

ایک مرتبہ درسِ حدیث کی مجلس میں یوں روایت شروع کی، حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ۔ تو ایک طالبِ علم نے کہا، آپ ابنِ جُریج کی احادیث بیان کیجیے اور ابو حنیفہ کی روایات نہ سنائیے۔ یہ سنکر آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا، "ہم بیوقوفوں کو حدیث نہیں سناتے۔ تم میری مجلس سے نکل جاؤ، تمہارے لیے مجھ سے حدیث لکھنا حرام ہے"۔ چنانچہ جب تک اس طالبِ علم کو مجلس سے نکال نہیں دیا گیا آپ نے حدیث بیان نہیں فرمائی۔ جب اسے نکال دیا گیا تو پھر حدثنا ابو حنیفة کا سلسلہ شروع ہو گیا۔(573)

امامِ اعظم کے دیگر تلامذہ میں سفیان ابن عینیہ، ابراھیم بن ادہم، حمزہ بن مقری، عباد بن العوام، علی بن مسہر، قاسم بن معن، حسن بن صالح، ابو بکر بن عیاش، عیسیٰ بن یونس، اسحق بن یوسف، شعیب بن اسحاق، عبدالوارث بن سعید، محمد بن بشر، حماد بن زید (رحمہم اللہ تعالیٰ) قابلِ ذکر ہیں اور یہ سب صحاح ستہ کے محدثین کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو بھی آپ کا شاگرد تحریر کیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے والے 95 محدثین کے نام تحریر کیے ہیں۔ ان میں مکی بن ابراہیم، ابو عاصم ضحاک کے علاوہ ابو نعیم فضل بن دکین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں، یہ تینوں امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور ان سے صحیح بخاری و کتبِ صحاح میں بکثرت روایات موجود ہیں۔(574)

ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے محدثین:

ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے تمام محدثین براہِ راست یا بالواسطہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کے

573...اولیاء رجال الحدیث، ص233

574... تبییض الصحیفہ، ص14

شاگرد ہیں۔ مثلاً امام مالک، امامِ اعظم کے شاگرد ہیں جبکہ امام شافعی، امام محمد بن حسن کے اور امام احمد بن حنبل، امام ابویوسف کے شاگرد ہیں جو کہ دونوں امامِ اعظم کے نامور شاگرد ہیں۔ اس طرح ائمہ ثلاثہ بھی براہ راست یا بالواسطہ امامِ اعظم ہی کے شاگرد ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

یہ مذکور ہوا کہ امام احمد بن حنبل آپ کے شاگرد امام ابویوسف کے شاگرد ہیں اور امام احمد کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد شامل ہیں۔ امام ترمذی نے بخاری و مسلم سے اور امام نسائی نے امام ابوداؤد سے استفادہ کیا ہے جبکہ امام

ابن ماجہ بھی اسی سلسلے کے شاگرد ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔ تو گویا صحاح ستہ کے تمام محدثین بالواسطہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے شاگرد ہوئے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اراکینِ شوریٰ:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلسِ شوریٰ جس نے تدوینِ فقہ کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا، اس کے اراکین کی تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر مؤرخین نے یہ تعداد چالیس لکھی ہے جس کا ماخذ امام طحاوی رحمہ اللہ کی مشہور روایت ہے۔

قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری اور خطیب بغدادی رحمہا اللہ نے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کی روایت بیان کی ہے جس کے مطابق اس مجلسِ فقہ کے اراکین کی تعداد چھتیس ہے جبکہ علامہ کردری رحمہ اللہ نے مناقب الامام الاعظم میں وکیع بن الجراح رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق مجلس فقہ کے اراکین کی تعداد تیس بتائی ہے۔

گمان یہ ہے کہ ۱۲۱ھ میں جب اس کام کا آغاز ہوا تو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس وقت کے لائق وذہین ترین شاگرد اس مجلس کے رکن نامزد کیے گئے ہوں گے لیکن دوسرے شہروں سے تعلق رکھنے والے بعض شاگرد کچھ عرصہ بعد چلے گئے ہوں گے اور ان کی جگہ دوسرے ائمہ نے لی ہو گی جبکہ اکثر

ائمہ اس عظیم نیکی میں آغاز سے آخر تک شامل رہے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آخری زمانے میں جو ائمہ کرام مجلس شوریٰ کے اراکین تھے، انہی کے ناموں کی فہرست اکثر تذکرہ نگاروں نے تحریر کی ہے:

علامہ حافظ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ کی تصنیف، الجواہر المضیئہ کے حوالے سے ہم چالیس معروف اراکینِ شوریٰ کے نام سن وصال کے لحاظ سے تحریر کر رہے ہیں:-

۱۔ امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۸ھ
۲۔ امام مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۹ھ
۳۔ امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶۵ھ
۴۔ امام مندل بن علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶۸ھ
۵۔ امام نضر بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶۹ھ
۶۔ امام عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۱ھ
۷۔ امام حبان بن علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۲ھ
۸۔ امام ابو عصمہ نوح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۳ھ
۹۔ امام زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۳ھ
۱۰۔ امام قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۵ھ
۱۱۔ امام حماد بن الامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۶ھ
۱۲۔ امام ہیاج بن بسطام رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۷ھ
۱۳۔ امام شریک بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۸ھ
۱۴۔ امام عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۰ھ
۱۵۔ امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۱ھ
۱۶۔ امام قاضی ابو یوسف یعقوب رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۲ھ

۱۷۔ امام ابو محمد نوح النخعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۲ھ
۱۸۔ امام ہیشم بن بشیر السلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۳ھ
۱۹۔ امام یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۴ھ
۲۰۔ امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۷ھ
۲۱۔ امام اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۸ھ
۲۲۔ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ
۲۳۔ امام علی ابن مسہر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ
۲۴۔ امام یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ
۲۵۔ امام عبد اللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۲ھ
۲۶۔ امام فضل بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۲ھ
۲۷۔ امام علی بن ظبیان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۲ھ
۲۸۔ امام حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴ھ
۲۹۔ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۷ھ
۳۰۔ امام ہشام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۷ھ
۳۱۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸ھ
۳۲۔ امام شعیب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸ھ
۳۳۔ امام حفص بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ
۳۴۔ امام ابو مطیع بلخی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ
۳۵۔ امام خالد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ
۳۶۔ امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ

۳۷۔ امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۶ھ

۳۸۔ امام عبد الرزاق بن ھمام رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۱ھ

۳۹۔ امام ابو عاصم الضحاک بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۲ھ

۴۰۔ امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۵ھ

باب پانزدہم (15) امامِ اعظم، ائمہ دین کی نظر میں

امامِ اعظم کے بارے میں جلیل القدر ائمہ دین و محدثین کرام کے ارشادات پیشِ خدمت ہیں:

امام محمد باقر:

☆ آپ ایک ملاقات میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے خوش ہوئے، ان کی پیشانی کو چوما اور انہیں اپنے سینے سے لگالیا۔[575]

☆ دوسرے موقع پر فرمایا، ابو حنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی اور روحانی علوم کے ذخائر ہیں۔[576]

☆ ایک اور موقع پر فرمایا، "ابو حنیفہ کا طریقہ کیا ہی اچھا اور ان کی فقہ کیا ہی زیادہ ہے"۔[577]

امام جعفر صادق:

☆ اے ابو حنیفہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے نانا جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں زندہ کرو گے... تمھاری رہنمائی سے لوگوں کو صحیح راستہ ملے گا، تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق حاصل ہو گی کہ زمانے بھر کے علمائے ربانی تمہاری وجہ سے صحیح مسلک اختیار کریں گے۔[578]

☆ ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اٹھ کر امام صاحب کو گلے لگایا ان کی خیریت پوچھی اور بڑی عزت سے بٹھایا۔ جب امامِ اعظم اٹھ کر چلے گئے تو کسی نے پوچھا، آپ انھیں جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، احمق ہو؟ میں ان کی خیریت پوچھ رہا ہوں اور تم پوچھ رہے ہو کہ میں انھیں جانتا ہوں یا نہیں۔ یاد رکھو! یہ شخص اپنے ملک کا بہت بڑا فقیہ ہے۔[579]

575... مناقب للموفق، ص166
576... ایضا، ص232
577... الانتقالابن عبد البر، ص124
578... مناقب للموفق، ص96
579... ایضا، ص366

☆ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا، "یہ بڑا عالم وفاضل اور فقیہ ہے"۔[580]

امام مالک: ☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایسے ذہین عالم تھے کہ اگر وہ یہ دعوی۔کرتے کہ یہ ستون سونے کا بنا ہوا ہے تو وہ دلائل سے ثابت کر سکتے تھے کہ یہ واقعی سونے کا ہے۔ وہ فقہ میں نہایت بلند مقام پر فائز تھے۔[581]

امام شافعی:

☆کسی ماں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر عقل و دانش والا بیٹا نہیں جنا۔[582]

☆جو شخص دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں سے فقہ سیکھے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام اعظم کے بچے ہیں۔[583]

☆لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے محتاج ہیں، میں نے ان سے زائد فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ جس نے امامِ اعظم کی کتب میں غور وفکر نہ کی، نہ وہ علم میں ماہر ہو سکتا ہے اور نہ ہی فقیہ بن سکتا ہے۔[584]

امام احمد بن حنبل:

☆اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ بے پناہ پرہیز گار تھے۔ انھیں منصب قضاۃ قبول نہ کرنے پر حکمرانوں نے کوڑے لگائے مگر وہ صبر واستقلال کے ساتھ انکار کرتے رہے۔[585]

☆وہ علم، ورع، زہد اور آخرت کو اپنانے میں سب سے آگے ہیں ان کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔[586]

امام موسیٰ کاظم: ☆آپ نے جب پہلی مرتبہ امامِ اعظم کو دیکھا تو فرمایا، کیا تم ہی ابو حنیفہ

580...ایضا، ص95
581...مناقب للموفق، ص358
582...ایضا، ص233
583...ایضا، ص362
584...الخیرات الحسان، ص52
585...مناقب للموفق، ص255
586...مناقب الامام ابی حنیفہ، ص27

ہو؟ عرض کی، جی ہاں! آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ فرمایا، قرآن مجید میں ہے (ترجمہ: "ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے"۔ الفتح:۲۸)[587] اس آیت کی روشنی میں آپ کو پہچان لیا۔[588]

امام سفیان ثوری:

☆ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت وہی کر سکتا ہے جو علم و فضل اور قدر و منزلت میں ان سے بلند تر ہو، اور ایسا شخص ملنا مشکل ہے۔[589]

☆ محمد بن بشر کہتے ہیں، میں سفیان ثوری کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے۔ فرمایا، یقیناً تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔[590]

☆ ابن مبارک نے سفیان ثوری سے دریافت کیا، کیا وہ باتیں بعید از عقل نہیں ہیں جو امام ابو حنیفہ کے دشمن ان کی غیبت کے طور پر کرتے ہیں؟ فرمایا، صحیح کہتے ہو۔ خدا کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نیکیوں کو کوئی کم نہیں کر سکتا البتہ وہ حسد کرنے والے اپنی ہی نیکیاں مٹاتے ہیں۔[591]

حضرت عبد اللہ بن مبارک:

☆ کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو زیبا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ میری رائے ہے۔[592]

☆ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے فقہ میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔[593]

☆ اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعے میری مدد نہ فرماتا تو میں عام لوگوں کی

587... پ26، فتح:28
588... مناقب للموفق، ص307
589... فتاویٰ رضویہ، 1/122
590... تبییض الصحیفہ، ص21
591... تبییض الصحیفہ، ص31
592... تبییض الصحیفہ، ص20
593... تبییض الصحیفہ، ص20

مانند ہوتا۔[594]

☆ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے جب صحابۂ کرام کی کثرت تھی تو کوئی تابعین بھی آپ کے علوم سے بہرہ ور ہوتے۔ امام اعظم کا قیاس دراصل حدیث کی تفسیر و تشریح تھا۔[595]

☆ اثر و حدیث کو لازم پکڑو اور حدیث کی تفسیر و تشریح کے لیے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرو۔[596]

حضرت سفیان ابن عیینہ:

☆ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسا فقیہ میری آنکھ نے آج تک نہیں دیکھا۔[597]

☆ اگر فقہ کا علم حاصل کرنا ہو تو کوفہ جاکر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجالس میں شرکت کرو۔[598]

☆ کوفہ کی دو چیزوں سے ساری دنیا نے فیض پایا ہے۔ وہ ہیں حمزہ کی قرأت اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ۔[599]

حضرت مکی بن ابراہیم: ☆ امام ابو حنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔[600]

یحییٰ بن سعید قطان:

☆ خدا ہم سے جھوٹ نہ بلوائے، ہم نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں پائی اور ہم نے ان کے بہت سے اقوال کو اختیار کیا ہے۔[601]

594... تبییض الصحیفہ، ص19
595... نہیں ملی
596... مناقب للموفق، ص389
597... ایضا، ص357
598... ایضا، ص403
599... ایضا، ص363
600... تبییض الصحیفہ، ص21
601... تبییض الصحیفہ، ص21

☆میں عمر بھر فقہی مسائل میں لوگوں پر چھایا رہا لیکن جب میں امام ابو حنیفہ سے ملا تو یوں محسوس ہوا کہ میں ان کے سامنے کچھ بھی نہیں، وہ فقہ کے بلند ترین مقام پر ہیں۔[602]

امام اوزاعی:

☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مشکل تر مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔[603]

☆یہ مشائخ میں جلیل و عظیم شیخ ہیں، ان سے علم حاصل کرو۔[604]

☆میں ان کے علم کی کثرت اور عقل کی وسعت پر رشک کرتا ہوں۔[605]

حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ:

☆کسی نے آپ سے پوچھا، سفیان ثوری زیادہ فقیہ ہیں یا ابو حنیفہ ؟ فرمایا، سفیان ثوری حافظ حدیث ہیں اور امام ابو حنیفہ بڑے فقیہ۔[606]

☆میں نے بہت سے علماء دیکھے مگر کسی کو بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عقلمند، افضل اور متقی نہیں پایا۔[607]

☆میں نے ان کے جتنے ہم عصر دیکھے سب کو یہی کہتے سنا کہ انہوں نے امامِ اعظم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔[608]

☆آپ سے پوچھا گیا، امام مالک کی رائے زیادہ پسندیدہ ہے یا امام ابو حنیفہ کی؟ فرمایا، احادیث تو امام مالک سے لکھ لیا کرو لیکن جب حدیث کی تفسیر فقہ کی روشنی میں سمجھنی ہو تو پھر امامِ اعظم ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔[609]

602...مناقب للموفق، ص399
603... تبییض الصحیفہ، ص34
604...الخیرات الحسان، ص66
605...الخیرات الحسان، ص34
606... تبییض الصحیفہ، ص19
607... تبییض الصحیفہ، ص25
608...اخبار ابی حنیفہ، ص36
609...مناقب للموفق، ص406

حضرت عبد اللہ بن داؤد خریبی رحمہ اللہ:

☆ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کریں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے سنت وفقہ کی حفاظت فرمائی ہے۔(610)

حضرت خلف بن ایوب رحمہ اللہ: ☆ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو علم سے سرفراز کیا پھر وہ علم تابعین میں منتقل ہوا، اس کے بعد علم سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ بہرہ ور ہیں۔ اب جس کا دل چاہے خوش ہو اور جس کا دل چاہے ناراض ہو۔(611)

حضرت حسن بن سلیمان رحمہ اللہ: ☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا تقوم الساعة حتی یظهرا لعلم (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک علم خوب ظاہر نہ ہو جائے) کی تفسیر یہ ہے کہ جب تک امام ابو حنیفہ کے علم کی تشہیر نہ ہو جائے، قیامت نہیں آئے گی۔(612)

حضرت حسن بن عمارہ رحمہ اللہ: ☆ میں نے مسائل فقہ میں ان سے زیادہ بلیغ گفتگو کرنے والا کسی کو نہ پایا اور نہ ان سے بڑھ کر مختصر کسی کا جواب دیکھا۔ بلاشبہ یہ اپنے زمانے کے متکلمین کے سردار ہیں۔ جو کوئی ان کی بدگوئی کرتا ہے وہ حسد ہی کے باعث کرتا ہے۔(613)

حضرت علی بن عاصم رحمہ اللہ: ☆ اگر نصف دنیا والوں کی عقل ایک پلہ میں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقل ترازو کے دوسرے پلے میں رکھی جائے تو امام ابو حنیفہ کی عقل زیادہ وزنی ہو گی۔(614)

610... تبییض الصحیفہ، ص21
611... الخیرات الحسان، ص64
612... مناقب للموفق، ص435
613... تبییض الصحیفہ، ص31
614... فتاوی رضویہ، 1/35

حضرت سہل بن مزاحم رحمہ اللہ: ☆جس نے بھی امامِ اعظم کی مخالفت کی، اس کا سبب یہ تھا کہ وہ آپ کی بات کو نہ سمجھ سکا۔(615)

حضرت بکر بن حبیش رحمہ اللہ: ☆اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام معاصرین کی عقلوں کا موازنہ کیا جائے تو امامِ اعظم ہی کی عقل وزنی نکلے گی۔(616)

حضرت ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ: ☆میں نے حدیث و فقہ میں سفیان ثوری سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا تھا مگر جب میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ فقہ میں امامِ اعظم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔(617)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ:

☆امامِ اعظم کے وصال کی خبر سن کر کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج عالم اسلام سے علم چلا گیا۔ فقہ کا آفتاب غروب ہو گیا۔(618)

☆بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں۔(619)

حضرت ابو عاصم حسن رحمہ اللہ:

☆ آپ سے پوچھا گیا، امام ابو حنیفہ بڑے فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ فرمایا، امامِ اعظم کا شاگرد اور غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔(620)

☆خدا کی قسم! وہ میرے نزدیک ابن جریج سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، میں نے کسی شخص کو ان سے زیادہ فقہ پر قادر نہ پایا۔(621)

615... فتاوی رضویہ، 1/123
616... فتاوی رضویہ، 1/123
617... مناقب للموفق، ص359
618... ایضا، ص463
619... الخیرات الحسان، ص57
620... مناقب للموفق، ص360
621... الخیرات الحسان، ص64

حضرت وکیع بن الجراح رحمہ اللہ:

☆میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر کوئی عابد و متقی دیکھا ہے۔ (622)

☆میں جتنے لوگوں سے ملا ہوں، ان میں مجھے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے بھاری نظر آئے ہیں۔ (623)

حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ:

☆میرے نزدیک حمزہ کی قرأت اور امامِ اعظم کی فقہ نہایت پسندیدہ ہیں اور میری اس رائے سے تمام اہل علم متفق ہیں۔ (624)

☆ آپ سے پوچھا گیا، امام ابو حنیفہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا، اس قدر کافی ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث، امام شعبہ نے ان کو حدیث وروایت کی اجازت دی اور امام شعبہ آخر امام شعبہ ہی ہیں۔ (625)

☆ہمارے زمانے میں فقہاء صرف چار ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی۔ امام ابو حنیفہ حدیث اور فقہ میں ثقہ تھے، صادق تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین پر امین تھے۔ (626)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ: ☆اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر کیونکہ وہ امام تھے۔ (627)

حضرت عبد العزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ: ☆ہمارے زمانے میں تمام لوگوں میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی حق کا معیار تھے جو ان سے محبت کرتا ہم اس سے محبت کرتے۔ جو ان سے دوستی کرتا ہم اس کے دوست بن جاتے مگر جو ان سے بغض کرتا تو ہمیں یقین ہو جاتا کہ یہ بدعتی اور گمراہ ہے۔ (628)

622... مناقب للموفق، ص362
623... ایضا، ص407
624... ایضا، ص363
625... سیرۃ النعمان، ص51
626... مناقب للموفق، ص405
627... جامع بیان العلم وفضلہ، 163/2
628... مناقب للموفق، ص363

شفیق بن عتیبہ: ☆میری آنکھوں نے امام ابو حنیفہ کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔[629]

حضرت ابو عبد الرحمٰن المقری رحمہ اللہ:

☆آپ حدیث روایت کرتے وقت یوں فرماتے، حدثنا ابوحنیفۃ شاہ مردان۔[630]

☆جب ہم امام اعظم ابو حنیفہ سے مروی کسی حدیث کو بیان کرتے تو ہم کہتے، حدثنا شاھنا۔ ہمارے بادشاہ نے ہم سے حدیث بیان فرمائی۔[631]

حضرت ابو حمزہ رحمہ اللہ: ☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور دن بھر لوگوں کی مشکلات حل کرنے میں اور حدیث سکھانے میں مشغول رہتے ہیں۔[632]

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ:

☆امام اعظم اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں بلکہ فقہاء کے امام تھے۔ تقویٰ اور ورع میں آپ بے مثال تھے۔ اپنے مال کے ذریعے غریبوں کی مدد کرتے، جو سائل آتا اسے خالی نہ جانے دیتے۔ شب و روز عبادت میں اور علم سکھانے میں مصروف رہتے۔ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ حلال و حرام کے مسائل پر تفصیل سے گفتگو فرماتے اور بادشاہ اور امراء کے مال سے دور رہتے تھے۔[633]

امام اعمش رحمہ اللہ:

☆اے فقہائے اسلام! آپ لوگ عطار ہیں اور ہم دوافروش مگر اے ابو حنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے گھیر لیے۔[634]

☆اگر علم فقہ صرف طلب اور ملاقات سے حاصل ہوتا تو میں آپ سے زیادہ فقیہ ہوتا لیکن فقہ

629... تبییض الصحیفہ، 34
630... مناقب للموفق، ص364
631... تبییض الصحیفہ، 30
632... مناقب للموفق، ص365
633... مناقب للموفق، ص150
634... ایضا، ص163

تو اللہ کی عطا ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔(635)

☆ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسی علمی چیزیں پیش کی ہیں جو لوگ سمجھتے ہیں اور کچھ ایسی علمی چیزیں پیش کی ہیں جو لوگ نہیں سمجھتے اس لئے ان سے حسد کرتے ہیں۔(636)

☆ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔(637)

امام مغیرہ رحمہ اللہ: ☆ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے درس میں بیٹھا کرو تم فقیہ بن جاؤ گے۔ اگر آج امام ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ کی صحبت اختیار کرتے۔(638)

حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ:

☆ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ کوفہ میں دو لوگوں سے حسد کیا جاتا ہے، امام اعظم سے ان کی فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح سے زہد و عبادت کی وجہ سے۔(639)

☆ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان امام ابو حنیفہ کو ڈال دیا، مجھے امید ہے اس کو کوئی ڈر نہ ہو گا اور اسے زائد احتیاط کی حاجت باقی نہ رہے گی۔(640)

حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ: ☆ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ میں ایسا اجتھاد کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح راہ دکھائی اور خواص و عوام نے ان کے علوم سے استفادہ کیا۔ امام شریک اور کوفہ کے دوسرے علماء ان کے سامنے طفل مکتب نظر آتے تھے جیسے بادشاہ کے سامنے غلام۔(641)

حضرت عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ: ☆ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو قضاۃ العلماء پایا یعنی وہ

635... ایضا، ص443
636... الخیرات الحسان، ص63
637... ایضا، ص63
638... مناقب للموفق، ص367
639... مناقب للموفق، ص369
640... الخیرات الحسان، ص79
641... مناقب للموافق، ص375

تمام محدثین اور فقہاء کے امام یا چیف جسٹس تھے۔ اگر کوئی شخص تمھیں امامِ اعظم کے خلاف بات کرتا ہوا ملے تو اس کی فضول باتوں کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دو۔[642]

حضرت خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ: ☆میں اپنی زندگی میں ہزاروں علماء و فقہاء سے ملا ہوں مگر ان میں مجھے صرف تین چار حضرات صاحبِ علم و بصیرت ملے۔ ان سب میں بلند پایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے سامنے تمام فقیہانِ علم طفلِ مکتب دکھائی دیتے تھے۔ آپ کا علم، فقہی بصیرت، زہد و تقویٰ سب پر حاوی تھا۔[643]

حضرت ابراہیم بن رستم رحمہ اللہ: ☆ جس کو اپنی زندگی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم حاصل نہیں ہوا، میرے نزدیک وہ جاہل ہے۔[644]

حضرت یزید بن ابراہیم رحمہ اللہ: ☆ آپ سے پوچھا گیا، ایک عالم کب فتویٰ دینے کے قابل ہوتا ہے؟ فرمایا، جب وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسا صاحبِ علم و بصیرت ہو جائے۔ عرض کی گئی، یہ تو ممکن نہیں۔ فرمایا، پھر ان کی کتابیں یاد کرے، ان پر گہری نظر رکھے اور ہر مسئلہ میں ان سے رہنمائی حاصل کرے۔[645]

حضرت محمد بن میمون رحمہ اللہ: ☆ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان سے زائد عالم، متقی، زاہد، عارف اور فقیہ کوئی نہ تھا۔ خدا کی قسم! مجھ کو ان سے علمی باتیں سننے کی بجائے کوئی شخص اگر ایک لاکھ دینار بھی دیتا تو مجھے خوشی نہ ہوتی۔[646]

حضرت ابراہیم بن فیروز رحمہ اللہ: ☆میرے والد نے بتایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام میں بیٹھے دیکھا، آپ کے ارد گرد مشرق و مغرب کے علماء حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ آپ

642... مناقب للموفق، ص380
643... ایضا، ص385
644... ایضا، ص386
645... نہیں ملی
646... الخیرات الحسان، ص82

انھیں فتویٰ جاری کر رہے تھے حالانکہ حرمین شریفین میں بڑے بڑے علماء وفقہاء موجود تھے مگر امامِ اعظم کا فتویٰ سب کے لئے معتبر تھا۔(647)

حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ: ☆میں امامِ اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا، آپ جیسا صاحبِ بصیرت اور امورِ شریعت پر غور و فکر کرنے والا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔ مقاتل سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ جواب دینے کے بعد فرماتے ،یہ کوفہ و شام کے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔(648)

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ: ☆ آپ امامِ اعظم کا بکثرت ذکر کرتے اور ان کی تعریف کرتے رہتے۔ لوگوں نے عرض کی، آپ ہمیں ایسی بات بتائیں جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا، افسوس تم نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ذکر کو فائدہ مند نہیں سمجھا۔ یاد رکھو امام ابو حنیفہ کا ذکر کرنا اور ان کی تعریف کرنا افضل اعمال سے ہے۔(649)

حضرت قاضی شریک نخعی رحمہ اللہ: ☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خاموش مزاج، مفکر و مدبر، فقہ میں دقیق نظر رکھنے والے، علمی و عملی باریک استنباطات کرنے والے اور لطیف بحث کرنے والے تھے۔(650)

حضرت ابو معاذ بلخی رحمہ اللہ: ☆میں نے امامِ اعظم علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر کوئی عالم و فقیہ نہ پایا۔ جسے امامِ اعظم کی مجلس میسر نہیں ہوئی وہ علم میں نامکمل اور مفلس رہا۔(651)

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ: ☆امامِ اعظم ہدایت کا چمکتا ہوا ستارہ ہیں۔ ان سے راہ ہدایت پر چلنے والے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کا علم وہ ہے جسے اہل ایمان کے قلوب قبول کرتے ہیں۔(652)

647...مناقب للموفق، ص394
648...ایضا، ص395
649...ایضا، ص398
650...الخیرات الحسان، 83
651...مناقب للموفق، ص398
652...الخیرات الحسان، ص86

امام شعبہ رحمہ اللہ:

☆ جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ میں کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین اور ساتھی ہیں۔[653]

☆ آپ کو امام ابو حنیفہ کے وصال کی خبر ملی تو فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ افسوس! کوفہ سے علم کی روشنی بجھ گئی۔ اب ان جیسا کوئی پیدا نہ ہو گا۔[654]

☆ خدا کی قسم! آپ بہترین سمجھ اور اچھے حافظے والے تھے اس لئے لوگوں نے ان کی ایسی باتوں پر اعتراضات کئے جو آپ ان لوگوں سے زائد جانتے تھے۔ بخدا وہ ان کی سزا اللہ تعالیٰ کے پاس پائیں گے۔ امام شعبہ، امام ابو حنیفہ کے حق میں بہت زیادہ دعا فرماتے تھے۔[655]

حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ:

☆ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے علم کی روشنیاں لوگوں کے دلوں میں بھر دی ہیں۔ فقہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جسے آپ نے احادیث کی روشنی میں بیان نہ کیا ہو۔[656]

حضرت محمد بن المروزی رحمہ اللہ:

☆ اللہ تعالیٰ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے، اُن کی زبان جب کھلتی ہے، حق بولتی ہے۔[657]

حضرت نضر بن شمیل رحمہ اللہ:

☆ لوگ فقہ کے معاملے میں خواب غفلت میں تھے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بیدار کیا اور فقہ کو خوب واضح کر کے بیان فرمادیا۔[658]

653... سیرۃ النعمان، ص 51
654... مناقب للموفق، ص 402
655... الخیرات الحسان، ص 87
656... مناقب للموفق، ص 403
657... ایضا، ص 428
658... الخیرات الحسان، ص 12

حضرت سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ:

☆ آپ جب ارشاد فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ سمندر کی تہہ سے موتی نکالنے والے غوطہ خور نے لوگوں کے سامنے موتیوں کے ڈھیر سجا دیے ہیں۔[659]

حضرت ابن زیاد حسن رحمہ اللہ:

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ کا ایسا سمندر تھے جس کا کنارہ نہ تھا اور جس کی گہرائی کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔[660]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ:

☆ میرا تمام علم فقہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم فقہ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے دریائے فرات کی موجوں کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی نہر ہو...... میں نے احادیث کی تفسیر کرنے میں امامِ اعظم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔[661]

☆ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اپنے اسلاف کے جانشیں تھے، خدا کی قسم! انہوں نے روئے زمین پر اپنے جیسا عالم و فقیہ نہیں چھوڑا۔[662]

حضرت شداد بن حکیم رحمہ اللہ: ☆ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور ان کے شاگردوں کی شکل میں انعامات نہ فرماتا تو ہم عملی طور پر مفلس اور محروم رہ جاتے۔ نہ ہم احادیث کو سمجھ پاتے اور نہ دین کے مسائل سے صحیح واقف ہوتے۔[663]

حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ:

☆ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ لوگوں میں سب سے عمدہ اور احسن فتویٰ دینے والے تھے۔[664]

659... مناقب للموفق، ص 441
660... ایضا، ص 378
661... ایضا، ص 377
662... الخیرات الحسان، ص 61
663... مناقب للموفق، ص 399
664... تبییض الصحیفہ، 34

حضرت عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ:

☆جو شخص بھی امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرے، تم ہر گز اس کی تصدیق نہ کرو۔ خدا کی قسم! میں نے ان سے افضل، ان سے زائد متقی اور ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔(665)

امام سیدی علی خواص شافعی رحمہ اللہ: ☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علوم انتہائی دقیق ہیں، انہیں صرف بلند مرتبہ اہلِ کشف اولیاء ہی سمجھ سکتے ہیں۔(666)

ابن خلدون رحمہ اللہ: ☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم حدیث کے بڑے مجتہدین میں سے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ردّ و قبول میں ان پر اعتبار کیا جاتا ہے۔(667)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ: ☆وہ امام ہیں، عراق کے فقیہ، اسلام کے اماموں میں سے اور بڑی شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔(668)

امام محمد غزالی رحمہ اللہ: ☆امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ عابد و زاہد اور عارف باللہ تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور اپنے علم سے صرف اُس کی رضا چاہتے تھے۔(669)

امام شعرانی شافعی رحمہ اللہ: ☆تم علم کے بغیر امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کی شان میں بد گوئی کرنے والوں سے بچو ورنہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ امامِ اعظم قرآن و حدیث کے پابند تھے اور رائے سے بیزار تھے۔ جو امامِ اعظم کے مذہب کی تحقیق کرے گا وہ اسے سب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا اور جو اس کے سوا کچھ اور کہے، وہ جاہل ہے۔(670)

665...الخیرات الحسان، ص61
666...فتاویٰ رضویہ، 1/123
667...مقدمہ ابن خلدون، ص445
668...البدایۃ والنہایۃ، 10/107
669...احیاء العلوم، 1/98
670...المیزان الشریعۃ الکبری، ابو حنیفہ، 1/63

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ: ☆اماموں کے امام، اہلسنت کے پیشوا، فقہاء کا شرف اور علماء کی عزت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمۃ مجاہدہ وعبادت میں ثابت قدم بزرگ تھے اور تصوف وطریقت میں بھی بڑی شان کے مالک تھے۔[671]

امام ذہبی شافعی رحمہ اللہ:

☆امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ امامِ اعظم ہیں، فقیہِ عراق ہیں۔[672]

☆رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَرْضَاہُ۔ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ آپ کو راضی کرے۔[673]

671... کشف المحجوب، ص162
672... تذکرۃ الحفاظ، 1/158
673... مناقب الامام ابی حنیفہ، ص7

باب شش دہم (16) مذہبِ حنفی کی وجہِ ترجیح

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ملتِ اسلامیہ پر احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے سب سے پہلے قواعدِ اجتہاد اور اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے فقہ کو مرتب کیا جسے ہم فقہ حنفی یا مذہبِ حنفی کے نام سے جانتے ہیں۔

حنفی مذہب کو دیگر مذاہبِ ثلاثہ پر جو فوقیت اور برتری حاصل ہے اس کے چند اہم نکات پیشِ خدمت ہیں۔

1۔ حنفی مذہب، حدیث ہے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں،

"جمہور محدثین کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حدیثِ قولی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حدیثِ فعلی ہے اور اسی طرح جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے کیا اور آپ نے اس سے نہ روکا اور سکوت فرمایا، وہ حدیثِ تقریری ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال، افعال اور ان کا کسی کام سے نہ روکنا بھی احادیث ہیں"۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ تابعی کا قول حدیثِ قولی ہے، اس کا فعل حدیثِ فعلی ہے اور اس کا کسی کے قول یا فعل پر سکوت فرمانا حدیثِ تقریری ہے، تو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول، فعل اور سکوت بھی حدیث قرار پایا کیونکہ آپ تابعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ میں سے یہ فضیلت صرف امامِ اعظم علیہ الرحمۃ ہی کو عطا فرمائی۔

آپ ۷۰ھ یا ۷۷ھ یا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، کئی صحابہ کا زمانہ پایا، بیس سے زائد صحابہ کرام کی زیارت کی اور یہ بات بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلا واسطہ احادیث سنی ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو پہلے ہی کی جاچکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذہبِ حنفی در حقیقت حدیث ہی ہے۔

2۔ حضرت علی کی دعا:

یہ بات کتاب کے آغاز ہی میں تحریر کی گئی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دادا اپنے نومولود بیٹے ثابت کو لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ علیہما کہتے ہیں، نحن نرجوا ان یکون اللہ تعالیٰ قد استجاب لعلی فینا۔ "ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا ہمارے حق میں ضرور قبول فرمائی ہے"۔ (674)

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا ثمر ہے کہ حضرت ثابت رحمہ اللہ کے گھر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور امام الاولیاء شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعائے برکت کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ نے مذہب حنفی کو عالمِ اسلام کا سب سے بڑا مذہب بنا دیا۔ محدث علی قاری نے گیارھویں صدی ہجری میں حنفی مذہب کے مقلدین کو تمام اہلِ اسلام کا دو تہائی قرار دیا ہے۔ (675)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"کسی تکلف اور تعصب کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ کشف کی نظر میں مذہب حنفی ایک عظیم دریا کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسرے مذاہب نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ ظاہری نظر سے بھی دیکھا جائے تو امتِ مسلمہ کا سوادِ اعظم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا پیروکار ہے"۔ (676)

3۔ نبوی بشارات:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی فضیلت اور فوقیت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ آپ کے علم و فضل کی تعریف میں احادیثِ مبارکہ موجود ہیں جن کا تفصیلی ذکر کتاب کے آغاز ہی میں کیا جا چکا ہے۔ اس کا

674... تبییض الصحیفہ، 5
675... مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 1/ 24
676... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، ص55

خلاصہ ملاحظہ ہو:-

بخاری و مسلم میں آقا و مولیٰ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ۔ (677)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهٗ۔ (678)

"اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تو مردانِ فارس میں سے ایک شخص اس تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کر لے گا"۔

امام سیوطی شافعی اور دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بخاری و مسلم کی ان احادیث سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کو مراد لیا ہے کیونکہ فارس کے علاقوں سے کوئی ایک شخص بھی امامِ اعظم جیسے علم و فضل کا حامل نہ ہوا اور نہ ہی کسی کو آپ جیسا بلند مقام نصیب ہوا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں آقا و مولیٰ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ:-

انه قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين ومائة۔ (679) "دنیا کی زینت ایک سو پچاس سن ہجری میں اٹھالی جائے گی"۔ اس حدیث کی شرح میں شمس الائمہ امام کردری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر صادق آتی ہے کیونکہ نامور ائمہ دین میں سے آپ ہی کا انتقال اس سن میں ہوا۔ (680)

4۔ صحیح حدیث مذہبِ حنفی ہے:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، "جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہے"۔

چونکہ آپ نے بلاواسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین کرام سے، اور ان میں کوئی راوی

677... بخاری، کتاب التفسیر، حدیث:4897

678... مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث:2546

679... مسند بزار، حدیث:1027

680... الخیرات الحسان، ص 21

ضعیف نہیں اس لیے آپ تک پہنچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں اور آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔

مذہبِ شافعی کے مقلد امام شعرانی رحمہ اللہ کی گواہی ملاحظہ کیجیے۔ آپ فرماتے ہیں،

"اگر امام اعظم علیہ الرحمۃ اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان راوی صحابہ اور تابعین ہیں تو پھر امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کے وصال کے بعد کے راوی ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امام اعظم کی اسانید ثلاثہ میں جتنی احادیث ہیں، وہ سب صحیح ہیں کیونکہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو امام اعظم ان سے کبھی استدلال نہ کرتے۔ اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کسی راوی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی ہو تو اس سے امام اعظم کی حدیث کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد و امام نے استدلال کیا ہے اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو۔

جب تک امامِ اعظم کی مسانید ثلاثہ میں ان کے مذہب کی دلیل دیکھ نہ لی جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ ان کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے اس وقت تک ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد کے علمائے احناف نے مذہبِ حنفی پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو لیکن امام اعظم علیہ الرحمۃ کا دامن اس سے بری ہے"۔[681]

5۔ قرآن حکیم سے مطابقت:

مذہبِ حنفی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو احکام قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور جن میں

681...میزان الشریعۃ الکبریٰ، 1/ 65

ائمہ کرام کا اختلاف ہے ان میں امامِ اعظم علیہ الرحمۃ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ نہایت مضبوط دلائل پر مبنی اور اصولِ عقل کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ہم اگلے عنوان ''مذہبِ حنفی اور قرآن'' کے تحت یہ ثابت کریں گے کہ فقہ حنفی کے مسائل قرآنی آیات سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ امامِ اعظم کو اجتہاد میں دیگر ائمہ کرام پر نمایاں فضیلت حاصل ہے۔

6۔ حدیث کی اتباع:

اسی طرح امامِ اعظم علیہ الرحمۃ حدیث کی اتباع اور سنت کی پیروی میں دیگر ائمہ سے بہت آگے ہیں۔ اس کے دلائل یہ ہیں:۔

{۱} امامِ اعظم رضی اللہ عنہ حدیثِ مرسل کو حجت مانتے ہیں اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ حدیث مرسل پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

{۲} قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس موثر، قیاس مناسب، قیاس شبہہ، قیاس طرد۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ صرف قیاسِ موثر کو حجت مانتے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ قیاس کی ان چاروں قسموں کو حجت مانتے ہیں۔

{۳} امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کو احادیث کی اتباع سے اسقدر محبت ہے کہ قیاس کے مقابلے میں ضعیف احادیث پر بھی عمل فرماتے ہیں۔

7۔ فطرت کا لحاظ:

اسلام، دینِ فطرت ہے اس بناء پر ایسے مسائل میں جہاں کوئی نص موجود نہ ہو یا روایات مختلف ہوں تو مذہبِ حنفی میں عام طور پر فطری تقاضوں کو وجہ ترجیح قرار دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مسواک کے متعلق عند کل صلاۃ کی روایت کے مقابلے میں عند کل وضوئ کو اس لیے ترجیح حاصل ہے کہ یہ روایت فطری تقاضے کے قریب تر ہے۔ چونکہ مسواک فطری طور پر منہ اور دانتوں

کی صفائی کے کام آتی ہے اور صفائی طہارت کا جزو ہے اس لیے احناف کے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے۔

اسی طرح مذہبِ حنفی میں نماز میں قیام کے دوران ہاتھ ناف پر رکھنے کے مقابلے میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ فطری طور پر انسان تعظیم کے موقع پر ہاتھ سیدھے کر کے ناف سے نیچے رکھتا ہے۔ یونہی مطلقہ بائنہ عورت کے لیے دیگر ائمہ کرام کے برعکس احناف، نان نفقہ اور رہائش کو واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ فطری تقاضا ہے کہ اپنے حق میں کسی کو پابند کرنے والا، اس پابند شخص کی ضروریات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بقول نعمانی کے، ”حنفی فقہ جس قدر اصولِ عقلی کے مطابق ہے اور کوئی فقہ نہیں“۔ تفصیل کے لیے امام طحاوی رحمہ اللہ کی شرح معانی الآثار ملاحظہ فرمائیں۔

8۔ آسانی اور سہولت:

فرمانِ الٰہی، یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ[682] (اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا) کے مصداق امام اعظم نے فرض اور حرام کی تعریفات میں سخت قیود لگا کر لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی ہے۔ آپ کے نزدیک فرض و حرام کا اثبات ایسی نص سے ہوتا ہے جو ثبوت اور دلالت دونوں اعتبار سے قطعی ہو۔ اسی طرح امام اعظم کے وضع کردہ دیگر اصولوں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حنفی فقہ دیگر فقہوں کے مقابلے میں نہایت آسان اور نرمی پر مبنی ہے۔

مثلاً قرآن میں مطلقاً رکوع اور سجدے کا ذکر ہے اس لیے رکوع کے لیے منہ کے بل جھک جانا اور سجدے کے لیے زمین پر پیشانی لگا دینا کافی ہے۔ اس سے زائد کوئی کیفیت مثلاً اطمینان کے ساتھ ٹھہرنا یا اعتدال فرض نہ ہو گا۔

اسی طرح امام اعظم نے ہر نماز کی ادائیگی کے لیے اسی وقت کو افضل فرمایا ہے جس میں فطری

682...پ2، بقرہ:185

طور پر انسان کے لیے سہولت ہے۔ جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک ہر نماز میں جلدی افضل ہے۔یونہی چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ امام صاحب نے چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کو ایک حد تک گرانقدر مال کی چوری سے مشروط کیا ہے۔ احناف کے علاوہ دیگر مذاہب کے علماء کی رائے یہی ہے، کہ لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت امام اعظم ہی کی فقہ میں ہے۔[683]

9۔ جامعیت:

کسی ضابطے کا اپنی تمام جزئیات پر یکساں منطبق ہونا جامعیت کہلاتا ہے۔ احناف کا اصول یہ ہے کہ اگر نص کے مختلف معانی یا متعدد روایات ہوں تو اس کا وہ معنٰی یا وہ روایت قابلِ ترجیح ہو گی جس میں جامعیت ہو۔ مثال کے طور پر امام کے پیچھے قرأت کرنے سے متعلق دو روایات ہیں۔

ایک میں ہے، ”سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی“۔ اور دوسری میں ہے، ”جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے“۔

اگر مقتدی کے لیے پہلی روایت پر عمل ضروری سمجھا جائے تو جامعیت نہ ہو گی کیونکہ جہری نماز میں فاتحہ کے بعد یا رکوع میں کوئی مقتدی جماعت میں شامل ہوا تو اس کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا ممکن نہیں ۔لہٰذا یہ حکم جامع نہ رہا۔ اگر مقتدی کے لیے دوسری روایت پر عمل ضروری مانا جائے تو یہ حکم جامع رہے گا۔ کیونکہ یہ فاتحہ کے دوران یا بعد یا رکوع میں شامل ہونے والے تمام افراد کو جامع ہے۔ پس مقتدی کے لیے دوسری روایت کو ترجیح ہو گی۔

10۔ احتیاط اور تقویٰ:

مذاہبِ ثلاثہ کی نسبت امام اعظم کے مذہب میں احتیاط و تقویٰ کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ گویا جن معاملات میں ائمہ کا اجتہادی اختلاف ہے ان میں اگر امام اعظم کے موقف کا تجزیہ کیا جائے تو آپ کا

683... نہیں ملی

نکتۂ نظر ہی مبنی بر احتیاط نظر آئے گا۔ مثلاً خون بہہ جانے یا نکسیر پھوٹ نکلنے سے امامِ اعظم کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کسی کے نزدیک بھی خون بہنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا منع نہیں۔ اگر دوبارہ وضو نہ کیا جائے تو مذہبِ حنفی کے مطابق نماز نہ ہو گی۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ دوبارہ وضو کر لیا جائے تاکہ سب کے نزدیک نماز ہو جائے۔

اسی طرح بعض ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں جبکہ امامِ اعظم کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں۔ ایک رکعت وتر والے تین رکعت وتر کے بھی قائل ہیں۔ پس اگر کوئی ایک رکعت پڑھے تو امت کے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز نہ ہو گی جبکہ تین رکعت پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز وتر ہو جائے گی۔ یونہی اگر کوئی آٹھ تراویح پڑھے تو صحابہ کرام اور ائمہ دین کے نزدیک اس کی نماز تراویح نہ ہو گی جبکہ بیس رکعت پڑھنے سے سب کے نزدیک تراویح ادا ہو جائے گی۔

اسی طرح امامِ اعظم کے نزدیک کنویں میں کوئی جانور گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے، اب وہ پانی نکالنے سے پاک ہو گا جبکہ بعض کے نزدیک کنواں ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ نہ بدل جائے۔ احتیاط اور تقویٰ یقیناً کنویں سے پانی نکالنے میں ہے جس کو کوئی بھی ناجائز نہیں کہتا اور یوں سب کے نزدیک اس پانی سے وضو و غسل جائز ہو گا۔ پس مذہبِ حنفی زیادہ احتیاط اور تقویٰ پر مبنی ہے۔

11۔ شورائی مذہب:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ "اور اُن کا کام اُن کے آپس کے مشورے سے ہے"۔[684]

قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ صحابہ کرام کے معاملات باہمی مشوروں سے طے ہوتے تھے۔

684...پ25، شوریٰ:38

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے، "جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے"۔[685]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سوال کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شاوروا فیه الفقهاء العابدین ولا تمضوا فیه رای خاصة۔ "جس مسئلے میں قرآن وسنت میں واضح حکم نہ ہو، اس میں تم عبادت گذار فقہاء سے مشورہ کر لیا کرو اور کسی کی شخصی رائے پر نہ چلو"۔[686]

قرآن و حدیث کے ان احکامات کی پیروی کرتے ہوئے امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فقہ حنفی کی تدوین کے لیے چالیس جید فقہاء پر مشتمل ایک مجلس قائم کر رکھی تھی۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ ان سے مشورہ اور تبادلۂ خیال کرتے، ان کے دلائل سنتے اور اپنے دلائل پیش کرتے یہاں تک کہ مسئلہ طے ہو جاتا اور اسے تحریر کر لیا جاتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مذہب کی اساس اپنے تلامذہ کی شوریٰ پر رکھی اور ان پر اپنی رائے مسلط نہ کی، اس سے آپ کا مقصد دین میں احتیاط اور اللہ عزوجل اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پر خلوص تعلق میں انتہائی حد تک کوشاں رہنا تھا۔

گویا فقہ حنفی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ انفرادی نہیں بلکہ شورائی فقہ ہے جبکہ دیگر ائمہ کرام کی فقہ ان کے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ ہے۔

مذہبِ حنفی اور قرآن:

"ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیتیں جن سے کوئی مسئلہ فقہی مستنبط کیا گیا ہے ان کے وہی معنی صحیح اور واجب العمل ہیں جو امام ابو حنیفہ نے قرار دیے ہیں۔ قرآن مجید میں احکام کی آیتیں سو سے متجاوز ہیں اس لیے ان کا تجزیہ تو نہیں کر سکتے البتہ مثال کے طور پر متعدد مسائل کا ذکر کرتے ہیں جن سے ایک عام اجمالی خیال قائم ہو سکتا ہے"۔

685... خزائن العرفان، شوریٰ، تحت الایۃ:38

686... مجمع الزوائد، 1/428، حدیث:834

وضو کا حکم قرآن کریم کی اس آیت میں وارد ہوا ہے،

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ[687]

"اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ، اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ"۔

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ دو فرض کا اور اضافہ کرتے ہیں۔ یعنی نیّت اور ترتیب، امام مالک رحمہ اللہ بجائے ان کے موالاۃ کو فرض کہتے ہیں۔، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ وضو کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے اور اگر قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہے۔

امام صاحب کا استدلال ہے کہ آیت میں صرف چار حکم مذکور ہیں اس لیے جو چیز ان احکام کے علاوہ ہے وہ فرض نہیں ہو سکتی۔ نیّت و موالات وتسمیہ کا تو آیت میں کہیں وجود نہیں۔ ترتیب کا گمان البتّہ واؤ کے حرف سے پیدا ہوتا ہے لیکن علمائے عربیت نے متفقاً طے کر دیا ہے کہ واؤ کے مفہوم میں ترتیب داخل نہیں"۔

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "رکوع و سجود کے حکم میں تعدیلِ ارکان کو فرض کے درجے میں شامل کرنا جائز نہیں، اسی طرح آیتِ وضو میں اعضاء کو پے درپے دھونا، ترتیب کے ساتھ دھونا، آغاز میں بسم اللہ پڑھنے اور نیت کرنے کو شرط قرار دینا صحیح نہیں ہے"۔[688]

اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ خبرِ واحد سے قرآنی حکم پر اضافہ فرض یا شرط کے طور پر جائز نہیں مگر وجوب اور استحباب کے درجے میں جائز ہے۔ تعدیل ارکان سے مراد رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں اطمینان کے ساتھ ٹھہرنا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ واجب ہے مگر فرض یا شرط نہیں کیونکہ

687...پ6، مائدہ:6

688...المنار متن نور الانوار، 1/30

یہ خبر واحد سے ثابت ہے۔

اسی طرح وضو میں ترتیب، تسمیہ اور نیت بھی خبر واحد سے ثابت ہیں اس لیے یہ وضو کی سنتوں میں سے ہیں، فرائض یا شرائط میں سے نہیں کیونکہ ان کا ثبوت آیت قرآنی یا خبر متواتر سے نہیں ہے۔

"امام رازی نے تفسیر کبیر میں ترتیب کی فرضیت کے لیے متعدد دلیلیں پیش کی ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ان کا رتبہ تاویل سے بڑھ کر نہیں۔ بڑا استدلال یہ ہے کہ فاغسلوا وجوهكم میں حرف فا تعقیب کے لیے ہے جس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ منہ کا پہلے دھونا فرض ہے جب ایک رکن میں ترتیب ثابت ہوئی تو باقی ارکان میں بھی ہونی چاہیئے۔ دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ وضو کا حکم خلافِ عقل حکم ہے۔ اس لیے اس کی تعمیل بھی اسی ترتیب سے فرض ہونی چاہیے جس طرح آیت میں مذکور ہے کیونکہ وضو کا حکم جس طرح خلافِ عقل ہے ترتیب بھی خلافِ عقل ہے۔ امام رازی کی یہ دلیلیں جس رتبہ کی ہیں، خود ظاہر ہیں اس پر ردّو قدح کی ضرورت نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے مخالف ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں،

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا۔[689]

یعنی "اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کسی شخص غائط سے آئے یا تم نے عورت کو چھوا ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تم تیمم کر لو"۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ عورت کے چھونے سے جماع و مقاربت مراد ہے۔ اور یہ قرآن مجید کا عام طرز ہے کہ ایسے امور کو صریحاً تعبیر نہیں کرتا۔ لطف یہ ہے کہ اسی لفظ کا ہم معنی لفظ 'مس'، جس کے معنی چھونے کے ہیں خدا نے اس آیت میں مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ جماع کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اور

689...پ6، مائدہ:6

خود امام شافعی تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں جماع ہی مقصود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ملامستہ کے ظاہری معنی لینے ایسی غلطی ہے جو ہر گز اہل زبان سے نہیں ہو سکتی۔ اس آیت میں غائط کا لفظ بھی تو ہے اس کو تمام مجتھدین کنایہ قرار دیتے ہیں ورنہ ظاہری معنی لیے جائیں تو لازم آئے کہ جو شخص نشیبِ زمین سے ہو کر آئے، اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

میری رائے میں اگرچہ امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ عورت کے چھونے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اس کا استدلال اس آیت پر نہیں ہے کہ وہ حدیث سے استناد کرتے ہوں گے، غالباً اُن کے بعد ان کے مقلدوں نے حنفیہ کے مقابلے کے لیے آیت سے استدلال کیا اور اس کو امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ ایک تیمم سے کئی فرض ادا ہو سکتے ہیں، امام مالک و امام شافعی کی رائے ہے کہ ہر فرض کے لیے نیا تیمم کرنا چاہیے۔ امام صاحب کا استدلال ہے کہ جو حیثیت وضو کے حکم کی ہے وہی تیمم کی ہے۔ اور جب ہر نماز کے لیے نئے وضو کی ضرورت نہیں تو تیمم کی تجدید کی بھی ضرورت نہیں۔ البتہ جن لوگوں کا مذہب ہے کہ ایک وضو سے کئی نمازیں ادا نہیں ہو سکتیں وہ تیمم کی نسبت بھی یہ حکم لگا سکتے ہیں لیکن وضو اور تیمم میں تفریق کرنی جیسا کہ امام شافعی وغیرہ نے کی، محض بے وجہ ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ اثنائے نماز میں متیمم کو اگر پانی مل جائے تو تیمم جاتا رہے گا ۔امام مالک و امام احمد بن حنبل اس کے مخالف ہیں امام صاحب کا استدلال یہ ہے کہ قرآن میں تیمم کا جواز اس قید کے ساتھ مشروط ہے کہ لَمْ تَجِدُوْا مَآءً یعنی جب پانی نہ ملے۔ صورتِ مذکورہ میں جب شرط باقی نہ رہی تو مشروط بھی باقی نہیں رہا"۔[690]

"امام صاحب کا مذھب ہے کہ قرأتِ فاتحہ ضروری نہیں، امام شافعی وامام بخاری وجوب کے

690... سیرۃ النعمان، ص302-305

قائل ہیں ،امام صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ،یعنی "جب قرآن پڑھاجائے تو سنو اور خاموش رہو"۔

اگرچہ اس آیت سے سرّی نمازوں میں بھی ترکِ قرأت کا حکم ثابت ہوتا ہے لیکن جہری نماز کے لئے تو وہ نص قاطع ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ تعجب ہے کہ شافعیہ نے ایسی صاف اور صریح آیت کے مقابلہ میں حدیثوں سے استدلال کیاہے۔حالانکہ حدیثیں جو اس باب میں داخل ہیں وہ خود متعارض ہیں۔ جس درجہ کی وجوبِ قرأت کی حدیثیں ہیں اسی درجہ کی ترکِ قرأت کی حدیثیں بھی ہیں۔

امام بخاری نے اس بحث میں ایک مستقل رسالہ لکھاہے اور کوشش کی ہے کہ آیت کے استدلال کاجواب دیں لیکن جواب ایسادیاہے جس کو دیکھ کر تعجب ہوتاہے"۔[691]

ایک اہم مسئلہ تین طلاقوں کاہے۔چاروں ائمہ مجتہدین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک ہی بار تین طلاق دے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور پھر رجعت نہ ہوسکے گی۔ان میں صرف اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس طرح طلاق دینا جائز اور مشروع ہے یا نہیں۔امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشروع ہے اوراللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حرام اور ممنوع ہے اور اس طرح طلاق دینے والا گنہگار ہے۔

سیدناامام اعظم علیہ الرحمۃ کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے، اَلطَّلٰقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسٰنٍ۔[692]

"یہ طلاق دوبارتک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لیناہے(یعنی رجعت کرلیناہے)یااحسان کے ساتھ چھوڑ دیناہے"۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کاموقف یہ ہے کہ اس آیت میں طلاق کاجو طریقہ بتایاگیاصرف یہی شرعی طلاق

691...سیرۃالنعمان،ص306
692...پ2،بقرہ:229

کا طریقہ ہے یعنی ایک وقت میں ایک یا دو بار تک طلاق دی جا سکتی ہے۔ احادیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں۔ آپ یہ سن کر غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا، "لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیل کرتے ہیں حالانکہ میں تمہارے درمیان ابھی موجود ہوں"۔ (693)

معلوم ہوا کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا گناہ ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے ناراض ہوئے کہ اس شخص نے قرآن و سنت کے خلاف طریقے سے طلاق دے کر گناہ کا ارتکاب کیا۔

ضمناً یہ بات عرض کرنی ضروری ہے کہ کسی کام کا ممنوع ہونا اور چیز ہے اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں تو آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ (694)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں رقمطراز ہیں، "جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں کے ائمہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں تین ہی ہو نگی"۔ (695)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو تین طلاق ایک ساتھ دیتا، آپ اسے درے مارتے تھے۔ (696)
کسی نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں سوال کیا، کہ اگر ایک لفظ سے تین

---

693 ... نسائی، کتاب الطلاق، الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ، حدیث:3398
694... ابوداود، کتاب الطلاق، حدیث:2245
695... فتاوی رضویہ، 12/412
696... نووی شرح مسلم کتاب الطلاق

طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا (غیر مقلدین کے بقول) کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہوا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حکم وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ہے،

لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔[697] "حکم کو معلوم کرلیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں گے تم میں سے"۔[698]

697...پ5، نساء: 83

698... فتاوی رضویہ، 12/459

باب ہفت دہم (17) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز اور فقہ حنفی

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے، "بیشک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے کہ اللہ اور آخرت کی اُمید رکھتا ہو"۔[699]

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، "تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو"۔[700]

آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ سے شریعت اخذ کر کے ہم تک پہنچانے کا فریضہ ائمہ اربعہ نے انجام دیا جن میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سب سے اول ہیں کیونکہ آپ تابعی ہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ آپ نے چھبیس صحابہ کرام کا زمانہ پایا اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلاواسطہ احادیث سنی ہیں۔

محدثِ دکن مولانا انوار اللہ شاہ رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف کی طرح فقہ حنفی کے مطابق احادیث جمع کر کے "زجاجۃ المصابیح" کے نام سے "حنفی مشکوٰۃ" مرتب کی ہے جس کا اردو ترجمہ فرید بک اسٹال لاہور شائع کر رہا ہے۔ حنفی فقہ کے مطابق طریقۂ نماز پر تفصیلی احادیث جاننے کے لیے زجاجۃ المصابیح کا مطالعہ فرمائیے۔ فی الوقت، اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:-

1- تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائیں:

☆ حضرت مالک بن حویرث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ وہ کانوں کے برابر ہو جاتے۔[701]

699...پ21، احزاب:21

700 ... بخاری، کتاب بدء الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا، حدیث:631

701 ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب رفع الیدین۔۔۔الخ، حدیث:391

☆حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔[702]

☆اس حدیث کو نسائی، طبرانی، دار قطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[703]

☆حضرت عبد الجبار بن وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اسقدر بلند کرتے کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جاتے۔[704]

☆امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی اور فرمایا، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اس میں کوئی ضعف نہیں ہے۔[705]

☆حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم نماز ادا کرو تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر کرو اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ ہاتھوں کو سینے کے برابر کریں۔[706]

2-نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھیں:

☆حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔[707]

☆حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ اس حدیث کی سند قوی ہے۔[708]

---

702 ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وضع یدہ الیمنی۔۔۔الخ، حدیث:401

703 ... زجاجۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، 569/1

704 ... ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین فی الصلاۃ، حدیث:724

705 ... مستدرک للحاکم، کتاب الصلاۃ، 266/1

706 ... نماز حبیب کبریا، ص79

707 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب وضع الیمنی علی الیسری، حدیث:756

708 ... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلاۃ، باب من کان یرفع یدیہ۔۔۔الخ، حدیث:7

☆حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ میں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں۔

چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ کی باقی تین انگلیاں کلائی پر تھیں۔[709]

3-امام کے پیچھے قرأت کرنا منع اور ناجائز ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو"۔[710]

☆حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے"۔

☆"جمہور صحابہ و تابعین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے"۔[711]

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ امام مسلم نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔[712]

☆حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی اور فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔[713]

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام اس لیے بنایا جاتا ہے

709... نسائی، باب موضع الیمین من الشمال۔۔۔ الخ، حدیث:879

710... پ9، اعراف:204

711... مدارک التنزیل، اعراف، تحت الایۃ:204

712 ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التشھد فی الصلاۃ، حدیث:404

713 ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التشھد فی الصلاۃ، حدیث:404

کہ اس کی پیروی کی جائے، تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔[یہ حدیث صحیح ہے۔ زجاجۃ المصابیح ج ۱/ ۶۲۸](714)(715)

☆امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبد الرزاق رضی اللہ عنہ (م ۲۲۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (716)

☆مشہور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ کی جائے (خواہ وہ نماز جہری ہو یا سرّی)۔(717)

☆حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھو تو تمہیں امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھو تو قرأت کرو۔(718)

☆حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔(719)

☆یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی بخاری و مسلم کی شرط کے موافق ہیں۔(720)

مذکورہ آیتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کی قرأت ہی مقتدیوں کی قرأت ہے۔

4-امام اور مقتدیوں کو آمین آہستہ کہنا سنت ہے:

فرمانِ الٰہی ہے، اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً۔ "اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے (عاجزی سے)

714... زجاجۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، 1/ 628

715... ابوداود، کتاب الصلاۃ، حدیث: 973

716... مصنف عبد الرزاق، حدیث: 3218

717... مسلم، کتاب الصلاۃ، حدیث: 577

718... موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب ترک القراءۃ خلف الامام، حدیث: 85

719... ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب اذا قراء الامام فانصتوا، حدیث: 850

720... زجاجۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب قراءۃ خلف الامام، 1/ 633

اور آہستہ "۔[721]

اس سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ آواز میں مستحب ہے۔ آمین کے معنی ہیں "اے اللہ! اسے قبول فرما"۔ پس آمین دعا ہے اور اسے آہستہ ہی کہنا چاہیے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔[722]

اس حدیث میں فرشتوں کے موافق آمین کہنا مذکور ہے۔ سوال یہ ہے کہ فرشتوں کا آمین کہنا بلند آواز سے ہے یا آہستہ؟ یقیناً فرشتوں کا آمین کہنا آہستہ ہے اس لئے موافقت کی یہی صورت ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

☆ حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آہستہ آواز میں آمین کہی۔[723]

☆ اسے امام حاکم، امام احمد، ابو داؤد الطیالسی، ابویعلیٰ، طبرانی اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔[724]

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہیئں۔ ثناء (سبحانك اللهم)، تعوذ (اعوذ باللہ)، تسمیہ (بسم اللہ) اور آمین۔[725]

☆ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، امام چار چیزیں آہستہ کہے، ثناء، تعوذ، تسمیہ اور

721...پ8، اعراف:55

722...بخاری، کتاب الاذان، باب جہر الماموم بالتامین، حدیث:782

723...ترمذی، کتاب الصلاۃ، حدیث:248

724 ... مستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، باب من قراءات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما۔۔۔الخ، حدیث:2913

725 ... مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب ما یخفی الامام، حدیث:2596

آمین۔ امام محمد بن حسن نے فرمایا، یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔(726)

5- نماز میں رفع یدین جائز نہیں، منسوخ ہے:

☆حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، "میں دیکھتا ہوں کہ تم نماز کے دوران رفع یدین کرتے ہو جیسے سرکش گھوڑے اپنی دُمیں ہلاتے ہیں، نماز سکون سے ادا کیا کرو"۔(727)

☆حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں ہاتھ نہ اٹھائے۔(728)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں، "یہ حدیث حسن ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ اور تابعین کرام اسی کے قائل ہیں"۔(729)

☆حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھاتے اور پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے۔(730)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، ان میں سے کسی نے بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔(731)

☆امام بخاری کے استاد امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نماز

---

726 ... مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاۃ، باب ما یخفی الامام، حدیث:2597

727 ... مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ، حدیث:430

728 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع، حدیث:748

729 ... ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین عندا لرکوع، حدیث:257

730 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع، حدیث:749

731 ... سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع۔۔۔الخ، حدیث:2534

شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔[732]

امام طحاوی (م ۲۰۰ھ) نے اس کی سند کو صحیح فرمایا ہے۔[733]

☆امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کے استاد امام حمیدی (م ۲۱۹ھ) روایت کرتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور پھر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔[734]

☆حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی نے فرمایا، یہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا[735] (جس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے) پھر خود انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا کیونکہ وہ منسوخ ہو گیا تھا۔[736]

☆حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ دس صحابہ کرام جنہیں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی یعنی عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتا تھا۔[737]

☆حضرت محمد بن عمرو بن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، میں تم سب سے زیادہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے،

---

732 ... سنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع ۔۔۔الخ، حدیث:2536

733 ... شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب التکبیر للرکوع ۔۔الخ، 1/225،

734 ... مسند حمیدی، احادیث عبداللہ بن عمر، حدیث:626

735 ... شرح معانی الاثار، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ، 1063

736 ... شرح معانی الاثار، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ، 1066

737 ... عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ، تحت الحدیث:735

جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور کمر کو برابر کرتے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آ جاتا۔

پھر آپ سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو زمین پر بچھائے بغیر رکھتے اور ان کو پہلوؤں سے نہ ملاتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُو رکھتے۔ آپ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔ (738)

صحیح بخاری کی اس حدیث میں صحابیٔ رسول ﷺ نے حضور ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

☆ حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا، میں تمہیں رسول کریم ﷺ کی نماز سکھاؤں گا جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے...... پس مردوں نے ان کے نزدیک صف باندھی پھر مردوں کے پیچھے بچوں نے صف باندھی پھر ان کے پیچھے عورتوں نے صف باندھی۔ پھر کسی نے اقامت کہی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت خاموشی سے پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین بار تسبیح پڑھی۔

پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا اور پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے،

اس طرح پہلی رکعت میں چھ تکبیریں ہوئیں۔ پس جس وقت نماز پڑھا چکے تو لوگوں سے فرمایا، میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود سیکھ لو کیونکہ یہ آقا کریم ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ (739)

اس حدیث شریف میں بھی جلیل القدر صحابی نے رسول کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور

---

738 ... بخاری، کتاب الصلاۃ، باب سنۃ الجلوس فی التشہد، حدیث:828

739 ... مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک اشعری، حدیث:22957

فرمایا، یہ مدینے والی نماز ہے۔ اس میں رفع یدین کا کہیں ذکر نہیں جس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

6-نماز وتر تین رکعت ہیں:

☆ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں فرماتے تھے۔ آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے، ان کا حسن اور طوالت نہ پوچھو پھر آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے۔ (740)

☆حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ دو دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ نے تین رکعت وتر ادا کیے۔ (741)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا، اہل علم صحابہ و تابعین کرام کا یہی مذہب ہے۔ (742)

☆حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سرکارِ دوعالم ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (743)

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آقا و مولیٰ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (744)

7-نماز تراویح بیس رکعت ہیں:

ماہ رمضان المبارک میں روزانہ بعد عشاء بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

740 ... بخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی باللیل فی رمضان، حدیث:1147

741... صحیح مسلم، ص302، حدیث:1799

742... ترمذی، کتاب الوتر، حدیث:460

743 ... سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین، حدیث:1681

744... مستدرک للحاکم، کتاب الوتر، حدیث:847

''تراویح''ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی استراحت وآرام کے ہیں۔ چونکہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر آرام کیا جاتا ہے اس لیے اسے تراویح کہتے ہیں۔ عربی میں جمع کا اطلاق دو سے زائد پر ہوتا ہے۔ نماز تراویح اگر آٹھ رکعت ہوتی تو دو ترویحے ہونے کے باعث اسے ''ترویحتین'' کہا جاتا لیکن چونکہ یہ بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے ہیں اس لیے انہیں تراویح کہا جاتا ہے۔ جن روایات میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے گیارہ رکعت نماز ادا کی، اس سے مراد آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔

☆ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں لوگ تیئس (۲۳) رکعت (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) ادا کرتے تھے۔(745)

☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث کی اسناد صحیح ہیں۔(746)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول معظم ﷺ ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح اور نماز وتر ادا فرماتے تھے۔(747)

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امام مقرر کیا اور وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔(748)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں، اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور رسول کریم ﷺ کے دیگر صحابہ سے مروی ہے۔(749)

بخاری کی جس روایت کو غیر مقلد آٹھ تراویح کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ

---

745 ... موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ فی رمضان، باب ماجاء فی قیام رمضان، حدیث:252

746 ... سنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب ماروی فی عدد رکعات، حدیث:4288

747 ... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعہ، حدیث:13

748 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، حدیث:1429

749 ... ترمذی، کتاب الصوم، حدیث:806

نے گیارہ رکعت ادا کیں، اس سے مراد آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔ ہمارے موقف کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث تہجد کے عنوان کے تحت درج کی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رمضان اور غیر رمضان میں آپ نے گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آٹھ رکعت وہ ہیں جو آقا و مولیٰ ﷺ تمام سال ادا فرماتے تھے۔

8- نماز جنازہ میں قرأت جائز نہیں:

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا کوئی اور سورت بطور قرأت جائز نہیں، اس میں ثناء، درود اور دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ اگر سورہ فاتحہ بطور حمد و ثناء پڑھے تو حرج نہیں۔

☆ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔[750]

☆ امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرنی چاہیے۔ نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا ہے اور پھر میت کے لیے دعا مانگنا ہے۔[751]

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں قرآن کریم سے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔[752]

☆ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میت پر نماز جنازہ پڑھتے وقت پہلی تکبیر کہہ کر ثناء پڑھی جائے، دوسری تکبیر پر آقا و مولیٰ ﷺ پر درود اور تیسری تکبیر پر میت کے لیے دعا پڑھی جائے اور چوتھی تکبیر پر سلام پھیر لیا جائے۔[753]

---

750 ... موطا امام مالک، کتاب الصلاۃ فی رمضان، باب ماجاء فی قیام رمضان، حدیث:252

751... ترمذی، کتاب الجنائز، حدیث:1027

752... زجاجۃ المصابیح، کتاب الجنائز، 1/659

753 ... مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکاۃ، باب من قال اذا کانت الغنم۔۔۔ الخ، حدیث:84

باب ہشت دہم (18) تقلید کیوں ضروری ہے؟

تقلید کے لغوی معنی ہیں "گردن میں پٹا ڈالنا" اور اصطلاحی معنی ہیں "دلیل جانے بغیر کسی کے قول و فعل کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کی پیروی کرنا"۔

انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔ پرائمری تعلیم کے حصول سے لے کر کسی بھی پیشہ یا ہنر کے درجہ کمال کو پہنچنے تک ہر کوئی اپنے اساتذہ یا اس ہنر کے ماہرین کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔

علمِ دین کا معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن وحدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیونکہ اس کے لیے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ و مجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "جس میں اجتہاد کی شرائط موجود نہ ہوں، اسے از خود کتابُ اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے مسئلہ اخذ کرنا جائز نہیں"۔ (ابواب الجنائز، جامع ترمذی) یہی بات غیر مقلدوں کے پیشوا ابن قیم نے اعلام الموقعین میں تحریر کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے کہ پتھر لگنے سے ہمارے ایک ساتھی کا سر زخمی ہو گیا۔ رات کو اس پر غسل واجب ہوا تو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں سے پوچھا، کیا آپ لوگ مجھے تیمم کی رخصت دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا، نہیں کیونکہ آپ تو پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس نے غسل کیا تو اس کی موت واقع ہو گئی۔

جب ہم آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ واقعہ عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قتلوہ قتلھم اللہ الا سالوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے۔ جب وہ نہیں جانتے تھے تو پوچھ لیتے۔ بیشک سوال کرنا (لاعلمی کی)

بیماری کے لیے شفاء ہے۔[754]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مجتہدین صحابہ سے فتویٰ نہ لینے کی وجہ سے عام صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے عتاب کے ایسے مرتکب ہوئے کہ آپ نے ان کے لیے **قتلھم اللہ** فرمادیا تو ایسے جاہل مولویوں کا کیا حال ہو گا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ دین کے ارشادات سے منہ موڑ کر قرآن وحدیث کے من مانی معانی و مطالب بیان کرتے ہیں، خود تو گمراہ ہیں، سادہ لوح سنیوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تقلید بہت ضروری ہے۔

کسی فقیہ کے قول پر شرعی دلیل کے تحت عمل کرنا تقلیدِ شرعی ہے جس کا فرض ہونا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

ارشاد ہوا، ”اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں“۔[755]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر عالم و فقیہ بننا ضروری نہیں لہٰذا غیر مجتہد یا غیر عالم کو مجتہد یا عالم کی تقلید کرنی چاہیے۔

دوسری جگہ فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ ”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے حکم والے ہوں“۔[756] دارمی باب الاقتدا بالعلماء میں ہے، ”اولی الامر سے مراد علماء اور فقہاء ہیں“۔

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ”اولی الامر“ سے مسلمان حاکم یا فقہاء یا دونوں مراد ہیں۔[757]

754...ابو داود، کتاب الطھارۃ، حدیث:336

755...پ11، توبہ:122

756...پ5، نساء:59

757...احکام القرآن، باب فی طاعۃ اولی الامر، 2/264

امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس سے مراد علماء لینا اولیٰ ہے۔[758]

اس آیت کے تحت تفسیر جمل میں ہے، یہ آیت شریعت کے چاروں دلائل کی قوی دلیل ہے یعنی کتابُ اللہ، سنتِ رسول ﷺ، اجماع اور قیاس۔

اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا نیز ان علماء وفقہاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کے شارح ہیں، اسی اطاعت کا نام تقلید ہے۔

صحابۂ کرام براہِ راست نبی کریم ﷺ سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اس لئے انہیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ آقا ومولیٰ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحبِ علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے تھے، "جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو"۔[759]

یہی تقلیدِ شخصی ہے جو دورِ صحابہ میں بھی موجود تھی۔ "فقہاء صحابہ کرام" کے عنوان کے تحت پہلے بیان کیا جا چکا کہ دورِ صحابہ میں فقیہ صحابہ اجتہاد کیا کرتے تھے اور دوسرے لوگ ان کی تقلید بھی کرتے تھے۔

ایک اور ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمایئے،

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔[760]

"اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو"۔

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "کیونکہ ناواقف کو اس سے چارہ ہی نہیں کہ واقف سے

758... مفاتیح الغیب، نساء، تحت الایۃ: 59

759 ... بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ، حدیث: 6736

760... پ 17، انبیاء: 7

دریافت کرے اور مرضِ جہل کا علاج یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عامل ہو۔ اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے"۔[761]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک ایک شخص نماز پڑھے گا، روزے رکھے گا، حج اور جہاد بھی کرے گا لیکن وہ منافق ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کس وجہ سے منافق ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "وہ اپنے امام پر طعنہ زنی کی وجہ سے منافق ہو گا۔ عرض کی، امام کون ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، فاسئلوا اھل الذکر... الخ۔[762]

اس حدیث مبارکہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ دین پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور خود نفسِ امارہ اور شیطان ملعون کے مقلد بنے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ رب تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق ہیں،

"بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا، اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا، تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے، تو کیا تم دھیان نہیں کرتے"۔[763]

آخر میں یہ سمجھ لیجیے کہ تقلید کن مسائل میں جائز ہے؟ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،" آیت کریمہ میں جس تقلید کی مذمت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عقائد اور اصولِ دین کو دلائل کے بغیر محض کسی کے کہنے پر مان لیا جائے کیونکہ تقلید صرف فروعی مسائل اور عملیات میں ہے، اصولِ دین اور اعتقادی مسائل میں تقلید جائز نہیں بلکہ ان میں نظر واستدلال ضروری ہے"۔[764]

761... خزائن العرفان، انبیاء، تحت الایۃ:7

762... در منثور، انبیاء، تحت الایۃ:7

763... پ30، جاثیہ:23

764... روح البیان، ھود، تحت الایۃ:109

چار مذاہب کیسے بنے؟

امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب الخیرات الحسان کے دوسرے مقدمہ میں لکھتے ہیں، تمام ائمہ مجتہدین و علماءِ عاملین کے بارے میں یہ اعتقاد رکھو کہ وہ سب ہدایت اور رضائے الٰہی پر ہیں اور ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ وہ سب تمام حالات میں ماجور ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جب تمہارے پاس اللہ کی کتاب آئے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اسے چھوڑنے میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں۔ اگر کوئی مسئلہ کتابُ اللہ میں نہ ملے تو میری سنت پکڑلو ورنہ میرے صحابہ کا فرمان راہنما بنالو کیونکہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کا دامن تھام لوگے ہدایت پاؤگے۔ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے باعثِ رحمت ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد مذاہب میں فروعی اختلافات ہوں گے اور یہ اختلافات صحابہ ہی کے زمانے سے ہوں گے اور یہ زمانہ رشد وہدایت کا زمانہ تھا جس کے خیر القرون ہونے کی گواہی دی گئی۔ تو جب صحابہ میں فروعی اختلاف ہو گا تو ان کے بعد والوں میں اختلاف کا ہونا لازمی ہے کیونکہ ہر وہ صحابی جو فقہ وروایت میں مشہور رہے، اس کا قول ایک جماعت نے قبول کیا۔ ان تمام چیزوں کے باوجود حضور ﷺ نے نہ صرف اس فروعی اختلاف پر رضامندی کا اظہار کیا بلکہ اس اختلاف کو امت کے لیے رحمت کا باعث قرار دیا۔ اور امت کو اختیار دیا کہ صحابہ میں سے جس کے قول پر چاہیں عمل کریں۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کے بعد مجتہدینِ امت میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کرلینا جائز رہا کیونکہ یہ حضرات صحابہ ہی کے نقشِ قدم پر ہیں۔

اس بارے میں ایک دلیل صحابہ کرام کا بدر کے قیدیوں کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا مشورہ دیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں

کو قتل کرنے کی رائے دی۔ رسول کریم ﷺ نے پہلے قول پر فیصلہ دیا۔ جب فدیہ لیا گیا تو سورۃ الانفال کی آیت ۶۷ نازل ہوئی اور قرآن نے دوسری رائے کو پسند کرتے ہوئے اسے افضل قرار دیا۔ اگرچہ دونوں آراء صحیح تھیں کیونکہ اگر پہلی رائے غلط ہوتی تو حضور ﷺ اس کے مطابق فیصلہ نہ فرماتے، البتہ بہتر و افضل دوسری رائے کو قرار دیا گیا۔[765]

مولانا سید نعیم الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سیدِ عالم ﷺ کا اس دینی معاملہ میں صحابہ کی رائے دریافت فرمانا مشروعیتِ اجتہاد کی دلیل ہے۔[766]

تابعین و تبع تابعین کے دور میں سینکڑوں مجتہدین اور ان کے مذاہب وجود میں آئے مگر آخر کار مذاہبِ اربعہ کے سوا سب معدوم ہو گئے۔ یہ بارگاہِ الٰہی میں ان چاروں مذاہب کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

اگر ایک اور زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا آقا و مولیٰ ﷺ کی ایک ادا ہے اور اس کے منسوخ ہو جانے کے بعد، رفع یدین نہ کرنا بھی حضور ﷺ ہی کی ایک ادا ہے۔ تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی تمام ادائیں پسند تھیں اسی لیے اس نے مذاہبِ اربعہ کی صورت میں اپنے محبوب کی تمام اداؤں کو محفوظ فرما دیا ہے۔

ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کیوں:

حنفی مذہب، مالکی مذہب، شافعی مذہب اور حنبلی مذہب چاروں حق ہیں اور چاروں اہلسنت وجماعت ہیں۔ ان کے عقائد یکساں ہیں البتہ صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے۔ ان چاروں میں سے جس کی بھی کی تقلید کی جائے صحیح ہے کیونکہ اگر مجتہد سے اپنے اجتہاد میں خطا ہو جائے پھر بھی وہ گناہگار نہیں بلکہ اس اجتہاد میں اس کی تقلید بھی صحیح ہو گی۔

765 ... مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ ۔۔۔ الخ، ص969، حدیث:1763

766 ... خزائن العرفان، انفال، تحت الآیۃ:68

"علامہ کردری رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ دو مجتہد جو دو مختلف قول کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے جیسے دو رسول دو مختلف شریعتیں لے کر آئے، وہ دونوں صحیح اور حق ہیں"۔ (767)

تبع تابعین اور ان کے بعد فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت مذکورہ چار مذاہب میں منحصر ہو گیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں،

"اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان مذاہبِ اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا"۔ (768)

تفسیر صاوی میں ہے کہ "ان چاروں مذاہب کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ بظاہر صحابہ کرام کے قول اور حدیثِ صحیح اور کسی آیت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، بسا اوقات یہ کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد لینا اور ان کی حقیقت کو نہ سمجھنا کفر کی جڑ ہے"۔ (769)

جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ان چار مذاہب کے سوا کسی اور کی تقلید جائز نہیں۔ اسی لیے تمام اکابر محدثین بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی، دارمی، طحاوی وغیرہ رحمہم اللہ کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں۔ امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی کا مقلد ہونا تو خود غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے "الحطہ" میں بیان کیا ہے۔ جب ایسے جلیل القدر محدثین، ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں تو پھر چند کتابیں پڑھے ہوئے اگر خود کو تقلید سے بے نیاز سمجھیں تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے؟

غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی محمد حسین بٹالوی نے "اشاعت السنۃ" میں اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا، "پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر کو اسلام کو سلام کر

767... الخیرات الحسان، ص14
768... فتاویٰ رضویہ، 6/705
769... تفسیر صاوی، کہف، تحت الایۃ:24

بیٹھتے ہیں"۔ (770)

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو شخص بھی امامِ اعظم کی تقلید نہیں کرتا وہ بہر حال کسی نہ کسی "مولوی صاحب" کی تقلید ضرور کرتا ہے۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ موجودہ پُر فتن دور کے کسی مفاد پرست مولوی صاحب کی تقلید کرنے کی بجائے اُس جلیل القدر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کی جائے جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی اور ان کی زیارت کی، اور جس کی عظمت پر اکابر ائمہ دین و محدثین کرام متفق ہیں۔

غیر مقلد عالم مولوی وحید الزماں صاحب نے اپنے ہم مسلک لوگوں سے یہی تلخ سوال کیا تھا جسکا جواب اب تک ان کے ذمہ ہے، "ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ اور مولوی اسماعیل کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے.......... بھائیو! ذرا غور کرو اور انصاف کرو، جب تم نے ابو حنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ یا ابن قیم اور شوکانی، جو ان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت؟"۔ (771)

اکثر غیر مقلد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ پر بڑا اعتماد کرتے ہیں اور انہیں اپنا پیشوا بھی گردانتے ہیں حالانکہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حنفی مقلد ہیں اور فرماتے ہیں، "صحابہ کرام سے مذاہبِ اربعہ کے ظہور تک لوگ بغیر انکار کیے کسی نہ کسی عالم کی ہمیشہ تقلید کرتے رہے، اگر یہ باطل ہوتا تو علماء ضرور انہیں منع کرتے"۔ ان کی معروف کتاب "عقد الجید" سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

؎ شاید کہ کسی دل میں اتر جائے یہی بات

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، "جاننا چاہیے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے روگردانی میں بہت بڑا افساد اور نقصان ہے۔ ہم اس کو چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں:۔

770... شیشے کے گھر، ص26
771... حیات وحید الزماں، ص102

اول: یہ کہ امت نے اجماع کر لیا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اور اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا۔ اس کی اچھائی پر عقل دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت نقل اور استنباط کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ نقل صرف اسی صورت میں صحیح ہو گی جبکہ ہر طبقہ اپنے سے پہلے والوں سے متصلاً شریعت حاصل کرے اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تا کہ ان کے اقوال سے باہر نہ جائیں کہ کہیں اجماع کے خلاف نہ ہو جائے اور تا کہ ان کے اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور اگلوں سے اس میں مدد لی جائے۔ کیونکہ تمام صنعتوں مثلاً سنار و لوہار کا کام، طب، شاعری، تجارت اور رنگ ریزی وغیرہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ متعلقہ فن کے ماہرین کے ساتھ کام کیا جائے۔

جب یہ متعین ہو گیا کہ شریعت کی معرفت میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ضروری ہے تو یہ بھی لازم ہوا کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو، صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مدون ہوں، اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح، مرجوح سے ظاہر ہو، اور عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں، ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں۔ اور اس پچھلے زمانے میں ان چار مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے سوا کوئی مذہب ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں"۔

اس اقتباس سے معلوم ہو گیا کہ شریعت کی معرفت، نقل اور استنباط پر موقوف ہے اور ان دونوں کے لیے اسلاف کے اقوال جاننا ضروری ہے نیز اسلاف میں سے صرف ائمہ اربعہ کے اقوال صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں لہٰذا انہی میں سے کسی امام کی تقلید ضروری ہے۔

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاضلِ جلیل علامہ سید احمد مصری طحطاوی رحمہ اللہ حاشیہ دُرِ مختار میں لکھتے ہیں،

"جو شخص جمہور اہلِ علم وفقہ اور سوادِ اعظم سے جدا ہو جائے تو وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا، جو اسے دوزخ میں لے جائے گی۔ اے مسلمانو! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ وکارساز رہنا اہلسنت کی موافقت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی و جہنمی ہے"۔ (772)

ایک ہی امام کی تقلید کیوں؟

ممکن ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ صرف ایک ہی امام کی تقلید کیوں کی جائے؟ اگر بعض مسائل میں ایک امام کی تقلید کی جائے اور بعض میں دوسروں کی تو کیا حرج ہے؟ اس کے جواب میں چند باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کوئی جس امام کا مقلد ہو، وہ تمام امور میں اسی کی تقلید کرے۔ لہٰذا بعض مسائل میں ایک امام کی اور بعض میں دوسروں کی تقلید کرنا اجماعِ امت کے خلاف ہے اور گناہ ہے۔

دوسرا حرج یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے امام کی تقلید کرنا کس بناء پر ہو گا؟ یا تو اس کی بنیاد دلیل کے قوی وضعیف ہونے پر ہو گی، اس صورت میں تقلید کا وجود نہ رہے گا کیونکہ تقلید تو دلیل جانے بغیر امام کا قول تسلیم کرنا ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ دلیل کے قوی یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کون کرے گا؟ کیا وہ جو طہارت کے مسائل سے بھی کما حقہ' آگاہ نہ ہو؟؟؟ صرف فقیہ کی تعریف سمجھ لیجیے تا کہ ائمہ مجتہدین کی عظمت سمجھ میں آسکے۔

772... فتاوی رضویہ، 6/670

"فقیہ وہ ہوتا ہے جو تمام احکامِ شرعیہ فرعیہ کے استنباطِ صحیح کا ماہر ہو اور استنباطِ صحیح اور اجتہاد کی شرائط کا حامل ہو"۔ اب اجتہاد کی شرائط بھی جان لیجیے۔

"قرآن اور سنت کے لغوی اور شرعی معانی پر دسترس ہو، اصولِ فقہ کے تمام ضوابط یعنی خاص، عام، امر، نہی، مشترک، مأول، ظاہر، خفی، نص، مفسر، محکم، مشکل، مجمل، متشابہ، حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ، عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص وغیرہ کو جانتا ہو، اور ان تمام طریقوں کا علم اسے قرآن کی طرح سنت میں بھی حاصل ہو، نیز وہ قیاس کے تمام طریقے اور ان کی شرائط کو جانتا ہو"۔

ایک امام کو چھوڑ کر کبھی دوسرے امام کی تقلید کرنے کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اپنی آسانی کو دیکھتے ہوئے کچھ مسائل میں ایک امام کی تقلید کر لی اور پھر جن مسائل میں آسانی دوسرے امام کے قول میں دیکھی تو انہیں پسند کر لیا اور ان کی تقلید کرنے لگے۔ یہ شریعت کی پیروی نہیں بلکہ ہوائے نفس کی پیروی ہے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی مذمت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ۔[773] "کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا"۔

بعض مسائل میں ایک امام کی اور بعض میں دوسرے امام کی پیروی کرنے میں ایک حرج یہ بھی ہے کہ یہ نصِ قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن کریم یہ حکم دیتا ہے کہ ایک راستے پر چلو اور کئی راستوں پر نہ چلو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ "چند راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی، یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے"۔[774]

773...پ19، فرقان:43
774...پ8، انعام:153

آخر میں غیر مقلدوں کے متعلق صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قادری رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے۔ وہ فرماتے ہیں،

"تمام مسلمانوں سے الگ غیر مقلدوں نے ایک راہ نکالی کہ تقلید کو حرام و بدعت کہتے اور ائمہ دین کو سبّ و شتم سے یاد کرتے ہیں مگر حقیقت میں تقلید سے خالی نہیں۔ ائمہ دین کی تقلید تو نہیں کرتے مگر شیطان لعین کے ضرور مقلد ہیں۔ یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ یہ تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ مطلق تقلید فرض ہے اور تقلیدِ شخصی واجب ہے"۔(775)

امامِ اعظم کا ادب:

سیدنا امامِ اعظم کا ادب نزولِ برکات کا ذریعہ اور اُن کی بے ادبی دونوں جہان میں نقصان اور بُرے خاتمے کا باعث ہے۔ مشہور غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی وارداتِ قلبی کا حال انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں،

"ہر چند کہ میں گناہگار ہوں لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابوعبد اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبد المنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگانِ دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے حسنِ عقیدت نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے کوئی فیض اس ذرۂ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے

775...بہار شریعت، 1/253، حصہ اول۔

میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا، گویا "ظلمت بعضھا فوق بعض" کا نظارہ ہو گیا۔

معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا کہ "یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بد ظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو"۔ میں نے کلماتِ استغفار دہرانے شروع کیے تو وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں (یعنی غیر مقلدوں) سے جن کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت نہیں، کہا کرتا ہوں کہ "میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرینِ معارجِ قدسیہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے خطاب کر کے فرماتا ہے،

اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ "میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا، اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سُود ہے۔ ھٰذا واللہ ولی الہدایۃ۔

اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے (غیر مقلد) ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حسنِ ظن رکھیں اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجبِ خسران و نقصان ہے۔......الخ

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم شد از لطف رب

(776)

اس کتاب میں وہ اپنے استاد محدث عبد المنان وزیر آبادی کے تذکرے میں جنہیں مشہور

776... تاریخ اہل حدیث، ص72، 71

غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امر تسری نے "اس دور کا امام بخاری" قرار دیا تھا، لکھتے ہیں، "آپ ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا"۔ (777)

ان اقتباسات سے چار باتیں ثابت ہوئیں:-

۱۔ بزرگانِ دین خصوصاً ائمہ اربعہ سے حسنِ عقیدت برکتوں کے نزول کا ذریعہ ہے،

۲۔ ان بزرگوں کے متعلق برا خیال لانا یا ان کی گستاخی کرنا دونوں جہانوں میں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہے،

۳۔ چونکہ غیر مقلد ائمہ دین کے گستاخ اور بے ادب ہیں اس لیے وہ گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں،

۴۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ کے بے ادب کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ حبیبِ کبریا، سید الانبیاء، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ والاصفات کے ساتھ حسنِ عقیدت نہیں رکھ سکتے اور ان کی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کے جملے کہنے سے باز نہیں رہ سکتے وہ ائمہ دین اور اولیاء کرام کا کیا ادب کریں گے؟ نیز جب بزرگانِ دین کی بے ادبی دونوں جہان میں نقصان و ہلاکت کا باعث ہے تو پھر سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کس قدر ہلاکت و عذاب کا باعث ہوگی!!!

حدیثِ قدسی ہے کہ رب تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ جس نے میرے ولی سے عداوت کی یا اسے ایذا دی، میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے"۔ (778)

اس حدیث کے تحت امام ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، "جو بھی ائمہ دین میں سے کسی کی توہین

777... تاریخ اہل حدیث، ص437

778... بخاری، کتاب الرقاق، حدیث:6502

کرے گا وہ راندۂ بار گاہِ ایزدی ہو گا اور غضبِ الٰہی کا مستحق بنے گا کیونکہ ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لی ہے اور جو اللہ سے جنگ کرے گا وہ ابدی ہلاکت میں پڑے گا"۔ مزید فرمایا، "جس میں تھوڑی سی بھی عقل ہے وہ ضرور خاصانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کے شائبہ سے بھی اجتناب و احتراز کرے گا اور دیندار انسان کا تو کہنا ہی کیا؟ ایک عقل مند اُن کی ایذا رسانی سے دور اور بہت دور رہے گا کیونکہ جس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے وفات یافتہ لوگوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے"۔ (779)

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا قول ہے، "امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگوئی وہی کرے گا جو یا تو اُن کے علم سے جاہل ہو گا یا پھر حاسد"۔ (780)

اس زمانے میں حاسدوں نے دور دراز کے شہروں کے محدثین کرام تک سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بے سروپا من گھڑت باتیں پہنچا دیں تھیں تاکہ وہ آپ سے متنفر ہو جائیں۔ لیکن جب ان محدثین کی امامِ اعظم یا ان کے کسی شاگرد سے ملاقات ہو جاتی تو حاسدوں کی سازش دم توڑ جاتی۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے دریافت کیا، یہ بدعتی کون ہے جو کوفہ میں نکلا ہے جس کی کنیت ابو حنیفہ ہے؟ اس پر آپ نے اُنہیں امامِ اعظم کے کچھ مشکل مسائل دکھائے۔ جب امام اوزاعی رحمہ اللہ نے ان مسائل کو نعمان بن ثابت کی طرف منسوب دیکھا تو پوچھا، یہ عالم کون ہیں؟ جواب دیا، یہ ایک شیخ ہیں جن سے میری عراق میں ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ تو جلیل القدر عالم ہیں، تم جاؤ اور ان سے مزید علم حاصل کرو۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا، "یہ وہی امام ابو حنیفہ ہیں جن سے آپ نے منع کیا تھا"۔ وہ حیران رہ گئے۔

جب امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کی ملاقات امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مکہ میں ہوئی تو انہی مسائل میں آپ سے بحث کی۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مسائل کی ایسی تشریح فرمائی کہ ملاقات کے اختتام پر امام اوزاعی نے فرمایا، "میں

779...الخیرات الحسان، ص22

780... تبییض الصحیفہ، ص30

اس شخص کے علم کی کثرت اور عقل کی وسعت پر رشک کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں کیونکہ میں غلطی پر تھا۔ تم ان کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ ان صفات سے مختلف ہیں جو مجھ سے (حاسدوں نے) بیان کی تھیں"۔ (781)

امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ خواب میں سنا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں ابو حنیفہ کے علم کے پاس ہوں یعنی اس کی حفاظت اور قبول کرنا، راضی ہونا اور برکت نازل کرنا ان پر اور ان کے شاگردوں میں میرے ذمہ ہے۔ (782)

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت اپنی کتاب میں تفصیلاً لکھنے کے بعد امام ابن حجر یوں تنبیہ کرتے ہیں، "ڈریے! کہیں آپ کا قدم بھی لغزش کھانے والوں میں اور آپ کی سمجھ بھی گمراہ ہونے والوں کے ساتھ گمراہ نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح آپ خاسرین یعنی نقصان پانے والوں میں ہو جائیں گے اور آپ کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہو گا جن کو رسوائی اور فضیحت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور آپ ایسی چیز (عذاب) کے اٹھانے والے ہوں گے کہ جس کا بوجھ اور تکلیف آپ برداشت نہیں کر سکیں گے اور آپ ایسے تاریک چٹیل میدان میں پھنس جائیں گے جس کے خطرات سے نجات مشکل ہے تو جس قدر ہو سکے سلامتی کی جانب سبقت کیجیے"۔

پھر فرماتے ہیں، "بہت سے بری صفات والے لوگ جو اس امامِ اعظم اور بڑے عالم کے مرتبہ کو پہنچنے سے عاجز ہوئے وہ ان کے اہلِ زمانہ یا ان کے بعد والوں کے دلوں کو ان کی محبت، تقلید، اتباع، اعتقاد، عظمت اور امامت سے ہٹانے میں ناکام رہے۔ امامِ اعظم پر ان کی تنقید اور انگشت نمائی کسی بھی مسلک کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا، کسی کی تدبیر سے آپ کو یہ رفعت نہ ملی۔ اور جس کو خدا بلندی عطا فرمائے اور اپنے وسیع خزانوں سے عطا کرے تو اسے کوئی پست نہیں کر سکتا اور نہ روک سکتا ہے۔ رب کریم ہمیں ائمہ کے

781...الخیرات الحسان، ص82

782...ایضا، ص6

حقوق ادا کرنے والوں میں بنائے اور ان لوگوں میں نہ بنائے جو قطع تعلق اور عاق ہو کر اپنی عزت کو گدلا کرتے ہیں"۔[783]

ایک مجلس میں ابن ابی عائشہ رحمہ اللہ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بیان کر کے کہا، تم لوگ اگر امامِ اعظم کو دیکھ لیتے تو ضرور ان سے محبت کرنے لگتے۔ پس تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ یہ شعر کہا گیا ہے، (ترجمہ)

"لوگو! تمہارا برا ہو، تمہارے باپ مر جائیں، ان پر ملامت کی زبان کو روک لو ورنہ وہ مقام پُر کرو جسے انہوں نے پُر کیا تھا یعنی ویسے بن کر دکھاؤ"۔[784]

علامہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

هذا مذهب النعمان خير المذاهب
كذا القمر الوضاح خير الكواكب
تفقه فی خير القرون مع التقی
فمذهبهٗ لا شك خير المذاهب

"یہ نعمان بن ثابت کا مذہب بہترین مذہب ہے جس طرح چاند خوب روشن ہے اور ستاروں سے بہتر ہے۔ یہ فقہ خیرُ القرون میں تقوے کے ساتھ مرتب ہوا، تو ان کا مذہب بلاشبہ بہترین مذہب ہے"۔[785]

محمویہ رحمہ اللہ نے جو ابدال میں سے تھے، فرمایا، میں نے امام محمد کو بعد وصال خواب میں دیکھا تو پوچھا، کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا، "مجھے بخش دیا اور فرمایا، اگر تمہیں عذاب دینا ہوتا تو تمہیں علم کا خزانہ نہ دیتا"۔ میں نے کہا، ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا، "مجھ سے اوپر کے درجہ میں ہیں"۔ میں نے پوچھا،

783...الخیرات الحسان، ص77
784... تبییض الصحیفہ، ص27
785... مناقب للموفق، ص433

اور امام ابو حنیفہ ؟ فرمایا، ''وہ ابو یوسف سے بہت سے طبقے اوپر یعنی اعلیٰ علیین میں ہیں''۔[786]

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی دعا پر ہم اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں، ''اے اللہ! ہمارا حشر اُن کے ساتھ فرما کیونکہ ہمیں اُن سے محبت ہے۔ اور جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہمیں اُن کے حلقے میں داخل فرما، اور ہمیں اُن کا خادم بنا، اور ہم پر ان کے بہترین حالات اور ظاہری کثیر کرامات واضح فرما، تاکہ ہم ان کے پیروکاروں میں سے ہو جائیں، بیشک تو سخی، کریم، مہربان اور رحم کرنے والا ہے''۔

یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت اور تیرے محبوب بندوں کی محبت مانگتا ہوں اور ایسے عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے''۔ (ترمذی)

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم

786... تاریخ بغداد، 182/2

ماخذ و مراجع

قرآن کریم	
کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا بریلوی (۱۳۴۰ھ۔)
الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ۔)
الصحیح لمسلم	امام مسلم بن حجاج القشیری (۲۶۱ھ۔)
الجامع للترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی (۲۷۹ھ۔)
السنن لابی داود	امام سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۷۵ھ۔)
السنن للنسائی	امام احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ۔)
السنن لابن ماجۃ	امام محمد بن یزید بن ماجۃ (۲۷۳ھ۔)
المؤطا للامام مالک	امام مالک بن انس المدنی (۱۷۹ھ۔)
مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ۔)
شرح معانی الاثار	امام احمد بن محمد الطحاوی (۳۲۱ھ۔)
سنن الدار قطنی	امام علی بن عمر الدار قطنی (۳۸۵ھ۔)
المستدرک علی الصحیحین	امام محمد بن عبد اللہ الحاکم (۴۰۵ھ۔)
المسند للحُمیدی	امام عبد اللہ بن زبیر حُمیدی (۲۱۹ھ۔)
السنن للدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی (۲۵۵ھ۔)
السنن الکبریٰ	امام احمد بن حسین البیہقی (۴۵۸ھ۔)
مصنف عبد الرزاق	امام عبد الرزاق بن ہمام الصغانی (۲۱۱ھ۔)

مصنف ابن ابی شیبۃ	امام عبد اللہ بن محمد الکوفی (۲۳۵ھ-)
مسند الامام الاعظم	امام ابو حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی (۱۵۰ھ-)
کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی (۱۸۹ھ-)
المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد الطبرانی (۳۶۰ھ-)
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	امام نور الدین علی الھیثمی (۸۱۷ھ-)
مشکوۃ المصابیح	اما محمد بن عبد اللہ العراقی (۷۴۲ھ-)
زجاجۃ المصابیح	علامہ ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ
احکام القرآن	امام احمد بن علی الجصاص (۳۷۰ھ-)
الدر المنثور	امام جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ-)
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد الرازی (۶۰۶ھ-)
روح البیان فی تفسیر القرآن	علامہ اسماعیل حقی حنفی (۱۱۳۷ھ-)
خزائن العرفان	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
عمدۃ القاری	علامہ محمود بن احمد العینی (۸۵۵ھ-)
فتح الباری	امام احمد بن علی العسقلانی (۸۵۲ھ-)
مقدمۃ فتح الباری	امام احمد بن علی العسقلانی (۸۵۲ھ-)
المفہم شرح مسلم	امام یحیٰ بن شرف النووی (۶۷۶ھ-)
نزھۃ القاری	مفتی محمد شریف الحق الامجدی (۱۴۲۱ھ-)
مقدمۃ نزھۃ القاری	مفتی محمد شریف الحق الامجدی (۱۴۲۱ھ-)

انوار الباری	سید احمد رضا بجنپوری
مرقاۃ المفاتیح	امام ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ-)
فتح القدیر شرح الہدایۃ	علامہ کمال الدین محمد السنوسی (۸۶۱ھ-)
البنایۃ شرح الہدایۃ	علامہ محمود بن احمد العینی (۸۵۵ھ-)
الدر المختار	علامہ محمد بن علی الحصکفی (۱۰۸۸ھ-)
رد المحتار	علامہ ابن عابدین الشامی (۱۵۲ھ-)
تاریخ بغداد	امام احمد بن علی البغدادی (۴۶۳ھ-)
تذکرۃ الحفاظ	امام محمد بن احمد الذہبی (۷۳۸ھ-)
میزان الاعتدال	امام محمد بن احمد الذہبی (۷۳۸ھ-)
تہذیب التہذیب	علامہ احمد بن علی العسقلانی (۸۵۲۱ھ-)
الاکمال فی اسماء الرجال	امام محمد بن عبد اللہ العراقی (۷۴۲ھ-)
المغنی فی ضبط اسماء الرجال	علامہ محمد طاہر الفتنی (۹۸۱ھ-)
اولیاء رجال الحدیث	علامہ عبد المصطفیٰ الاعظمی
الطبقات الکبری	علامہ محمد بن سعد الزہری (۲۳۰ھ-)
طبقات الشافعیہ الکبری	علامہ تاج الدین سبکی
التاریخ الصغیر	امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ-)
تدریب الراوی	امام جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ-)
فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث	امام محمد بن عبد الرحمن السخاوی (۶۰۳ھ-)

مقدمۃ نصب الدایۃ	امام عبد اللہ بن یوسف الزیلعی (۷۶۲ھ-)
التعلیق الممجد	علامہ عبد الحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ-)
مقدمۃ التعلیق الممجد،	علامہ عبد الحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ-)
معرفۃ علوم الحدیث	امام محمد بن عبد اللہ الحاکم (۴۰۵ھ-)
کتاب الکنی والاسماء	ابو بشر الدولابی
تھذیب الاسماء واللغات	امام یحیٰ بن شرف النووی (۶۷۶ھ-)
میزان الشریعۃ الکبری	امام عبد الوھاب الشعرانی (۹۷۳ھ-)
مناقب الامام الاعظم	امام موفق بن احمد مکی (۵۷۸ھ-)
تبییض الصحیفۃ	امام جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ-)
الخیرات الحسان	امام احمد بن حجر المکی (۹۷۳ھ-)
اخبار ابی حنیفۃ	قاضی ابو عبد اللہ
الاقوال الصحیحۃ	علامہ نور بخش توکلی (۱۳۶۷ھ-)
مقدمۃ ابن خلدون	علامہ عبد الرحمن ابن خلدون (۸۰۸ھ-)
ذیل الجواھر	امام ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ-)
کشف الاسرار	امام عبد العزیز بن احمد الھندی (۷۳۰ھ-)
منھاج السنۃ	ابو العباس احمد ابن تیمیہ (۷۲۸ھ-)
عقود الجواھر المنیفۃ	امام محمد مرتضی زبیدی
الملل والنحل	امام محمد بن عبد الکریم الشھرستانی (۵۴۸ھ-)

توضیح الافکار	محمد امیر یمانی
عقود الجمان	محمد بن یوسف صالحی
کتاب المناقب	امام محمد بن احمد الذھبی (۷۴۸ھ)
مناقب الکردری	امام محمد بن شہاب ابن بزاز
دفع شبہ التشبیہ	امام عبد الرحمن ابن جوزی
اعلام الموقعین	ابو عبد اللہ محمد ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ)
الجواھر المضیۃ	حافظ عبد القادر قرشی
المنار متن نور الانوار	امام عبد اللہ بن احمد النسفی (۷۱۰ھ)
اصول البزدوی	امام علی بن محمد البزدوی (۴۸۲ھ)
مکتوبات الامام الربانی	امام ربانی شیخ احمد سرھندی (۱۰۳۴ھ)
الفضل الموہبی	امام احمد رضا البریلوی (۱۳۴۰ھ)
شرح الفقہ الاکبر	امام ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ)
حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۹ھ)
النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر	امام مبارک بن محمد الجزری (۶۰۶ھ)
الانتقاء	امام یوسف بن عبد البر الاندلسی (۴۶۳ھ)
کشف المحجوب	داتا گنج بخش شیخ سید علی ہجویری
تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار (۶۲۷ھ)
اوشحۃ الجید	علامہ شوق نیموی (ابن رجب الحنبلی)

جامع بیان العلم وفضلہ	امام یوسف بن عبد البر الاندلسی (۴۶۳ھ-)
الفتاویٰ الرضویۃ	امام احمد رضا البریلوی (۱۳۴۰ھ-)
بہار شریعت	صدر الشریعہ امجد علی الاعظمی (۱۳۶۷ھ-)
تعارف فقہ و تصوف	امام شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ-)
سوانح امام اعظم	شیخ ابو الحسن زید فاروقی
مقدمہ سوانح بے بہائے	مولانا عبد الستار خان
حیات امام ابو حنیفہ	ابو زہرۃ مصری
امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین	عبد الشاہد شروانی
فقہ الفقیہ	علامہ محمد شریف کوٹلوی
تاریخ اہل حدیث	ابراھیم میر سیالکوتی
سیرت النعمان	شبلی نعمانی
خطبات بہاولپور	ڈاکٹر عبد الحمید خان